

اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

بائیسواں بجٹ اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ مورخہ 26 جون 2020ء بروز جمعہ برطابق 04 ذیقعد 1441 ہجری۔

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
03	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	1
04	رخصت کی درخواستیں۔	2
04	میزانیہ بابت مالی سال 2020-21ء پر بحیثیت مجموعی عام بحث۔	3
81	رواں اخراجات :- ضمنی مطالبہ زر	4

ایوان کے عہدیدار

اسپیکر-----میر عبدالقدوس بزنجو

ڈپٹی اسپیکر----- سردار بابر خان موسیٰ خیل

ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی-----جناب طاہر شاہ کاکڑ

ایڈیشنل سیکرٹری (قانون سازی)۔۔۔جناب عبدالرحمن

چیف رپورٹر-----جناب مقبول احمد شاہوانی



بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورنہ 26/جون 2020ء بروز جمعہ المبارک برطابق 04 ذیقعد 1441 ہجری، بوقت صبح 11 بجکر 30 منٹ پر زریں صدارت میر عبدالقدوس بزنجو، اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اِنَّ الْمُنْفِقِیْنَ فِی الدَّرَكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ج وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ۝۱۳۵ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا

وَاَصْلَحُوْا وَاَعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ط وَسَوْفَ

یُوْتِی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝۱۳۶ مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَدَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ

وَاٰمَنْتُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِیْمًا ۝۱۳۷

﴿پارہ نمبر ۵ سُورَةُ النَّسَاءِ آیَات نمبر ۱۳۵ تا ۱۳۷﴾

ترجمہ: منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقے میں جائیں گے، ناممکن ہے کہ تو انکا کوئی مددگار پائے۔ ہاں جو توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور اللہ پر کامل یقین رکھیں اور خالص اللہ ہی کے لیے دین داری کریں تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں، اللہ تعالیٰ مومنوں کو بہت بڑا اجر دیگا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دیکر کیا کریگا اگر تم شکرگزاری کرتے رہو اور با ایمان رہو اللہ تعالیٰ بہت قدر کرنے والا اور پورا علم رکھنے والا ہے۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ۔

جناب اسپیکر: جزاک اللہ۔ رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

جناب عبدالرحمن (ایڈیشنل سیکرٹری قانون سازی): جناب نور محمد مڑ صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

ایڈیشنل سیکرٹری قانون سازی: محترمہ زبیدہ بی بی نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

میزانیہ بابت مالی سال 2020-21ء پر عام بحث۔ جی اکبر مینگل صاحب۔

میر محمد اکبر مینگل: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب اسپیکر صاحب! میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں کہ آپ نے موقع دیا کہ اس بحث پر اپنا اظہار خیال کر سکوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بحث پر کہاں سے بات شروع کروں اور کہاں پر ختم کروں۔ ایسا بحث جس کا نہ سر ہے نہ پیر۔ جب بھی کوئی بحث بنتا ہے تو کوشش ہوتی ہے جو سب سے نچلا طبقہ ہوتا ہے ملازمین انکوریٹیف دیا جائے۔ میں نے اس بحث کو بہت ٹٹولا ایک ایک صفحہ کو چھان مارا لیکن پھر بھی مجھے کہیں ملازمین کیلئے کچھ نظر نہیں آیا۔ ہم سے بہتر صوبہ سندھ کی حکومت تھی جنہوں نے اپنے ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا۔ جناب اسپیکر! بلوچستان ایک پسماندہ صوبہ ہے ہر حوالے سے۔ ہمارے شہر کے دوست جو یہاں شہر سے منتخب ہو کر آتے ہیں۔ ان کی ڈیما نڈ یہ نہیں ہوتی کہ انکو روڈ چاہیے کیونکہ انکی روڈز پہلے سے پکی ہوتی ہیں۔ انکے واٹر سپلائی ہوتے ہیں انکے بچوں کیلئے اسکول ہوتے ہیں انکے عوام کیلئے بڑے بڑے ہسپتال ہوتے ہیں۔ لیکن جن علاقوں سے خاص کر میں یا آپ۔ آپکی مثال دوں گا کہ پسماندہ علاقے سے آئے ہیں یا میں یا ہمارے دوسرے دوست۔ تو ہمارے لوگ ہم سے روڈز کی بھی توقع رکھتے ہیں ہمارے لوگ ہم سے ہسپتالوں کی بھی توقع رکھتے ہیں۔ ہمارے لوگ صاف پینے کا پانی بھی مانگتے ہیں۔ ہمارے ہاں انفراسٹرکچر نہ ہونے کی وجہ سے ہر وہ چیز جو بنیادی ضروریات زندگی ہے ہمارے لوگوں کا مطالبہ رہتا ہے۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج ہمارا جو شعبہ صحت ہے ہمارے ہسپتالیں کھنڈرات کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ جہاں عوام جاتے ہیں تو دو پیناڈول کی گولی بھی انکو میسر نہیں۔ اسی طرح ہمارے اسکول، ہزاروں کی تعداد میں ہمارے بچے اسکولوں سے باہر ہیں اسکی بنیادی وجہ اسکول کا نہ ہونا ہے۔ لیکن لے دیکر جو کچھ پرائمری اسکول کچھ گاؤں میں ہیں اور کچھ کلیوں میں ہیں تو ان میں داخلہ لے لیتے ہیں۔ لیکن وہی بچے جو ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہیں ان

میں سے صرف سات فیصد بچے میٹرک کر پاتے ہیں۔ جناب اسپیکر! اسکی بنیادی وجہ یہی ہے کہ پرائمری اسکول سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہماری یونین کونسل جو بیس، پچیس کلومیٹر پر مشتمل ہوتے ہیں، وہ دوسرے مڈل اسکولوں تک نہیں پہنچ پاتے۔ اگر کوئی بچہ مڈل پاس بھی کر لیتا ہے تو ہائی اسکول نہ ہونے کی وجہ سے وہ میٹرک نہیں کر پاتا۔ تو بلوچستان میں ہائر ایجوکیشن تک پہنچنے کیلئے بڑے پارٹنر بننے پڑتے ہیں۔ لیکن جو بنیادی میٹرک اور انٹر ہیں ہم وہ بھی نہیں کر پاتے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہماری گورنمنٹ شعبہ صحت اور شعبہ تعلیم کو توجہ دیتی، فوقیت دیتی تاکہ انکو آگے لیجا کر ہم بحیثیت دوسری قوموں کے اور دوسرے صوبوں کے برابر کھڑے ہو سکتے۔ لیکن جناب اسپیکر! جس طرح آپ جانتے ہیں ان دو صوبوں کے علاوہ جو شعبے ہمارے پاس ہیں جن کو ہم ترقی دیتے، تو ہم اپنے لوگوں کے معیار زندگی کو بلند کر سکتے تھے۔ ان میں میں سمجھتا ہوں سب سے پہلا لائیو اسٹاک ہے۔ اس وقت پورے ملک کا 80 فیصد لائیو اسٹاک یہ صوبہ پورا کرتا ہے۔ تو ہمیں چاہیے کہ ہم ایسے سائنٹیفک بنیادوں پر ایسے پرائیس دے پاتے تاکہ ہمارے جو لائیو اسٹاک ہے، اسکو مزید فروغ ہوتا۔ اسکی پیداوار میں اضافہ ہوتا اور ہم اپنے لوگوں کے معیار زندگی کو بلند کر پاتے۔ لیکن ہم نے مکمل طور پر اسکو نظر انداز کیا۔ جناب اسپیکر! اس کے بعد آتے ہیں ایگریکلچر پر۔ ایگریکلچر وہ شعبہ ہے۔ ہمارے بہت سارے علاقے اس میں بہت آگے ہیں خاص کر نصیر آباد، خضدار اور دوسرے علاقے ہیں۔ پشٹون ہیلٹ میں بہت سارے علاقے ہیں۔ اگر ہم زراعت میں ان علاقوں کو ترجیح دیتے سائنٹیفک بنیادوں پر انکو بھی آگے لے جاتے اور انکو ایسے الاؤنسز دیتے تاکہ وہ اپنے پیداوار میں اضافہ کر سکتے۔ تو ہم نہ صرف ملک کی منڈیوں میں بلکہ بین الاقوامی منڈیوں میں بھی اپنا نام پیدا کر سکتے تھے اور اپنے لوگوں کا جو زراعت سے وابستہ ہیں انکا معیار زندگی بہتر کر سکتے تھے۔ جناب اسپیکر! اس کے بعد ہم آتے ہیں مائننگ پر۔ مائننگ وہ شعبہ ہے کہ اس وقت ہمارے لوگ، جنکے بدن پر ڈھنگ کے کپڑے بھی موجود نہیں۔ ہمارے لوگ جن کے پاؤں میں چپل بھی نہیں۔ لیکن دنیا کی وہ قیمتی ترین سونے اور تانبے کے وہ مالک ہیں۔ لیکن کیونکہ بحیثیت ایک غلام قوم ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ہم اپنی ترجیحات کو، اپنی پالیسیوں کو بنا سکیں۔ آج ہماری ترجیحات، ہماری پالیسیاں اسلام آباد بناتا ہے۔ لیکن وہ قومیں جو دنیا میں آزاد ہیں، خود مختار ہیں وہ اپنی پالیسیوں کو خود تشکیل دیتے ہیں، وہ ہم سے کم وسائل کے ہوتے ہوئے بھی آج دنیا میں ترقی یافتہ قومیں ہیں۔ جناب اسپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ مائننگ کو اگر سائنٹیفک بنیادوں پر استوار کیا جاتا۔ مائننگ کو عام لوگوں کی رسائی، پہنچ تک، عام آدمی کو یہ سہولت بھی دی جاتی تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے بہت سارے بے روزگار چاہے وہ تعلیم یافتہ ہیں یا ان پڑھ روزگار کے سلسلے میں اپنے آپ اپنا لوہا منواتے۔ جناب اسپیکر!

کورونا کے مسئلے پر آتے ہیں۔ کل ہمارے ایک معزز وزیر مرگ خان نے ملخ (ٹڈی) جس ایریا سے آیا یعنی ایرانی بارڈر سے اسکو تو انہوں جی تسلیم کی۔ لیکن اسی بارڈر سے کرونا بھی آیا۔ لیکن اُس نے کہا کہ نہیں جی وہاں سے نہیں آیا ہے۔ آج آپکا پورا پاکستان کہتا ہے کہ پاکستان میں جو کورونا پھیلا ہے وہ بلوچستان حکومت کی نااہلی کی وجہ سے پھیلا ہے۔ اگر اس کو بارڈر پر روکا جاتا۔ قرنطینہ کی جاتی تو یہ پورے ملک، گلی گلی میں، پاکستان کے ہر شہر میں نہیں پھیلتا۔ اس سلسلے میں میرے خیال میں آج آپکی نظر سے گزرا ہوگا گورنمنٹ آف سندھ کا وہ بیان۔ گورنمنٹ آف پنجاب کا وہ بیان کہ انہوں نے گورنمنٹ آف بلوچستان کو مورد الزام ٹھہرایا۔ جب یہ بات ہم کرتے ہیں تو ہم سے ہمارے ساتھی ناراض ہوتے ہیں کہ آپ یہ بات کیوں کرتے ہیں۔ جب پورے پاکستان ملکر یہ بات کرتے ہیں تو یہ بات ہم بھی کریں گے۔ ایک حقیقت ہے جس کو تسلیم کرنا پڑیگا۔ جناب اسپیکر! کورونا کے سلسلے میں شروع میں جو پیسے رکھے گئے وہ میں سمجھتا ہوں کہ کرپشن کی نذر ہو گئے ہیں ابھی بھی جتنا رکھا گیا ہے۔ اس وقت آپکے بلوچستان میں لے دیکر صرف کوئٹہ میں اس کی ٹیسٹنگ ہوتی ہے باقی تمام جو آپ کے ہیڈ کوارٹرز ہیں وہاں اسکی ٹیسٹنگ نہیں ہے۔ خضدار میں تو اسکی مشین بھی نہیں تھی ابھی میرے خیال میں انہوں نے کوئی بھیج دی ہے۔ صرف مشین سے کام نہیں چلتا ہے بلکہ اس کیلئے اس شعبے کے expertise چاہیے ہوتے ہیں۔ جناب اسپیکر! ایک اور خطیر رقم اس سلسلے میں رکھی گئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی کرپشن کی نذر ہو جائیگی۔ جناب اسپیکر! اس وقت کورونا کے بعد سب سے بڑا خطرہ ٹڈی دل (ملخ) کا ہے۔ اس وقت ہماری جتنی بھی زرعی زمینیں ہیں چاہے وہ جہاں جہاں بھی ہیں وہ مکمل طور پر ختم ہو چکی ہیں۔ ہماری جو فصلیں نکل رہی تھیں کپاس کی یا دوسری اس وقت وہ تباہ ہو چکی ہیں۔ لوگ جو اپنی آپ محنت کرتے تھے اپنا روزگار نکالتے تھے آج وہ بیروزگار ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس سلسلے میں نہ صرف ٹڈی دل کے خاتمے کیلئے بلکہ زمینداروں کے لینے جن کو نقصان ہوا ہے، بندوبست کرنا چاہیے۔ جناب اسپیکر! جس طرح ہماری لیڈرز اور اقلیتوں کے ساتھ gender discrimination کہیں اس کو یا مذہبی حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی ناجائز ہے۔ انکا بھی اتنا ہی حق بنتا ہے جتنا میرا اور آپکا بنتا ہے۔ وہ بھی اسی طرح نمائندے ہیں جس طرح میں اور آپ نمائندے ہیں۔ جناب اسپیکر! میں تو اپنے حلقے کا نمائندہ ہوں وہ پورے بلوچستان کے نمائندے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُن کا PSDP میں اتنا ہی حق بنتا ہے جتنا ٹریڈری اور دوسرے ساتھیوں کا بنتا ہے۔ جناب اسپیکر! اس سے پہلے میں law and order پر آؤں گا۔ بلوچستان میں امن وامان پر ایک خطیر رقم رکھی جاتی ہے law enforcement agencies کیلئے۔ یہ بات کسی حد تک سمجھ میں

آجانی والی چیز ہے کہ ٹھیک ہے کہ law and order کیلئے پیسہ رکھا جاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف جب ہم PSDP کھولتے ہیں خاص کر میں نے اپنے حلقے کی PSDP کھولی تو وہ کالعدم تنظیمیں، جو دہشتگرد کارروائیوں میں ملوث رہی ہیں۔ صفورا کا واقعہ جہاں چالیس، پچاس لوگ شہید ہوئے۔ شکار پور کا جہاں کئی لوگ شہید ہوئے۔ آپکا جھل مگسی کا واقعہ شاہ نورانی کا واقعہ اور کراچی ایئر پورٹ کا واقعہ۔ ان سب کی investigation ہوئی۔ وہاں کی پولیس نے رپورٹ دی۔ سب کا تعلق وڈھ کی ایک قبائلی تنظیم کے سربراہ سے تھا۔ آج ہم سمجھتے تھے کہ جام صاحب ایک پڑھے لکھے نفیس شخص ہیں اور آزاد ذہن کے مالک ہیں وہ ان چیزوں سے دور رہیں گے۔ لیکن جب ہم اُسکو کرچتے ہیں تو یہ بھی ہمیں وہی شفیق میڈیکل نظر آتا ہے۔ ایک خطیر رقم وہاں کا نمائندہ نہیں لے پاتا۔ لیکن تین گنا زیادہ صرف اُس کالعدم تنظیم کے لیے رکھا جاتا ہے۔ تو سمجھ میں یہ بات نہیں آنے والی ہے کہ کالعدم تنظیموں کو بھی پیسہ دیا جائے اور law and order کیلئے بھی رکھا جائے۔

جناب اسپیکر! اسکا مطلب ہے کہ بلوچستان کو اس ماحول میں لانا ہے کہ یہ کارروائیاں بھی ہوں اور لاء اینڈ آرڈر کے لئے ایک خطیر رقم رکھ کر کرپشن کا سلسلہ بھی جاری و ساری رکھا جائے۔ جناب اسپیکر! نہ کہ اس شخص کو وڈھ کے حلقے میں فنڈ رکھ کر نواز گیا بلکہ یہاں خضدار کا نمائندہ بیٹھا ہوا ہے۔ اُس حلقے میں بھی اس کیلئے ایک خطیر رقم رکھی گئی ہے جس کی تصدیق وہ خود کریں گے۔ اُس سے ہٹ کر دوسرا ہمارا نمائندہ شاید اس وقت موجود نہیں ہے سوراب کا۔ اُس حلقے میں بھی اس شخص کیلئے رقم رکھی گئی ہے۔ تو سوچنے کی بات ہے کہ بلوچستان کو کس طرف لے جایا جا رہا ہے۔ اور ہمیں مستقبل میں ان چیزوں کے لیے ہوشیار اور مستعد رہنا پڑیگا۔

جناب اسپیکر! خاص کر صحافی حضرات کے ساتھ چمن میں جو کچھ ہوا میں اسکی مذمت کرتا ہوں۔ جناب اسپیکر! تربت کے علاقے میں جو کچھ ہوا اُس کی مذمت کرتا ہوں۔ تمپ میں جو کچھ ہوا اسکی مذمت کرتا ہوں۔ خضدار میں اسی دہشتگرد تنظیم نے سیاسی کارکنوں کو گھر پر کفن اور چھٹیاں پھینکی ہیں، اُسکی مذمت کرتا ہوں۔ تو جناب اسپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ جتنا حق ٹریڈری پنچز کے ساتھیوں کا بنتا ہے وہی حق ہم منتخب نمائندے جو اپوزیشن میں بیٹھے ہیں ہمارا بھی بنتا ہے۔ جناب اسپیکر! پچھلی PSDP جب پیش ہوئی تو وزیر اعلیٰ صاحب نے تقریر کی۔ اُس میں میرے حلقے کی ایک روڈ کا ساڑونہ، آری پپر۔ یہاں ہمارے ACS صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اُن کو معلوم ہے۔ تو وہ خوشی کی نوید اُس نے ہمیں اور ہمارے حلقے کو سنائی کہ ایک پسماندہ علاقہ ہے اس پر روشنی ڈالی۔ وہاں کچھ نہیں ہے یہ روڈ بنے گی تو گاڑیاں جائیں گی۔ جب گاڑیاں جائیں گی تو روزگار آئے گا۔ ہم اور ہمارے حلقے والے بڑے خوش ہوئے۔ لیکن اُس کے بعد پتہ چلا کہ جام صاحب نے اسکو بند کیا ہے اُس

پر عملدرآمد نہیں ہو رہا ہے۔ اُس وقت سے لیکر آج تک وہ روڈ بند ہے۔ جس کیلئے ہم ہائی کورٹ کا دروازہ بھی کھٹکھٹا رہے ہیں۔ جناب اسپیکر! میں سمجھتا ہوں اگر سبیلہ کیلئے اتنی خطرہ رقم روڈوں کیلئے رکھی جاتی ہے تو میرا اور آپ کا بھی اتنا ہی حق بنتا ہے کہ وڈھ اور آواران میں بھی روڈوں کا جال بچھایا جائے۔ جناب اسپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پورے بلوچستان میں زیر زمین پانی کا گراف بہت گرتا جا رہا ہے۔ تمام وہ واٹر سپلائرز جو تقریباً دس، پندرہ، بیس، پچیس سالوں میں لگے ہوئے تھے ابھی وہ بند ہو رہے ہیں نان فنکشنل ہو رہے ہیں۔ تو ہنگامی بنیادوں پر جتنے بھی واٹر سپلائی ہیں انکے لیئے نئے بور لگائے جائیں تاکہ وہ فعال ہو سکیں۔ جناب اسپیکر! اس سلسلے میں ڈیلے ایکشن ڈیویژن کا ایک جال بچھانا چاہیے، پورے بلوچستان میں، تاکہ پانی کی سطح کو اوپر لایا جاسکے۔ جناب اسپیکر! ملازمت کا جو چھ ہزار کا کوٹہ رکھا ہوا ہے پچھلے سال میں اس سے کہیں زیادہ تھا۔ لیکن آج تک اُن پر عملدرآمد نہیں ہو سکا نہ ہی اُن پر انٹرویوز ہوئے۔ میں سمجھتا ہوں ہمارے نوجوانوں کو صرف بہلانے کے لیئے، اُن کا ٹائم گزارنے کے لیئے اس طرح کے اقدامات کیئے جا رہے ہیں۔ جناب اسپیکر! بلوچستان گورنمنٹ نے جو بجٹ پیش کیا ہے۔ خسارے کا بجٹ ہے اور خسارے کا بجٹ بلوچستان کے عوام کو کچھ نہیں دے پایگا۔ میں اس کو مسترد کرتا ہوں اپنی طرف سے، اپنی پارٹی کی طرف سے اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے۔ شکر یہ جناب۔

جناب اسپیکر: شکر یہ۔ گورنمنٹ کی طرف سے کون بولے گا۔ جی مٹھا خان صاحب۔ مٹھا خان صاحب! سنا ہے لائیو سٹاک میں بہت سے پیسے رکھے ہیں اور ژوب بڑے فنڈز لے گیا ہے۔

جناب مٹھا خان کا کڑ (وزیر محکمہ امور حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ): بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب اسپیکر! سب سے پہلے جو آپ کے ہاؤس کے طرف سے یہ آتے ہیں، یہ ایک بندے کو دوسرے بندوں کو ملتا ہے۔ یہ بالکل قانون کی خلاف ورزی ہے۔ یہ ہر بندے کیلئے اکیلے پلاسٹک میں بند ہونا چاہیے جناب اسپیکر: یہ پی ڈی ایم اے نے دیا ہے، آپ کی گورنمنٹ نے۔

وزیر محکمہ امور حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جس کی طرف سے بھی آتا ہے اس پر اعتراض ہونا چاہیے۔ اس کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اور تو مجھے پتہ نہیں یہ جو آیا ہے میری ٹیبل پر پڑا ہوا ہے آئندہ کیلئے نہیں ہونا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپوزیشن بھائیوں سے ایک بات میں کرنا چاہتا ہوں، کل تو میں نہیں آیا تھا۔ کہ انہوں نے کہا تھا کہ ژوب کیلئے اتنے پیسے رکھے ہیں۔ لیکن ژوب تو بلوچستان کا ایک تاریخی شہر ہے۔ اور میں ہر وقت یہ کہتا ہوں کہ ژوب بلوچستان کا دل ہے۔ ژوب کو تاریخ میں پیچھے رکھا گیا ہے اگر اس دفعہ تھوڑے پیسے گئے ہیں تو خوشی کی بات ہے، پریشانی کی بات نہیں

ہونی چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس حکومت کی باتیں کرتے ہیں۔ یہ وہ حکومت نہیں ہے جو گزری ہوئی ہے۔ یہ حکومت صوبے کیلئے کام کر رہی ہے۔ آپ کو پتہ تھا کہ اس صوبے میں جو پہلے وہ کام ہوتے تھے کہ پچاس کروڑ روپے کے کام کے لئے ایک کروڑ روپے رکھتے تھے۔ کیا خیال ہے کہ پچاس کروڑ کا کام ایک کروڑ پر مکمل ہو سکتا ہے؟۔ الحمد للہ اس حکومت نے پہلے یہ پالیسی بنائی ہے کہ پچاس کروڑ کا کام جب رکھتے ہیں اُس کیلئے کم از کم 25 کروڑ رکھتے۔ ہر چیز پر نظر ہونی چاہیے۔ جو کرپشن ہوتی تھی وہ بالکل ابھی زیر و پر آئی ہے۔ وہ کام ہوتے تھے جو خرید و فروخت ہوتی تھی ابھی وہ نہیں ہیں۔ الحمد للہ یہ صوبہ ایک دن میں نہیں بن سکتا، اس صوبے کیلئے کچھ ٹائم نکالنا پڑتا ہے۔ ابھی دو سال ہوئے ہیں انشاء اللہ پانچ سال کے بعد ہم دکھائیں گے کہ اس حکومت نے کتنا کام کیا ہے۔ اور جو کونٹے میں آپ کو پتہ تھا پچھلے دور میں کسی نے اس کونٹے پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ الحمد للہ اب اربوں کے کام اس وقت کونٹے میں شروع ہیں اس کی صفت ہونی چاہیے لیکن اُس کی بجائے ہم لوگوں کی عادت یہ ہے کہ ہم جو صحیح کام کرتے ہیں اُس کی بھی غیبت کرتے ہیں جو غلط کرتے ہیں وہ غلط ہے جو صحیح کام کرتے ہیں اُس کیلئے خوش آمدید ہونا چاہیے کہ اس نے اچھا کام کیا ہے۔ اُن کا دل مزید خوش ہوتا تھا، آگے بڑھتا تھا لیکن الحمد للہ آج ہماری حکومت نے جو کام بلوچستان میں کیا ہے کہیں بھی تاریخ میں نہیں ہوا ہے۔ بڑی بڑی روڈز اس حکومت میں بنی ہیں۔ اس حکومت میں ہیلتھ پر بہت کام ہو رہا ہے، اس حکومت میں سکول بنائے ہیں اس طرح کبھی ہوا ہے۔ پہلے وہ اسکیم دیتے تھے جو گننا ہوتے تھے۔ الحمد للہ وہ اسکیم ہوتی ہیں جو گراؤنڈ پر نظر آئیگی۔ پانچ سال بعد انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ ایجوکیشن میں ہیلتھ میں انڈسٹریز میں لائیو سٹاک میں کتنا کام ہوا ہے۔ لائیو سٹاک میں جو پہلے دوائی ہوتی تھی ایک دن کیلئے پتہ نہیں منفی کتنے پیسے تھے، الحمد للہ اس بجٹ میں 36 کروڑ روپے ہم لوگوں نے رکھے ہیں، یہ پہلے نہیں ہوتے تھے۔ اگر ہم بلوچستان کے لئے سوچتے ہیں تو یہ بلوچستان بنے گا۔ اگر ہم اپنی بیوی اور بچوں کیلئے سوچتے ہیں تو یہ نہیں بن سکتے ہیں۔ ہم اپوزیشن والوں سے یہ کہتے ہیں کہ آپ بھی جام صاحب کی مدد کریں۔ لکھا پڑھا بندہ ہے، باہر سے بھی اسکیم لاسکتا ہے، اور فیڈرل سے بھی لاسکتا ہے، صوبے میں بھی اچھی تقسیم کرتا ہے، لیکن ٹھیک ہے آپ کے لئے بھی ہم کوشش کرتے ہیں کہ اگر اس دفعہ پیسے کم ملے ہیں اگلی دفعہ انشاء اللہ آپ کو پورے پیسے انشاء اللہ آپ کو بھی مل جائیں گے۔ آپ کے بھی اسی طرح علاقے ہیں آپ نے بھی ووٹ لئے ہیں، آپ کو بھی ہونا چاہیے۔ ہمارا دل یہ نہیں چاہتا کہ ہم لیں اور آپ کو نہ ملے۔ سب بھائیوں نے پہلے بھی بتایا ہے لیکن کورونا کی وجہ سے پیسے کم تھے اس لئے آپ کو شیئر کم ملا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ آپ کو پیسے مل جائیں گے۔ مہربانی جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: مہربانی مٹھا خان، پہلے ہم سمجھ رہے تھے کہ آپ گورنمنٹ کے خلاف بات کر رہے ہیں۔ یہ تو آپ کے ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ اور PDMA کا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کا گورنمنٹ میں مسئلہ ہے، نواب صاحب! آپ بات کریں گے۔

نواب محمد اسلم خان رییس سانی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب اسپیکر! 1988ء میں جب میں پہلی دفعہ منتخب ہو کر آیا تو میں یہاں بیٹھا کرتا تھا اور میرے قریب مرحوم سردار محمد خان باروزئی یہاں تھے اور مرحوم نواب محمد اکبر خان بگٹی جب وزیر اعلیٰ تھے تو وہاں وہ تشریف فرما تھے۔ تیس سال سے زیادہ ہوتے ہیں لیکن ہم نے اُس دن بھی جو ایک سرکاری کمیٹی آئی تھی ہمارے دوستوں کے ساتھ، مذاکرات کی، اُس میں ہم نے دو باتیں اُن کے سامنے رکھیں۔ ایک تو ہم نے کہا کہ ہمارے حلقوں میں بے جا مداخلت مت کریں اور جو سلوک ٹریڈری پیچوں کے ساتھ آپ کرتے ہیں یا جو پبلک ڈویلپمنٹ پروگرام میں PSDP میں جو آپ اُن کو شیئر دیتے ہیں کم از کم ہمیں بھی دیں۔ لیکن میرے خیال میں جام صاحب کے پلے یہ ہماری باتیں نہیں پڑتے ہیں۔ جناب اسپیکر! اُس وقت نواب اکبر خان بگٹی جب چیف منسٹر تھے، مولانا عصمت اللہ فنانس منسٹر تھے تو اُس وقت پی اینڈ ڈی ڈی پیارٹمنٹ سے ایک جس میں ہم اپنی اسکیم کی نشاندہی کرتے تھے، اس میں دو تین چیزیں تھیں، جس میں ہم کوئی procurement نہیں کر سکتے تھے ہم کوئی گاڑی نہیں خرید سکتے تھے، اس قسم کے تھے۔ لیکن جب نواب صاحب چیف منسٹر تھے تو ہمارے حلقوں میں مداخلت نہیں تھی۔ ایک دن بھی اُنہوں نے بے جا بلوچستان نیشنل انٹرنس کی، ساتھیوں کو ہمارے حلقوں میں اُنہوں نے support نہیں کیا۔ لیکن اس وقت کے دور میں interference کی آپ کیا بات کرتے ہیں جناب! کہ جو ہمارے ہوئے لوگ ہیں اُن کو ہم سے زیادہ فنڈز دیئے جاتے ہیں ہم لوگ مینڈیٹ لیکر آئے ہیں۔ اب تو یہ ہے کہ جو بھی ترقیاتی ترجیحات ہوں، وہ تو ہمارے ساتھیوں کی نشاندہی کے مطابق ہوں لیکن وہ نہیں ہو رہی ہیں، اس حکومت کی یا BAP پارٹی کی اس حد تک اُنہوں نے مداخلت کی کہ میرے خاندان میں اُنہوں نے مداخلت کی۔ میرے بھائی کو اور غلایا اُس کو میرے خلاف کیا، میرے بھائی کو میرے خلاف الیکشن میں لڑایا۔ اس حد تک کہ کانک میں 1992ء میں میں نے ایک رورل ہیلتھ سینٹر بنایا تھا، تو ڈپٹی کمشنر لاشاری اُن سے میں نے زبانی کہا اُن کی خدمت میں میں نے گزارش کی کہ کوئی بھی سرکاری بلڈنگ کسی کے الیکشن campaign کا کیمپ نہیں ہوگی۔ لیکن میرے بھائی کو اس حکومت نے اسی اسٹیبلشمنٹ نے میرے گھر کے گیٹ کے سامنے بٹھایا اسی حکومت نے اسی اسٹیبلشمنٹ نے کوشش کی کہ میں اور میرے بھائی لڑیں۔ لیکن قدرت کا کرنا یہ تھا کہ وہ بیچارے کوئی چار سولوگوں کے ساتھ شہید ہوئے، اور BAP پارٹی کا وہ candidate تھے لیکن BAP پارٹی نے آج تک کوئی کبھی مرتا ہے تو جو ڈیشل انکوآری اور یہ وہ فلاں۔ چار سولوگ درہنگوہ میں مرے لیکن آج تک کوئی جو ڈیشل انکوآری نہیں ہوئی۔ کورکمانڈر مجھ سے کہتے ہیں کہ داعش نے کیا، Dahish has accepted this responsibility میں سراج کا بھائی ہوں مجھے کوئی فون نہیں کرتا، کورکمانڈر کو وہ فون کرتے ہیں یا ISI کے سیکٹر کمانڈر کو فون کرتے ہیں کہ جی داعش نے ذمہ داری قبول کر لی ہے یہ کیا بات ہے۔ اچھا داعش نے کیا ہے یا جس نے بھی کیا ہے فرض بنتا ہے ایوان کے اُس طرف BAP پارٹی والوں پر کہ اُن کا candidate تھا کہ کم از کم میرے خاطر نہیں

میرے بھائی ہونے کے ناتے نہیں اپنے کنڈیٹ ہونے کے خاطر کم از کم یہ لوگ ایک جوڈیشل انکوائری ایک جھوٹ موٹ کا ایک سیشن جج بیٹھالیتے کسی جج کو منت کر کے لیکن نہیں ہوا۔ وہ آج تک اُن کو نہ compensation ملا اور جو ہوا تو یہ سارا ہوا۔ ہم جناب! اس فیڈریشن کی بات کرتے ہیں۔ اب کہتے ہیں اس فیڈریشن میں جو تو میں بہتی ہیں کیونکہ پاکستان ایک multinational state ہے۔ تو میں ہیں یعنی بلوچ، پشتون، سندھی، پنجابی، گلگتی، بلتی اور جاموٹ، یہاں اور بھی بہت اقوام رہتے ہیں تو، جب ایک multinational state ہوتی ہے تو اُسکی governance کے لیے بھی آپ کو unity form of government کے ساتھ multinational federation سے آپ نہیں چلا سکتے۔ ہمارے ساتھ، جو میرے ساتھ ہوا جو target killings ہوئیں، میں سارے بلوچ عوام، آج کل تو مجھے یہ چار دن ہوتے ہیں کہ میرے اس طرف سے پانیزئی ایک دوست آئے تھے یہاں اُنکی طرف بھی kidnapping شروع ہوئی ہے، اچھا یہ kidnapping کرتا کون ہے؟ یہ لوگ ہمارے لوگوں سے کرواتے ہیں اُنکو کارڈ دیتے ہیں اُنکو ایک پستل کا لائسنس دیتے ہیں۔ اُنکو ایک Honda 125 motorcycle دیتے ہیں، وہ انگو ابھی کرتے ہیں، اچھا وہ لوگ کہتے ہیں کہ تم اُس کو مارو، یہ جو target killers ہیں یہ اُن کی خاطر ایک مارتے ہیں، اپنی خاطر پانچ لوگ مارتے ہیں۔ اُن کی خاطر ایک گاڑی چوری کرتے ہیں، اپنے خاطر پانچ گاڑی چوری کرتے ہیں۔ تو آج اس معزز ایوان کے توسط سے میں اُن collaborators کو، اُن چغلی خوروں کو میں تمہیں کہتا ہوں کہ مت کرو، کسی کی بات پر مت جاؤ، کیونکہ جو حرکتیں ہو رہی ہیں اس federation کو یہ لوگ نقصان پہنچا رہے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ 74 سال سے کتنے آئین بنے، constitutional provision order اور 73 کا آئین، 58 کا آئین، پتہ نہیں کتنے آئین آئے۔ اور آج تک کوئی حکمران، کوئی بھی جو اسلام آباد میں بڑی بڑی کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ آج بھی وہ اٹھارہویں ترمیم کے خلاف بات کرتا ہے عمران خان، آج بھی جو National Finance Commission کا فارمولہ ہے ہم نے evolve کیا تھا seventh NFC Award جو آیا تھا آج اُس کو بھی گڑ بڑ کرنا چاہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں this is constitutional disobedience یہ نہیں ہونا چاہیے۔ آخر اس federation کو چلانے کے لیے جب تک آپ یہاں جو بسنے والی قومیں ہیں، جب تک آپ ان کو اعتماد میں نہیں لیں گے، جب تک آپ انکے حقوق کا تحفظ نہیں کریں گے، جب آپ اُنکو یہ احساس دیں گے تم بھی federation کا حصہ ہو تو معاملات ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ سمجھیں گے کہ یہ غدار ہے وہ غدار ہے، تو مہربانی کریں یہ ٹھہرے آپ اپنے

پاس رکھیں سب کو ٹھہرا لگا کر آپ غدار نہیں بنا سکتے۔ we are for the federation ہم کہتے ہیں کہ یہ federation ہے، اس federation میں قوموں کو حقوق ملیں، تب یہ federation جا کر ایک بہتر شکل اختیار کر سکتی ہے۔ target killing سے میں بھی متاثر ہوں جناب، 1987ء میں سبی کے قریب بولان وئیر ریست ہاؤس کے قریب ہمیں ambush کیا گیا اور ہمیں نشانہ بنایا گیا۔ جناب اسپیکر! جب فائرنگ بند ہوئی اور اُس کے بعد میں اُٹھا اور میں نے کہا کہ اگر کسی نے گولی چلانی ہے تو میں اُٹھ گیا، میرے ساتھی شہید ہو گئے میں اُٹھا میں نے کہا کہ مجھے بھی کوئی گولی مارے میں بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مر جاؤں لیکن وہ گولی چلانے والے بھاگ گئے تھے اور میں دیکھا کہ ملیشیا کا ایک سپاہی۔ وہاں ایک crusher ہے Bolanware Rest House کے قریب، اُس وقت ہم اُسے ملیشیا کہتے تھے، آج کل ہم FC کہتے ہیں۔ میں نے خود دیکھا وہ سپاہی کوئی 400 گز پر کھڑا تھا میں اُس کو دیکھ سکتا تھا زخمی حالت میں، اُس نے بھی مجھے دیکھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی تین دن گھات لگا کر بیٹھے اور ملیشیا کا crush plant ہے Bolanware Rest House کے قریب اور اُنکو پتہ نہ لگے۔ جناب target killing کا یہ بھی ایک بھیانک واقعہ ہے۔ دوسری بات، ایک دن ہمارے رئیسانی اور بگٹی ہماری پیشیاں ہوتی تھیں، ایک بد قسمت، افسوسناک واقعہ ہوا تھا۔ اچھا جب بھی ہمارے لوگ پیشی میں جائیں ایڈھی ایسبولینس تین، چار لاشیں لے آئے۔ پولیس والے کا فون آئے کہ اس کی جیب میں شناختی کارڈ ہے یار محمد رئیسانی نام لکھا ہوا ہے۔ پھر اُس کے بعد ایک دن امان اللہ کنرانی، جو اُس وقت جمہوری وطن پارٹی کے انفارمیشن سیکرٹری تھے۔ اُن کے ذریعے تحصیلدار غلام رسول پیغام لے کر آئے میرے پاس، نواب اکبر خان بگٹی مرحوم کا پیغام لے کر آئے کہ جاؤ رئیسانی کے نواب سے پوچھو کہ ہمارے لوگوں کو کون مار رہا ہے؟ جس طرح نواب صاحب مرحوم کا پیغام آیا تو ہم بھی اسی وسوسے میں تھے کہ ہمارے لوگوں کو کون مار رہا ہے۔ اچھا جب بھی ہم پیشی میں جاتے ہمارے تین چار لاشیں آتیں، اس دوران کوئی چالیس، پینتالیس، ایک مہینہ، دو مہینے لگے، آخر میرے اور نواب بگٹی مرحوم کے درمیان یہ طے پایا کہ ہمارے لوگ آج کے بعد پیشی میں نہیں جائیں گے اور جو بھی عدالت نے کرنا ہے کرے، اُس کے بعد target Killing سے ہم بچ گئے۔ اور آج بھی target Killers کرواتے وہ اور کرواتے ہمارے لوگوں کے ہاتھوں سے۔ اس کا تدارک نہ میں کر سکتا ہوں نہ جام کمال کر سکتا ہے نہ ضیاء کر سکتا ہے، اس کا تدارک ہم سب ایک معاشرے کی حیثیت سے ایک قوم کی حیثیت سے یہاں بسنے والے لوگوں کے مفاد میں target killing کو ہم ہی بند کر سکتے ہیں اور ان کا محاسبہ ہم نے کرنا ہے۔ اور اگر یہ target killers کو ہم نے آزاد چھوڑا یہ

کسی عزت دار آدمی کو بھی نہیں چھوڑیں گے، گناہ گار میں ہوں، غلطیاں مجھ سے سرزد ہوئی ہیں۔ یہ سرکار جب امیر الملک مینگل گورنر تھے اور جنرل عبدالقادر کو کمانڈر تھے، میرے گاؤں کو یہ 2001 کی 16 جنوری تھی یا exactly مجھے پتہ نہیں ہے میرے گاؤں کو bulldoze کیا انہوں نے، گناہ گار میں ہوں میرے گاؤں کے درو دیوار نے کیا گناہ کیا ہے؟ اور وہ تقریباً بیس، پچیس سال سے سرکار کے قبضے میں تھا۔ تو جناب! یہ ساری باتیں میں نے آپ کی خدمت میں بتائیں، اس میں اس معزز ایوان کو، اس معزز ایوان سے باہر political workers کو political leadership کو سوچنا چاہیے کہ، مطلب یہ تو میں نے مثال دی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جو میرے ساتھ ہوا وہ مجھ سے ہمدردی کریں، نہیں ہمیں ہمدردی ہر اس شخص سے ہے جو اس ریاست کی agencies کے ہاتھوں بے عزت ہوئے ہیں، اُن کی قتل و غارت گری ہوئی ہے، اُن کو اغوا کیا ہے، آج بھی ہمارے بہت سے لوگ گم ہیں، بارہ بارہ، تیرہ تیرہ سال سے۔ ایک رییسائی کا قصہ سناتا ہوں کہ اُس کو اٹھالیا گیا، وہ کہتا ہے جب مجھے لے گئے تو پہلے مجھ سے کہا کہ کپڑے اُتارو، میں نے کپڑے اُتارے، اُس کے بعد electric eraser کی آواز آئی، انہوں نے shave کی، پھر مجھے ایک کھولی میں مجھے گھسایا، کہتا ہے میری آنکھیں بندھی ہوئی تھیں وہاں جب گیا تو وہاں بہت لوگ تھے، پسینے کی بو تھی، گرم، humid اور ایسا stinky، تو بعد میں جب اُس کو چھوڑ دیا تو یہ رییسائی بھی آج بھرتی ہے اُن کے target killers میں، لوگوں کو لے جا کر یہ لوگ balckmail کرتے ہیں اور اس طرح کرتے ہیں۔ بہت سی چیزیں اس قسم کی ہیں کہ ہمیں اس معاشرے کو ابتری کی طرف جانے سے ہم نے روکنا ہے۔ جام کمال کی خدمت میں ہم نے کل گزارش کی تھی وہ آئیں تو اتنے لاپرواہ ہیں وہ نہیں آتے۔ یہ آپ سب دیکھ لیں۔ جناب! آج جب میں اپنے گاؤں کا نک جاتا ہوں، اکثر میں جاتا ہوں تو وہاں FC کی چیک پوسٹ ہے کا نک کر اس پر مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کا نام، میں کہتا ہوں اسلم رییسائی، آپ کہاں جا رہے ہیں، میں نے کہا میں اپنے گاؤں جا رہا ہوں، میں تو محسوس کرتا ہوں کہ مجھے اللہ نے ایک منصب دیا ہے، پھر آپ بھائیوں نے اسی معزز ایوان نے مجھے چیف منسٹر بنایا تھا، آخر کوئی تو میری حیثیت ہو پچاننے سے مجھے انکار کیا کیوں کہ اُستاد نے کہا کہ آپ یہاں سے نہیں جا سکتے، اُستاد کون ہے، صوبیدار میجر، ایک صوبیدار میجر آتا ہے مجھے منع کرتا کہ تم یہاں سے نہیں جا سکتے، یہ غور طلب باتیں ہیں، ان ساری باتوں سے انسان ناراض ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے اگر کوئی ناراض نہ ہو تو اس کا مطلب ہے وہ یہاں سے خالی ہوگا۔ کیوں کروا رہے ہو؟۔ آیا اُنکے خیال میں ہے کہ یہ جبر و استحصال کا بازار گرم کر کے ہم سب کو دبائیں گے، نہیں یہ ممکن نہیں ہے۔ یہ تو اگر آپ دنیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں جناب اسپیکر! ہم پرانی تاریخ

سلطنت عثمانی کی بات نہیں کریں گے، ہم Roman Empire کی بات نہیں کریں گے، ہم ابھی کی بات کریں گے۔ یہ باسوویت یونین اور افغانستان میں آئی کیا وہ ٹک سکا، نہیں! یہ بلا امریکہ، ویت نام میں گیا، کیا وہ ٹک سکا؟ نہیں۔ ابھی 9/11 کے بعد ساری امریکہ کی might، نیٹو اور یہ وہ، ساری اسلامی دنیا گھسی ہوئی تھی افغانستان کے اندر، آج امریکہ شکست کھا کر وہاں سے بھاگ گیا ہے۔ تو یہ معاملات اس قسم کے ہیں جو انسانی معاملات ہوتے ہیں، جو انسان کے احساسات، جذبات وہ جبر و استبداد اور بندوق کے ذریعے حل نہیں ہو سکتے۔ اب یہاں بلوچستان میں internal security پر پچاس، ساٹھ ارب روپے سالانہ کا خرچہ آتا ہے۔ اور ہر سال یہ %7.62 سے یہ بڑھ رہا ہے۔ یعنی اگلے بجٹ میں 100 ارب تک پہنچ جائے گا۔ ہم برداشت کر سکتے ہیں، یا کوئی بھی مجھے بتائے کہ کب تک ہم internal security پر پچاس ساٹھ، نوے ارب خرچ کریں گے؟ کہاں سے لائیں گے؟ اگر کوئی سوچتا ہے کہ یہ پیسے آئیں گے اور ہم خرچہ کرتے جائیں گے، ہم ڈیم بنائیں گے، یہ بنائیں گے، جناب میرے خیال میں بہت دیر تک نہ پاکستانی معیشت برداشت کر سکتی ہے نہ law enforcement agencies پسند کریں گی کہ war-zone میں اپنے بچوں کو بھیجیں، یعنی ہم سب کو صرف آپ کو نہیں، حزب اختلاف، حزب اقتدار، اس ایوان سے باہر بیٹھے ہمارے مفکر، ہمارے دانشور، ہمارے سیاستدان ان سب کو اس پر غور کرنا چاہیے۔ جناب! اس ریاست پاکستان کے بننے سے پہلے جو 23 مارچ 1940 میں جب لاہور میں نشتر پارک میں، اُس میں آل انڈیا مسلم لیگ کا کنونشن منعقد ہوا تھا۔ اُس میں جناب اسپیکر! ایک قرارداد adopt کی گئی تھی، اس کو 1940ء کی قرارداد کہتے ہیں اور یہاں دفتر اور اسکولوں میں اس قرارداد کا بڑا جشن مناتے ہیں۔ اچھا! میں نے کسی سے کہا کہ اس کو پاکستان کے آئین کا حصہ ہونا چاہیے، وہ کہتا ہے نہیں preamble پاکستان کے آئین کا preamble ہے یہ۔ preamble نہ کھانے کا ہے نہ پھینکنے کا ہے، وہ تو کسی کام کا نہیں ہے۔ اب 1940ء کی قرارداد میرے باپ کی صدارت میں پاس نہیں ہوئی۔ یہ خان عبدالغفار خان کی صدارت میں پاس نہیں ہوئی، یہ میر غوث بخش بزنجو، سردار عطاء اللہ مینگل یا نواب خیر بخش مری کی صدارت میں پاس نہیں ہوئی، یہ تو محمد علی جناح کی صدارت میں 1940ء کی قرارداد آل انڈیا مسلم لیگ نے پاس کی، اچھا ویسے تو ہم محمد علی جناح کے اقوال زرین ہم ہر دفتر میں دیکھتے ہیں، پاکستان کے currency bills پر محمد علی جناح کی تصویر ہے، لیکن محمد علی جناح اور مسلم لیگ جو کہتے ہیں کہ اس ریاست کا بانی مسلم لیگ ہے، کیا یہ سہروردی، عبدالرب نشتر، محمد علی جناح سب اکٹھے تھے اور انہوں نے adopt کی یہ resolution کیا آج اُس 1940 کی قرارداد کی کوئی حیثیت نہیں، اگر

1940ء کی قرارداد کی کوئی حیثیت نہیں، یہ ایک اہم دستاویز کی میں بات کر رہا ہوں۔ دوسری دستاویز جناب اسپیکر! خان احمد یار خان اور محمد علی جناح کے درمیان میں ایک standstill agreement ہوا تھا جس میں محمد علی جناح نے ہمارے خان احمد یار خان مرحوم کی sovereignty کو تسلیم کیا ہے۔ اُس document پر محمد علی جناح اور خان صاحب کے دستخطیں ہیں۔ ہم بات کرتے ہیں time-barred ہو گیا ہے، جس طرح؟ یعنی political documents کبھی time-barred نہیں ہوتا۔ یہ کوئی جائیداد کا تنازعہ نہیں ہے یا کوئی اسکول یا کوئی یونیورسٹی کا داخلہ نہیں ہے کہ میں نے late فیس جمع کرائی ہے یا time-barred ہو گیا۔ نہیں! یہ دو political documents آج بھی میں کہتا ہوں کہ We have to save this federation اس فیڈریشن کو ہم نے بچانا ہے۔ یہ 1973 کا آئین کوئی حرف آخر نہیں ہے اگر کوئی کہتا ہے کہ جی 73ء کے آئین کی بات مت کرو، فلاں خان ناراض ہو جائے گا۔ ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ ناراض ہو۔ یہ بتاؤں کہ اگر اس فیڈریشن کو کچھ ہوتا ہے تو اس طرح ہم یہاں بیٹھ کر یکسرے و میرے آپ اور یہ سب بیٹھ کے اس طرح ہمیں نہیں سُن رہے ہونگے۔ یا اتنا فساد ہوگا کہ آپ کے تصور سے بھی زیادہ، آج پاکستان کی فوج کے پاس کتنی بندوق ہیں؟ 10 لاکھ، 20 لاکھ؟ لیکن یہ جو اتنی بڑی جنگ افغانستان کی سرزمین پر لڑی گئی یعنی آپ سب اندازہ لگائیں کتنا اسلحہ یہاں آیا، 2 کروڑ، 3 کروڑ، 4 کروڑ کلاشنکوف تو ہونگے اگر یہ لوگ بگڑ جائیں اور روٹ جائیں تو انکو کون روکے گا؟ میں روکوں گا آپ روکوں گے؟ میرے خیال میں اس خانہ جنگی کو روکنے والا کوئی بھی نہیں ہوگا، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اس فیڈریشن میں قوموں کو تسلیم کرنا چاہیے۔ دو documents کا ابھی میں نہ کہا ایک 1940ء کی قرارداد اور دوسرا میں نے خان احمد یار خان اور محمد علی جناح کا جو standstill agreement ہوا تھا یہ دو اہم documents ہیں۔ میری نظر میں کوئی time-barred نہیں ہوا۔ نہ وہ مسلم لیگ کا adopt کیا ہے resolution، نہ یہ agreement standsstill دونوں time-barred نہیں ہوئے۔ لیکن آج بھی دونوں دستاویز ہیں۔ چلیں ٹھیک ہے اگر یہ time-barred ہوا۔ آپ ایک constitutional structure اگر دینا چاہتے ہیں۔ میری نظر میں یہ ہے کہ فیڈریشن کے پاس تین functions ہوں گے۔ monetary system یعنی currency, defence اور foreign affairs۔ ایک اور اہم بات کہ The majority will rule یہ majority کا مطلب نہیں ہے کہ یعنی قومی اسمبلی میں جس قومی وحدت سے زیادہ MNAs منتخب ہونگے وہ rule کریں گے۔ نہیں۔ The Majority یعنی

It will be equal to the Federating Unit of Balochistan majority will اور Majority of Punjab, Pakhtoonkhawa and Sindh. do. جس طرح آپ Senate کے الیکشن کرواتے ہیں۔ تو میری نظر میں اگر میں PSDP اور کورونا کا رونا اس میں آج میں کتنے دنوں سے سوچ رہا تھا کہ مجھے موقع ملا، ہم ایوان میں بات کریں گے۔ حالت ہماری یہ ہے کہ پرویز مشرف نے قاضی عدالتوں کو ختم کیا۔ پرویز مشرف نے لیویز فورس کو ختم کیا۔ پرویز مشرف نے دانیال عزیز پتہ نہیں کہاں سے آیا تھا دانیال عزیز نام کا ایک بندہ تھا انہوں نے DCOs اور PPO اور پتہ نہیں کیا کیا کیا۔ میں نے پرویز مشرف کے سارے باقیات کو میں نے ختم کر کے رکھ دیا۔ پرویز مشرف کیونکہ ایک غاصب حکمران تھا۔ وہ کوئٹہ آیا۔ میں نے منع کیا میں نے ناصر محمود سے کہا کہ ابھی اس کو منع کرو کوئٹہ نہیں آئے۔ وہ پھر بھی بھند تھا ”میں کوئٹہ آؤں گا“ جب وہ آیا میں نے اُسکو receive نہیں کیا۔ لیکن پیپلز پارٹی کے جو میرے Cabinet Members تھے وہ پانچ گئے اُسکو انہوں نے receive کیا۔ انہوں نے lunch بھی کیا۔ یعنی میں حیران ہوا کہ پیپلز پارٹی جو جمہوریت کی بات کرتی ہے اور ایک ڈکٹیٹر کے ساتھ انہوں نے lunch بھی کیا۔ اور اُسکو ایئر پورٹ پر receive بھی کیا۔ تو سارے ایسے معاملات ہیں کہ چھوٹی چھوٹی مجبوریاں، آپ کے سیاسی عمل میں ایک مثبت تبدیلی بھی لاسکتی ہیں۔ اور بد تبدیلی بھی لاسکتی ہیں۔

جناب اسپیکر: نواب صاحب! بجٹ پر آجائیں۔

نواب محمد اسلم خان رئیسانی: جناب! یہ سب بجٹ کا حصہ ہے۔ اور مطلب جب آپ کا نظام ٹھیک نہیں ہے تو 73 سالوں میں کتنے بجٹ آئے ہیں۔ یہاں liking اور disliking کی بنیاد پر آپ نے اٹھا کے، اچھا! آج اسلام آباد میں کیا ہو رہا ہے؟ اسلام آباد میں تو یہی رونا ہے کہ system کو ٹھیک کرو۔ اور میری نظر میں جب تک پاکستان میں قومی وحدتوں کو زیادہ اختیارات نہیں ملتے یہ معاملات اسی طرح ہی چلتے رہیں گے۔ ہم نے جناب! ہمارے بہت سے دوست ایوان کی اُس طرف بیٹھے ہوئے ہیں، ہم سب ایک حکومت کا حصہ تھے جناب! ہم نے اپنے گوادر کو، میرا ایک نظریہ تھا کہ گوادر کو میں ایک Winter Capital Declare کروں۔ یعنی کوئٹہ بلوچستان کا ایک Capital ہے اور sister Capital گوادر ہوگا تاکہ مجھے خدشات تھے کہ یہ ایک دن گوادر کو قبضہ کریں گے اور یہی ہوا۔

جناب اسپیکر: کس نے؟

نواب محمد اسلم خان رئیسانی: میرے بعد جو حکومتیں بنیں، انہوں نے ایک دن بھی گوارا نہیں کیا کہ اُس

دفتر یا چیف منسٹر سیکرٹریٹ میں نے بنایا تھا ایک دن بھی وہ اُس میں جا کے نہیں بیٹھے، اور آج گوادرم سب سے پھسل کے جا رہا ہے کسی اور کے ہاتھ میں جا رہا ہے۔ ہم نے Port Sea Gwadar Authority ہم نے ہمارے ساتھیوں کو، احسان شاہ کو یاد ہوگا دوسرے ساتھی ہم نے Port Sea Authority سے لڑ جھگڑ کے ہم نے اُس contract کو ختم کروایا۔ Gwadar Port کے Masterplan میں Navy نے زمین قبضہ کی تھی۔ NLC نے زمین قبضہ کی تھی۔ دوسرا یہ جو عقیل ڈیڈی ہے اُس نے زمین قبضہ کی تھی۔ وہ زمین ہم نے چھڑوائی۔ ہم نے کہا کہ ہم آپ کو اور جگہ، ہم نے اُنکو زمین دی۔ جناب! اگر ہم بیٹھیں ایک دوسرے کے ساتھ ہم ایک دوسرے کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ہم وہاں اُنکو بھی سمجھیں۔ آج میں سمجھتا ہوں کہ یہ ملک، اس ملک میں خانہ جنگی ہو رہی ہے۔ اب بلوچستان میں دیکھیں آئے دن ہم دیکھتے ہیں ایک دو وارداتیں، تین وارداتیں daily ہوتی ہیں۔ ہم پشین کی طرف دیکھتے ہیں وہاں بھی یہ ہو رہا ہے۔ سندھ میں دیکھیں کوئی تین دن پہلے کوئی مسخ شدہ تین چار لاشیں ملی ہیں۔ سندھ میں بھی rangers پر حملہ ہو رہا ہے۔ تو یہ خانہ جنگی نہیں اور کیا ہے جناب! اور سب جانتے ہیں جو اسلام آباد میں بیٹھے ہیں جو یہاں بیٹھے ہیں سب جانتے ہیں کہ ان مسائل کا حل بات چیت کے بغیر نہیں ہوگا، نہیں ہو سکتا۔ اور بات چیت بھی یہ کہ نہ کسی کی بالادستی والی بات چیت نہیں ہوگی۔ برابری کی بنیاد پر آپ بیٹھیں آپ بات سنیں اس ملک کو آپ نے ٹھیک کرنا ہے۔ آپ اس ملک کو ٹھیک کریں۔ نہ آپ 1940ء کی قرارداد کو آپ مانتے ہیں نہ خان احمد یا رخاں مرحوم کا جو محمد علی جناح کے ساتھ جو agreement ہوا تھا نہ آپ اُس کو مانتے ہیں، تو ہٹا دیں یہ تصویریں، محمد علی جناح بیچارے کو کیوں اتنی آپ نے اُس کی تصویریں رکھی ہیں۔ اور اگر محمد علی جناح آپ کو اتنا پیارا ہے تو محمد علی جناح کے دستخطوں پر عملدرآمد ہونا چاہیے۔ پاکستان کو ایک نیا معاہدہ کی ضرورت ہے۔ اور جناب اسپیکر! یہ جو میں کہتا ہوں کہ تین functions Federal Government کے پاس ہوں۔ آج میں اکیلا یہ بات کرتا ہوں میرے خیال یہ بات پاکستان میں کوئی بھی نہیں کر رہا ہے۔ میں اکیلا کرتا ہوں اور کرتا جاؤں گا جب تک۔۔۔ (مداخلت) آپ ہمارے ساتھ ہیں آپ کا مشکور ہوں۔ کیونکہ ہم یعنی یہ جو میں نے کہا کہ فیڈریشن کے پاس کم اختیارات اور قومی وحدتوں کے پاس زیادہ اختیارات تو جناب! اس میں اس فیڈریشن کو زیادہ مضبوط بنانا، اس فیڈریشن میں جو قومیں بستی ہیں اُنکو ایک sense of participation کی مطلب اس ریاست میں ہمارا حصہ ہے اور اگر جو روش چل رہی ہے، اس پر میرے خیال میں کوئی بھی خوش نہیں ہے۔ جناب! میں چاہتا ہوں قاضی عدالت۔ میں وہاں سے ایک ڈگری لیکر آتا ہوں انگریزی عدالت اُس کو توڑ دیتی ہے یہ کیا ہے؟۔ اللہ کا قانون سب سے

بڑا ہے۔ یہاں قاضی عدالت سے مجلس شوریٰ سے بہت سے فیصلے آپ پوچھیں اپنے وکلاء سے، بہت سے فیصلے آئے ہیں لیکن یہاں civil court میں اُس کو criticize کرتے ہیں تاکہ قانون سے بڑا کوئی۔ Sharihat is Supreme Law، وہ جو مشرف نے 6 قاضی عدالتیں ختم کی تھیں، میں نے سب بحال کئے۔ اور ابھی میں چاہتا ہوں کہ شرعی عدالتیں ہوں، عوام کو انصاف ملے اور اگر کوئی کہتا ہے کہ یہ قانون کچھ سخت ہے جو بھی اللہ کا قانون ہے ہمیں قبول ہے۔ جناب اسپیکر! پانی کا مسئلہ اکبر جان نے پانی کا مسئلہ کہا کہ جناب! آپ ایک تو بہتر Town Planning پانی کا بہتر استعمال water recycling اب اُس وقت ہم نے ACS, P & D بیٹھے ہوئے ہیں اُس وقت ہم نے کوئٹہ میں دو recycling plants ہم نے بنائے تھے۔ لیکن وہ ایسے ہی وہ پڑے ہوئے ہیں کوئی اُنکو استعمال نہیں کرتا۔ ہم صرف کوشش کرتے ہیں کہ اپنے حلقوں میں کوئی نالی وغیرہ، اچھا ایک دن میں نے WhatsApp پر کہ 50 کروڑ کے ٹف ٹائل لگائے ہیں، میرا ظہور صاحب! آپ دیکھیں 50 کروڑ کے ٹف ٹائل لگائے ہیں کہاں لگائے ہیں میرا سرگنجا ہے یہاں آپ کو ایک ٹائل بھی نظر نہیں آئے گا۔ ان چار معاملات کو تو ایک فرد آپ یا جام کمال، پاکستان کے عوام اس federation of Pakistan کے عوام، یہاں کے دانشور ہم سب بیٹھے ہوئے ہیں ان معاملات کو ہم ٹھیک کریں۔ BNP کے ساتھ جو 6 نکاتی معاہدہ ہوا تھا آخری دن تک پرویز خٹک اور اسد عمر وغیرہ وہ سردار اختر جان کے ساتھ جھوٹ بولتے رہے ہیں اور میں خوش ہوں کہ انہوں نے اتحاد کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ یعنی اپنے آپ کو متنازعہ بنانے سے بہتر تھا کہ اپنا وہ اتحاد آپ نے چھوڑ دیا۔ بہت سے معاملات اسی طرح ہوتے ہیں کہ آخر کسی دن آپ dissolution ہو کے کہتے ہیں کہ بس بھائی کر دو معاملہ آپ سے گزر گیا اب۔ اور میں ابھی بھی یہ جو بجٹ ہے اس کو میں کہوں گا بہترین بیکار بجٹ یعنی صرف بیکار بجٹ ہوتا ہے یہ بہترین بیکار ہے۔ فارسی کے ایک شعر سے میں، میں کوئی تقریر والا نہیں میں گپ شپ لگاتا ہوں۔ لیکن فارسی کا آخر میں ایک شعر سناؤں گا جناب اسپیکر! اس میں اپنا فلسفہ ہے۔ یہ عبدالحق ہزارہ ترجمہ کر کے بتائیں گے۔۔۔ (فارسی شعر)

جناب اسپیکر: شکر یہ نواب صاحب۔ احسان شاہ ترجمہ کر سکتے ہیں یا خالق ہزارہ صاحب؟

نواب محمد اسلم خان ریسانی: جناب! اس کا ترجمہ میں خود کرتا ہوں۔ یعنی ایک بھیڑیا جو مجھے دودھ پلاتا ہے وہ میری بکری ہے۔ اور وہ بکری جو ہر دن مجھے اپنے سینگ کے ساتھ مارتا ہے وہ میرا ریش ہے یعنی وہ میرا درد ہے۔

جناب اسپیکر: جی احسان شاہ صاحب۔

سید احسان شاہ: اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ شکر یہ جناب اسپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اظہار خیال کا موقع دیا۔ جناب والا! ہم بجٹ کے اُس مراحل میں داخل ہیں جہاں بجٹ بنایا جاتا ہے۔ اُس کو ایوان میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور ایوان کے اندر اس پر بجٹ کی جاتی ہے۔ اور بجٹ کے دوران تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔ اور ہر ممبر اپنے خیالات کے مطابق تجاویز دیتا ہے۔ اور وہ ایوان سننے کے بعد اُن میں جو قابل عمل تجاویز ہوتی ہیں اُن پر عملدرآمد کی کوشش کرتے ہیں۔ جناب اسپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ موجودہ بجٹ کو study کرنے کے ساتھ جب بھی ہم اس کے تجزیہ کے لیے بیٹھیں تو ہمیں وہ حالات اپنے ذہن میں لانے ہونگے جن حالات میں اور جس مشکل میں یہ بجٹ بنایا گیا ہے۔ تب ہی ہم اس بجٹ documents کے ساتھ، بجٹ بنانے والے کے ساتھ، اور حالات کے ساتھ تب ہی ہم انصاف کر سکیں گے۔ مثال کے طور پر جناب والا! ہمیں بخوبی علم ہے کہ کورونا جو عالمی وبا ہے اس کی وجہ سے جو عالمی معیشت دباؤ کا شکار ہے۔ نہ صرف ہماری معیشت جو پہلے سے کمزور اور ناتواں تھی بلکہ دُنیا کے وہ ممالک جن کی معیشت بہت مضبوط اور توانا تھی وہ اس کورونا کی وبا کی وجہ سے دباؤ کا شکار ہے۔ ہمارے ملک کی معیشت جو کوئی ایسا ادارہ نہیں ہے IMF، World bank، Asian Development Bank ہو کوئی ادارہ ایسا نہیں ہے جو کہ ہماری معیشت کو اُس نے جکڑا نہ ہو۔ پھر اُس پر غضب کے بلوچستان کی معیشت جس کی معیشت پہلے سے ہی بہت ہی کمزور اور ناتواں، میرے خیال میں بجٹ بنانے والوں کے پاس جام صاحب اور اُن کی ٹیم کے پاس دو ہی راستے تھے۔ یا تو اس بجٹ کو روایتی طور پر تنخواہوں کی مد میں کچھ پیسے رکھتے اور اُس کے ساتھ MPAs کی اسکیمیں یا ہر district میں development کے لیے تھوڑی بہت اسکیمیں رکھتے اور روایتی انداز میں یہ بجٹ پاس ہو جاتا۔ لیکن میں داد دیتا ہوں جام صاحب اور اُن کی ٹیم کو کہ اس مجبوری اور حالات کے یکسر خلاف تھے معاشی طور پر اس کے باوجود اُنہوں نے بجٹ میں کوشش کی ہے کہ نئے initiative لیں۔ نئی چیزیں اُنہوں نے متعارف کروائیں۔ اور ایک متوازن بہتر بجٹ پیش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جناب والا! میں فنانس سیکرٹری نورالحق صاحب، لعل جان جعفر صاحب اور اُن کی ٹیم کے دیگر ممبران کو بھی مبارکباد دیتا ہوں کہ اُنہوں نے ان مشکل حالات میں دن رات کام کیا اور ایک بجٹ ہمارے سامنے پیش ہوا۔ اسی طرح سے ترقیاتی ٹیم کے manager جس نے manage کیا سارا system عبدالرحمن بزدار صاحب، عارف بلوچ صاحب، نصیر صاحب اور جتنے بھی آفیسران نے اُن کے ساتھ کام کیا ہے، development کے حوالے سے۔ اُن کو بھی میں مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اُنہوں نے ایک اچھا اور متوازن بجٹ پیش کیا۔ اب جناب اسپیکر!

میں کوشش کرتا ہوں کہ figures کی جانب آجاؤں۔ اور تجاویز sector wise جو میں نے یا میری جماعت بلوچستان نیشنل پارٹی (عوامی) نے جو بہتر تجاویز سمجھیں وہ میں ایوان کی خدمت میں انکے گوش گزار کروں گا۔ جناب والا! موجودہ رواں اخراجات حکومت کے یہ تقریباً کوئی 309 ارب روپے current account ہے۔ اسی طرح سے جناب والا! اگر ہم development side کو دیکھ لیں تو اُس کے تین components تھے۔ ایک صوبے کے اپنے وسائل سے جو مختلف ذرائع سے آمدن جو آ کے جمع ہوتی ہے۔ اُس میں 106 ارب روپے صوبے کا اپنا development fund ہے۔ اُس کے ساتھ 12 ارب foreign assistants کی جتنی اسکیمیں صوبے کے اندر چل رہی ہیں، وہ ہیں۔ اور جناب! کوئی 38 ارب روپے federal PSDP میں بلوچستان کا share ہے۔ تو یہ سارے اگر ہم ملا کر دیکھیں تو یہ ٹوٹل بنتے ہیں 156.496 total development size ہے۔ اور ہمارے نو جوان ہونہار منسٹر ظہور بلیدی صاحب نے budget speech میں اپنے شاید ایک component کا ذکر نہیں کیا۔ میں سمجھنے سے قاصر ہوں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں چونکہ federal PSDP فیڈرل گورنمنٹ کے accounts سے اُس کے اخراجات ہوتے ہیں، شاید اس لیے وہ ہم صوبائی بجٹ میں development کا size ٹوٹل کم بتایا گیا فیڈرل گورنمنٹ کی وجہ سے۔ اور جناب والا! اس میں 19 ارب روپے receipts میں وہ دکھائے گئے ہیں جو کہ ہمیں PPL کا لیز ختم ہو گیا ہے۔ پی پی ایل کے لیز کی جو نیا lease agreement ہوگا اُس کے سلسلے میں پی پی ایل کے 19 ارب روپے، وہ دکھائے گئے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ظہور بلیدی صاحب اور جام صاحب negotiation کر کے اس مالی سال کے دوران وہ پیسہ لانے میں کامیاب ہوں گے۔ اگر وہ پیسے نہیں آئے 87 ارب میں پھر 19 ارب کا اضافہ ہوگا۔ اور جناب والا! districts کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو لوکل گورنمنٹ سسٹم پورے پاکستان میں موجود نہیں ہے۔ بجائے کہ ہمارا صوبہ باقی تین صوبوں میں بھی نہیں ہے۔ آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان میں بھی نہیں ہے۔ لیکن اُن کی جگہ پر سرکاری آفیسران کو یہ اختیارات دیے گئے ہیں کہ لوکل گورنمنٹ سسٹم کو چلا رہے ہیں۔ میں داد دیتا ہوں ظہور بلیدی صاحب کو اور جام صاحب کو کہ اُن کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ لوکل گورنمنٹ، مرکزی، صوبائی اور لوکل گورنمنٹ جو ہماری تیسری ٹائر ہے گورنمنٹ کی اُس کے لیے 5 ارب روپے رکھے گئے ہیں، تو یہ بڑی خوش آئند بات ہے۔ جناب اسپیکر! اب میں sector wise کچھ چیزوں پر تجاویز دینے کی اور گورنمنٹ نے جو اُن میں کامیابیاں حاصل کی ہیں گورنمنٹ نے، میں اُن کامیابیوں کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ مثال کے طور پر جناب والا! ہم اگر تعلیم کو لے لیں، مجموعی طور پر جو

رواں مالی سال ہے 2019-20ء کا۔ اس میں 62 ارب روپے رکھے گئے تھے لیکن revised بجٹ جو آیا ہے اُس میں expenditure کوئی 58 ارب روپے کا ہے۔ اور نئے مالی سال کے لیے 70 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ تو یہ اگر revise کے ساتھ اس کا موازنہ کر کے دیکھیں تو revise اور 70 ارب روپے میں کوئی 12 ارب روپے کا اضافہ ہے۔ تو یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ education sector میں حکومت نے 12 ارب روپے کے اضافے کے ساتھ نئے مالی سال کا انشاء اللہ آغاز کریں گے۔ اور اس میں جناب والا! ایک خامی جو مجھے نظر آ رہی ہے پچھلی حکومتوں میں بہت زیادہ تھی۔ اس حکومت میں قدرے کم ہے۔ لیکن مکمل طور پر ہماری حکومت اس کو بند کرنے میں ابھی تک کوشش ہو رہی ہے لیکن ناکام رہے ہیں۔ وہ کیا ہے کلسٹر بجٹ، یہ کلسٹر بجٹ کے حوالے سے یہ ایک اچھا idea ہے لیکن اس idea کو غلط استعمال کیا جا رہا ہے۔ میں نے اپنے district میں دیکھا ہے کہ وہ اسکول جو بند ہیں law and order کے حوالے سے یا کسی اور وجہ سے، فنانس منسٹر صاحب کے اپنے حلقے میں بھی ایسے اسکول ہیں جو بند ہیں۔ میرے حلقے میں قدرے کم ہیں لیکن باقی دوستوں کے حلقوں میں بہت ساری جگہوں پر اسکولیں بند ہیں لیکن اُس کے باوجود کلسٹر کے نام پر پیسے نکالے جاتے ہیں۔ اور اگر میں صحیح الفاظ استعمال کروں تو پیسے غنم کیے جاتے ہیں۔ کلسٹر کے نام پر۔ تجویز میری یہ ہوگی کہ ہر MPA اپنے حلقے میں وہ چاہے اپوزیشن کا ہو یا گورنمنٹ کے اتحادی ہوں اپنے حلقے میں کلسٹر بجٹ کے حوالے سے supervision رکھیں اور میں، اگر وزیر تعلیم چونکہ موجود نہیں ہیں باقی وزراء موجود ہیں اُن کی خدمت میں گزارش کروں کہ اگر یہ incorporate کر سکتے ہیں تو MPA کا ایک certificate ہونا ضروری ہو کہ واقعی وہ بجٹ صحیح خرچ ہوا ہے otherwise اُس کو آڈٹ میں پیرا بننا چاہیے۔ اگر MPA کا certificate نہ ہو۔

جناب اسپیکر: شاہ صاحب! اس کو conclude کر دیں ابھی نماز کا time بھی آ رہا ہے۔

سید احسان شاہ: ابھی تو ایک ہی اُس پر آ گیا ہوں جناب والا! تین، چار اور بھی ہیں۔ نماز تو حکومت کے notification کے مطابق اجتماع منع ہے، جماعت تو نہیں ہو سکتی ویسے انفرادی طور پر ہر کوئی اپنی ظہر کی نماز پڑھ لے گا۔

جناب اسپیکر: جی انفرادی طور پر پڑھ سکتے ہیں۔

سید احسان شاہ: اچھا جناب والا! grant کے حوالے سے HEC نے تمام یونیورسٹیوں کی گرانٹ آدھی کر دی ہے۔ اب آدھے اخراجات چندے سے یا صوبائی حکومت اپنی یونیورسٹیوں میں اپنے وسائل سے بجٹ

دے۔ تو میرا خیال ہے کہ اس وقت کوئی سات آٹھ یونیورسٹی ہیں بلوچستان کی ان کے لیے بھی دوران سال ہمارے وزیر خزانہ صاحب کو شاید ان کے لیے بھی پیسے رکھنے ہوں۔ اور جناب والا! میں اپنے علاقے میں کچھلی حکومت میں جو ڈاکٹر بدل خان صاحب اور مجھ ناچیز کی کوششوں سے اور نواب اسلم رئیسانی نے بہت مدد کی ایک یونیورسٹی بنانے میں ہم کامیاب ہو گئے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اُس کے بعد جب گورنمنٹ change ہوئی تو اُس کے ساتھ یونیورسٹی کا وہ جہاں بنی تھی site بھی change ہوا کیونکہ وہاں کچھ لوگوں کی زمینیں تھیں ان کو قیمتی بنانے کے لیے site change کیا گیا۔ چلیں اس پر تو کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ وہ بھی ہے district کے اندر۔ لیکن جناب والا! اُس یونیورسٹی کو باقاعدہ ایک یتیم خانہ کی شکل میں وہ اس وقت موجود ہے۔ وہ اُس academic side پر جو بندے نااہل تھے ان کو academic side پر لگایا گیا جبکہ ہمارا اُس وقت یہ وعدہ تھا کہ ہمارے ملک میں ہمارے صوبے میں سفارش کلچر موجود ہے لیکن یہ تہیہ کیا ہوا تھا کہ academic side پر کم از کم یہ سفارش نہیں ہوگی، میرٹ ہوگا چاہے کیوں نہ ہمارے مخالف کوئی لگے۔ سیاسی طور پر یا ذاتی طور پر حتیٰ کہ کوئی مخالف لگے اُس سے کوئی غرض نہیں لیکن میرٹ ہو۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہ بلوچی زبان کے کچھ دوست ہیں ان کو مثلاً آپ یہ سمجھ لیجئے کہ بلوچی کے ایم اے کو اگر فزکس ڈیپارٹمنٹ کا head لگایا جائے تو وہ department کیسے چلے گا، اور ایک خاندان ایک بندہ ایک اچھی post پر آیا وہ اپنے سارے عزیز واقارب کو لے کر پھلی پوسٹوں پر ان کو لگا دیا۔ میرا خیال کہ تین سے چار خاندانوں کا اس وقت یونیورسٹی پر قبضہ ہے اور میں نے گورنر صاحب کو request کی ہے۔ لیکن گورنر صاحب اگر کچھ کرنے میں ناکام رہے تو میں جام صاحب سے گزارش کروں کہ ایک باقاعدہ بل اسمبلی میں پاس کیا جائے اور جتنے بھی وہاں appointment جو خلاف قواعد و ضوابط ہوئے ہیں ان کو cancel کر کے ان کی جگہ پر میرٹ کی بنیاد پر تعیناتی کی جائیں۔ جناب والا! ایک معلومات میں اسمبلی کے ساتھ share کرنا چاہتا ہوں۔ کہ ایک ڈاکٹر یار جان صاحب ہیں جو ہمارے ملک کے لئے قابل فخر ہیں وہ دنیا کے سب سے کم عمر scientist ہیں۔

(خاموشی۔ جمعہ کی اذان)

جناب اسپیکر: جی شاہ صاحب۔

سید احسان شاہ: جناب والا! نماز کے بعد جب اجلاس ہوگا تو بقایا تقریر کو مکمل کریں گے۔

جناب اسپیکر: آپ اپنی تقریر مکمل کر لیں time ہے بہت۔ جی۔

سید احسان شاہ: تو جناب والا! اُس ڈاکٹر نے اپنے علاقے کے لیے کچھ یونیورسٹی کے لیے پروگرام بنایا

ترتیب یونیورسٹی کے لیے جو کہ بیورو کریسی کے حیلوں بہانوں کا شکار ہوا۔ ظہور بلیدی صاحب بھی اُن کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ شاید اُن کے عزیز بھی ہیں۔ تو میں ظہور بلیدی صاحب سے اور میں خود بھی اور باقی اپنے MPA,s سے گزارش کروں گا کہ اُن کا اگر اچھا پروگرام ہے تو ہمیں اُن کو support کرنا چاہیے اس حوالے سے۔ جناب والا! بلوچستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن جس مقصد کے لیے بنایا گیا تھا۔ لیکن وہ اپنے اُس مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوا شاید ابھی جام صاحب کی سربراہی میں چونکہ قانونی طور پر اُس کے head جناب گورنر بلوچستان ہیں۔ لیکن چونکہ صوبہ فنڈ دیتا ہے اور اسمیں صوبائی management کے حوالے صوبائی آفیسرن بھی ہوتے ہیں۔ تو کوشش ہونی چاہیے کہ اُس کو صحیح خطوط پر استوار کیا جائے، جناب والا! امن امان کے حوالے سے گزارش کروں گا کہ اس سال امن امان کے حوالے سے 44 ارب رکھے گئے ہیں۔ جس میں internal security allowance بھی شامل ہے۔ تو میری یہ گزارش ہوگی کہ امن وامان بہت ہی اہم شعبہ ہے۔ اور چونکہ ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں کہ ہم اپنے جو 30 ہزار یا اُس کے لگ بھگ پوسٹیں خالی ہیں اُن کو fill کر سکیں۔ اگر fill ہو گئیں تو یقیناً اُس سے تنخواہیں جائیں گی۔ بلوچستان کے اس معیشت پر مزید بوجھ ہوگا۔ اور شاید ہم اس قابل نہ ہوں لیکن internal security کے حوالے سے پیسے دیئے جا رہے ہیں۔ تو میری تجویز یہ ہوگی کہ جن districts میں internal security کے حوالے سے پیسے دیئے جا رہے ہیں۔ اور وہاں اگر قدر امن وامان بہتر ہے تو انہوں پیسوں کے حوالے سے ہم ایک نئی فورس بنائیں جو صوبے کی اپنی فورس ہو، بیشک اُس میں commanding officers آرمی سے لئے جائیں۔ جس طرح ہماری FC ہے۔ FC کے جوان اپنے ہوتے ہیں لیکن commanding officers آرمی سے آتے ہیں۔ اور اُس فورس کو باقاعدہ آرمی کے تحت training دی جائیں۔ SSG کے حوالے سے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہم SSG کے حوالے سے جو standard اور جو معیار SSG کی training کا ہے۔ اگر وہ اُن جوانوں کو دیں تو صوبہ کے لیے اُنہی پیسوں میں فورس بن سکتی ہے۔ اور اُس کا command بھی صوبے کے اپنے پاس رہے گا۔ جناب والا!، ضیاء لاگو صاحب اس وقت موجود نہیں ہیں وہ ہوتے تو اُن کی خدمت میں بھی گزارش تھی کہ وہ کچھ معمولی انتظامات کے حوالے سے بہت ساری چیزیں ٹھیک ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر جناب! چیک پوسٹوں کے حوالے سے تربت سے جب میں نکلتا ہوں کراچی کے لیے تو کراچی پہنچنے تک مجھے 16 چیک پوسٹوں کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ اگر گوادر سے نکلیں 14 اور تربت سے نکلیں 16۔ اچھا ہمیں ان پر اعتراض نہیں ہے لیکن گاڑی سے، ہر گاڑی والے سے، بس ہو چھوٹی گاڑی ہو، پک آپ

ہو کوئی بھی ہو روک کر یہ پوچھ لینا کہ جی کہاں سے آرہے ہیں؟ جی فلاں جگہ سے آرہا ہوں۔ کہاں جا رہے ہیں؟ جی فلاں جگہ جا رہا ہوں۔ سوائے اس کے کہ لوگوں کی عزت نفس مجروح ہو اُس کے سوا حاصل بظاہر ہماری نظر میں کچھ بھی نہیں ہے۔ یا تو random checking ہو سو گاڑیوں میں سے دو چار کی checking ہو۔ یا پھر information پر checking ہو، میں جناب والا! حیات آباد سے نکلا، پشاور سے اسلام آباد کے لیے ایک چیک پوسٹ بھی راستے میں نہیں تھی جس پر مجھے روک کر پوچھا ہو کہ آپ کہا جا رہے ہیں۔ مظفر آباد سے میں اسلام آباد کے لیے نکلا وہاں بھی مجھے کسی نے نہیں پوچھا کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں اور کہا جا رہے ہیں۔ جبکہ یہ ایک صوبے سے گوادر سے یا کچھ سے نکل کے کراچی کے لیے جا رہے ہوتے ہیں۔ تو جگہ جگہ ہمیں اپنی صفائی دینی ہوتی ہے کہ ہم کہاں سے آرہے ہیں اور کہا جا رہے ہیں۔ جناب والا! معلومات عامہ کے حوالے سے گورنمنٹ کی کاوشیں یقیناً قابل تعریف ہیں قابل قدر ہیں۔ چونکہ بلوچستان سے شروع دن 1970ء سے لیکر آج تک frontline پر بلوچستان کو لیا گیا ہی نہیں بلوچستان news میں سب سے آخر میں ہوتا ہے۔ لیکن جناب والا! علاقائی زبانوں کے حوالے سے بھی ہماری گورنمنٹ نے کوشش کی ہے کہ علاقائی زبانوں کو بہتر کیا جائے۔ اور اُن کے لیے بلوچی اکیڈمی ہے، بلوچستان اکیڈمی ہے، پشتون اکیڈمی ہے ان کو ہر سال گورنمنٹ grant دیتی ہے۔

جناب اسپیکر: شاہ صاحب! میرے خیال میں windup کریں یا نماز کے بعد 25 منٹ ہو گئے ختم کریں windup کریں۔

سید احسان شاہ: ابھی windup نہیں مجھے دو چار منٹ اور بولنا ہے تو نماز کے بعد کر لیتے ہیں۔

جناب اسپیکر: اچھا پھر نماز کے بعد کر لیں 2:00 بجے تک نماز کا وقفہ۔ تو 02:00 بجے دوبارہ ملیں گے۔

(اسمبلی کا اجلاس دوبارہ 03:00 بجے زیر صدارت جناب اسپیکر شروع ہوا)

جناب اسپیکر: جی شاہ صاحب! شروع کریں۔ ایک منٹ میرے خیال میں آنے دیں۔ پھر disturb ہو جائیں گے۔

سید احسان شاہ: حکومت نے یقیناً خاطر خواہ علاقائی زبانوں کو ترقی، ترقی اور ترویج دینے کے لیے اقدامات

کیے ہیں۔ لیکن جناب والا! میں یہاں ایک TV چینل کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ بلوچی زبان کا ایک ہے

electronic media میں ایک چینل ہے جس کو "وش" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ گزشتہ دنوں جناب والا!

وش کے جو چلانے والے ہیں جو اس کے ایم ڈی یا چیئر مین سمجھ لیجئے، انہوں نے یہ درخواست کی تھی اس بجٹ

میں اگر حکومت نے ہماری مدد نہیں کی تو ممکن ہے کہ یہ ٹی وی چینل جو بلوچوں کی آواز ہے، یہ بند ہو جائے۔ اس لیے کہ انہوں نے کوئی چیک ایڈوائس میں سیٹلائٹ والوں کو دیے ہیں اور چیک باؤنٹس ہو گئے ہیں۔ چیک باؤنٹس ہونے کے بعد ان کو یہ وارننگ دی گئی ہے کہ چیک کیش کروالیں یا پھر ہم آپ کے خلاف کورٹ جائیں گے۔ تو جناب والا! میں وزیر خزانہ سے اور انفارمیشن منسٹر سے گزارش کروں گا کہ وٹس چینل کے لیے وہ آنے والے مالی سال میں مہربانی کر کے کچھ نہ کچھ فنڈز مختص کر لیں تو مہربانی ہوگی۔ جناب والا! معدنیات کے حوالے سے، معدنیات چونکہ بلوچستان کے ان sectors میں شامل ہیں جو بلوچستان کے علاقے کے حوالے سے اور بلوچستان کے ساحل اور وسائل کے حوالے سے ایک اہم شعبہ جانا جاتا ہے۔ معدنیات میں جناب والا! یہ سن کے وزیر خزانہ صاحب کی speech پر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ حکومت کو ٹیکس کی مد میں اور دوسری مدت میں تقریباً 2 ارب پچاس کروڑ روپے اس sector سے وصول ہوئے ہیں۔ جناب والا! مرکزی حکومت نے، چونکہ ہمارا ملک پاکستان ایک زرعی based economy ہے اس کی زراعت کے حوالے سے جانا جانے والا ملک ہے اس حوالے سے ایگریکلچر بینک بنا دیا گیا ہے ایگریکلچر کے لوگوں کو ایڈوائس کر سکے زمینداروں کو اور ان کی مالی مشکلات میں کمی لاسکے۔ لیکن اگر ہم بلوچستان کے حوالے سے دیکھیں تو معدنیات اتنا ہی اہم ہے ہمارے لئے جتنا پنجاب کے لیے اسی طرح ایگریکلچر بھی اتنا اہم ہے ہمارے لئے اور اس ملک کے لیے۔ اور نہ صرف یہ بلوچستان کے لئے اہم ہے بلکہ پاکستان کے لیے بھی بڑا شعبہ ہے بلوچستان کی معدنیات کے حوالے سے اگر بات کی جائے۔ تو میں گزارش کروں گا ہماری صوبائی حکومت یہ سفارش کرتی ہے میں اس ایوان تو سٹ سے فیڈرل گورنمنٹ کو گزارش کرتا ہوں کہ mines owners جتنے ہیں ان کی مالی مشکلات کم کرنے کے لئے ایک financial ادارہ بنایا جائے جو mine sector میں ایڈوائس کر سکے۔ جو mining sector میں mines owners کو یا اس شعبے سے وابستہ جتنے لوگ ہیں ان کی مالی مشکلات میں کمی لاسکیں۔ جناب والا! ماہی گیری کے حوالے سے ہماری حکومت نے بڑے اچھے اقدامات کیے ہیں، green boats کہ نام سے ہماری حکومت نے ایک پروگرام launch کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ جناب والا! 15 کروڑ روپے specially جام صاحب کے vision کے مطابق جام صاحب چونکہ ان کا علاقہ جب وہ state کے مالک تھے وہ state بھی ساحل علاقے پہ ہے اور ان کی state سے لے کے آج تک ان کو بخوبی علم ہے ساحلی علاقوں کے مسائل کا اور ان کو کس طرح develop کرنا ہے۔ بخوبی جان صاحب کو ذاتی طور پر علم ہے۔ تو میں داد دیتا ہوں جان صاحب کی vision کو کہ 15 کروڑ روپے صرف وہاں ریسٹورنٹ اور

ساحل کے ساتھ ساتھ جو باہر کے لوگ یا بلوچستان کے دُور دراز علاقوں سے ساحل پر جانے والے لوگوں کے لئے ریسٹورنٹس اور اس قسم کی رہائش اس قسم کی سہولتوں کے لیے 15 کروڑ روپے موجودہ بجٹ میں رکھے ہیں۔ اسی طرح سے جناب والا! private sector چونکہ ہمارے پاس بہت سارے پوائنٹس ایسے ہیں جو ہماری صوبے کی مالی پوزیشن ایسی نہیں ہے کہ ہم port بنا سکیں یا fisher men کو وہاں سہولت دے سکیں۔ جیٹی کیلئے تو میری یہ تجویز ہوگی کہ اس سلسلے میں اگر ہم پرائیویٹ سیکٹر کو involve کریں، private سیکٹر کو وہ جگہ identify کریں۔ فرض کریں اُس میں جام صاحب کے علاقے میں ایک جگہ کنڈملیر اسی طرح سے اور ماڑہ ہے، جیونی ہے، پسنی میں پہلے سے ہار پر موجود ہے اس کو بہتر کرنے کی ضرورت ہے ڈریجنگ کی ضرورت ہے تو اگر اس میں پرائیویٹ سیکٹر involve ہو اور ان کے ساتھ ایک ایگریمنٹ ہو تو بہت سارے investor ایسے ہیں جو اس شعبے میں آنا چاہتے ہیں۔ تو انشاء اللہ و تعالیٰ میں سمجھوں گا کہ یہ ہماری حکومت کی بہت بڑی کامیابی ہوگی انشاء اللہ آنے والے وقتوں میں اس پہ کام کریں۔ جناب والا! میں اب حیوانات، جتنا میں نے جس طرح ماہی گیری معدنیات ہے حیوانات کا شعبہ بھی بلوچستان کی گلہ بانی کے لیے اور بلوچستان کے دور دراز رہنے والے لوگوں کے لیے گلہ بانی حیوانات کا محکمہ بہت ہی اہم محکمہ ہے یہ چار پانچ سیکٹرز ایسے ہیں ان کی development ہو تو نہ صرف یہاں کے لوگوں کو روزگار کے مواقع میسر آئیں گے بلکہ صوبائی حکومت کے revenue کا بھی بے تحاشہ بڑھنے کی انشاء اللہ امید ہے اور مرکزی حکومت اگر اس میں دلچسپی لے صوبائی حکومت کی مدد کرے تو اس میں بہت بڑا scope ہے لیکن میں داد دیتا ہوں جناب والا! بجٹ بنانے والوں کو، خاص کر جام صاحب کو کہ انہوں نے ادویات کی مد میں جو اینٹیل ہسپنڈری کے لیے دو اینٹیاں رکھی گئی تھیں پچھلے سال وہ کوئی 3 کروڑ روپے تھے لیکن اس سال الحمد للہ تین کروڑ سے 36 کروڑ تک بڑھایا گیا ہے۔ کہاں تین اور کہاں 36 کروڑ۔ تو یہ ایک بہت بڑا اقدام ہے مٹھا خان صاحب جو میرے ہمسایہ میں ہیں اور ہم ساتھ بیٹھتے ہیں چونکہ ذمہ داری اس وقت مٹھا خان کے کندھوں پہ ہے تو میں مٹھا خان کا کڑ صاحب کو بھی یہ گزارش کروں گا کہ دوائی ایسے نہ ہو کہ miss use ہوں۔ یہ آپ صوبائی حکومت نے تو وسائل فراہم کیے ہمیں اب ہم ان کو کس طرح بروئے کار لاتے ہیں ہم ان کو کس طرح سے اپنے گلہ بانوں تک پہنچاتے ہیں اور ان کے مسائل کم سے کم کرتے ہیں یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے بحیثیت ٹیم۔ slaughter-house کے حوالے سے جناب والا! کوئٹہ میں جدید slaughter-house قائم کرنے کا ارادہ ہے صوبائی حکومت کا اس سیکٹر میں value addition ہو تو ہمارے جو گوشت یا اُس سے dairy products جتنی ہیں ان کو export

کرنے کے لئے بھی مارکیٹ موجود ہے۔ اس سے زرمبادلہ بھی کمایا جاسکتا ہے اگر اس پر توجہ دی جائے۔ ایگریکلچر کے حوالے سے جناب والا! صوبائی حکومت نے بڑے احسن اقدامات کیے ہیں، جس میں گرین ٹریکٹر کی اسکیم قابل تعریف ہے۔ اور اس کے لئے بھی خاطر خواہ فنڈز مہیا کیے گئے ہیں۔ اگر 6 سو ملین کی وہ اسکیم ہے اس رواں مالی سال میں تین سو ملین اس کے لیے رکھے گئے ہیں۔ Farmers کو چاہیے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور زمین کی کاشتکاری میں ان کو بہتر سہولت میسر آسکے گی۔ اسی طرح سے جناب والا! tunnel farming میں ہمارے زمیندار کم سے کم محنت میں اور کم سے کم زمین پہ زیادہ سے زیادہ آمدن حاصل کر سکتے ہیں اور اس کو promote کرنا چاہیے ایگریکلچر والوں کو۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ دوران سال اس پر بھی کام ہو رہا ہے فیلڈ اسسٹنٹس کے لئے جناب والا! ایک ہزار موٹر سائیکل لینے کی تجویز ہے۔ لیکن میں یہاں تھوڑی اپنی تجویز یہ دوں گا کہ موٹر سائیکل تو انشاء اللہ ان کو دیں، لیکن ساتھ ساتھ ان کی ٹریننگ بھی ہونی چاہیے۔ پچھلے ادوار میں جو ہم نے فیلڈ اسسٹنٹ appoint کیے ہیں ان کے پاس، میں نہیں سمجھتا اتنا knowledge ہو کہ وہ ایک زمیندار کے پاس جا کے اُس کو guide کر سکے، فیلڈ اسسٹنٹ کا کام ہوتا ہے زمیندار کو تکنیکی معلومات فراہم کرنا اُن کو بروقت فصل کی جو بیماریاں ہیں اُن سے آگاہی اور ان کے تدارک کیلئے اقدامات کرنا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کو مزید ٹریننگ کی ضرورت ہے۔ جناب والا! ریسرچ ونگ ایگریکلچر کا بہت بڑا شعبہ ہے۔ لیکن جب سے یہ صوبہ وجود میں آیا ہے، 1970ء سے لیکر آج تک افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے Scientists ہمارے Researchers ایسے نہیں ہیں جنہوں نے کوئی نئی چیز دریافت کی ہوں۔ تو میری گزارش ہوگی اس ونگ کے ذمہ داروں سے کہ کروڑوں روپے حکومت آپ کے اوپر خرچ کر رہی ہے لیکن نتائج خاطر خواہ نہیں ہیں تو اس میں میری گزارش ہوگی جام صاحب سے specially زمرک صاحب موجود نہیں ہیں زمرک صاحب سے کے اس field پر ہماری حکومت کو زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اور جناب والا! اس سال اگر ہم ٹوٹل بجٹ دیکھیں تو 15 ارب روپے رکھے گئے ہیں ایگریکلچر کے لیے لیے۔ جناب والا! پندرہ ارب بہت بڑی رقم ہے ایگریکلچر کے شعبے میں لیکن اب یہ ذمہ داری ہم دوستوں پہ عائد ہوتی ہے کہ ہم اس کو کس طرح سے بروئے کار لائیں گے ان وسائل کو اور اپنے farmers کو کس طرح فائدہ پہنچائیں گے جام صاحب کو تو آفرین ہے کہ انہوں نے وسائل مہیا کر دیے ہیں ظہور صاحب نے وسائل مہیا کیے ہیں۔ جناب والا! ایک سکیم کے تحت جو تقریباً پانچ ارب 70 کروڑ روپے کی ہے ایگریکلچر کی جس میں مشینری خریدنے کے لئے پیسے رکھے گئے ہیں اور اس سال وہ Ion going اسکیم ہے اس سال بھی اس کے لئے کوئی 50 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ تو اس سال

انشاء اللہ مشینوں کی خریداری ہوگی تو اُس میں میں زمرک صاحب سے جو اس وقت ذمہ دار ہیں ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ کے کہ distribution کے معاملے میں دیکھیں کہ کون سا علاقہ پسماندہ ہے مشنری کے حوالے سے ترجیح ان علاقوں کو دینی چاہیے۔ اور جناب والا! آٹھ لاکھ گھنٹے اس سال ایگریکلچر میں رکھے ہیں زمینداروں کے لئے تقریباً ان کا اگر cost-meet کرنے کی بات ہو تو بیس کروڑ روپے کوئی 200 ملین کی اسکیم ہے۔ لیکن یہاں ہم پرائیویٹ سیکٹر جو چونکہ حکومت کے پاس آٹھ لاکھ گھنٹے use کرنے کے لیے نہیں سمجھتا کہ اتنی مشینری موجود ہیں۔ اگر اس میں ہم trial-base پر پرائیویٹ سیکٹر کو involve کریں تو ممکن ہے ہم اس ٹارگٹ کو achieve کر لیں اس کی وجہ جناب والا! یہ بظاہر زمیندار سے تو ہم ڈیڑھ سو لیتے ہیں لیکن حکومت اپنی جیب سے کیونکہ ڈھائی سے تین ہزار روپے حکومت کا خرچہ آتا ہے ایک bulldozer hours پر تو اگر اس سے کم ریٹ پر اگر کوئی پرائیویٹ سیکٹر آجاتا ہے اور وہ اس ریٹ کے اندر اندر وہ مشین دینے کیلئے تیار ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم ایگریکلچر میں اس حوالے سے زیادہ بہتری لاسکتے ہیں۔ جناب والا! یہ وہ اہم شعبہ تھے میری نظر میں، پاکستان نیشنل پارٹی کی نظر میں جن کو بہتر کر کے ہم اپنے عوام کی اور اپنے لوگوں کی زندگیوں میں آسانیاں اور بہتری لاسکتے ہیں۔ جناب والا! پانچ ارب روپے جو ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کیلئے رکھے ہیں بجٹ بک میں یہ خوش آئند بات ہے جس سے چھوٹے موٹے مسائل جو ڈسٹرکٹ کے لیول پر ہیں جو پی اینڈ ڈی کے لیول پر نہیں آتے ان کو وہاں حل کرنے میں مدد ملے گی۔ اور جناب والا! اگر اس گورنمنٹ کا ایماندارانہ ہم جائزہ لیں تو یقیناً گورنمنٹ انتظام کے حوالے سے میں خود کچھلی گورنمنٹوں کا حصہ رہا ہوں لیکن اس سے پہلے والی گورنمنٹ جو تھی میں صرف ایک مثال دوں گا اگر زیرے صاحب کو برانہ لگے، 15 ارب روپے جناب مرکزی حکومت نے بلوچستان کیلئے ون لائیوڈ گرانٹ رکھی تھی پندرہ ارب روپے اُس وقت صوبائی مخلوط حکومت پندرہ ارب روپے استعمال نہیں کر سکی۔ لڑتے رہے آپس میں یا اختلافات تھے اور اُس میں بھی sector identify نہیں تھا انہوں نے رکھے تھے کہ بلوچستان جس سیکٹر میں بھی خرچ کرنا چاہے وہ ہمارے پاس اسکیمیں بھیج دیں فیڈرل گورنمنٹ کے پاس ہم پیسے دیدیں گے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے جناب والا! کہ مالی سال ختم ہو گیا اور بلوچستان گورنمنٹ سے ایک اسکیم بھی نہیں گئی۔

جناب اسپیکر: شاہ صاحب! اس میں تھوڑا میں بتاؤں کیونکہ اُس ٹائم ہم گورنمنٹ میں تھے۔ میں بھی ڈپٹی اسپیکر تھا۔ یہ پیسے دیے لیکن اس کا decision late لیا گیا لیکن فیڈرل گورنمنٹ جو باقی چیزوں میں اسی طرح کرتی رہتی ہے اُس میں یہ ہوا کہ 15 ارب انہوں نے کہا کہ اب آپ دے رہے ہیں۔ بجائے پندرہ

ارب ہم نئے بجٹ میں آپ کیلئے تیس ارب روپے رکھتے ہیں آپ نئے بجٹ میں تیس ارب کی اسکیمیں دیدیں۔ جب یہ پندرہ ارب واپس کئے گئے تو وہاں سے پھر مزید پندرہ ارب دینے کی بجائے یہ پندرہ ارب بھی لے لیے۔ اور میڈیا میں دیدیا کہ یہ استعمال نہیں کر سکے۔ basically وہاں پلاننگ کمیشن نے اُس ٹائم یہ میرے خیال میں الفاظوں کے ہیر پھیر کر کے پیسے جو دیے تھے واپس لے لیے۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ کسی گورنمنٹ کی اس میں کمزوری تھی۔ ہاں لیٹ فیصلہ ہوا کہ کس طرح اس کو استعمال کیا جائے؟ کیونکہ اگر مخصوص اسکیم نہیں دیے جاتے تو اُس میں اُدھر تمام اسمبلی کو on-board لیا گیا کہ کس طرح اسکو ڈسٹرکٹوں میں distribute کیا جائے۔ late ہوا لیکن اسکیمیں پہنچ چکی تھیں لیکن فیڈرل گورنمنٹ کی بدینتی اس میں تھی۔

سید احسان شاہ: جناب والا! یقیناً آپ کا statement قابل اعتماد ہے اور اس سے کوئی دورائے نہیں ہو سکتے لیکن بقول آپ کے جناب والا! اگر اس وقت وہ حکومت بروقت فیصلہ کر کے فیڈرل گورنمنٹ کو اسکیم بھیجا دیتی تو میں نہیں سمجھتا کہ پندرہ ارب میں سے۔۔۔۔۔

جناب اسپیکر: وہ گورنمنٹ لالچ میں پڑ گئی کہ تیس ارب روپے ملیں گے۔

سید احسان شاہ: بہر حال کم از کم موجودہ حکومت میں اگر ہم efficiency کے حوالے سے دیکھیں تو موجودہ حکومت کی efficiency گزشتہ حکومت سے میں کہتا ہوں کہ سو فیصد سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ efficiency کے حوالے سے اگر ہم بات کریں اچھا انہی پیسوں میں سے جناب والا! فیڈرل گورنمنٹ میں اُس وقت مسلم لیگ کے ایک منسٹر جنرل عبدالقادر صاحب جو ہمارے صوبے سے تھے انہوں نے ایک ارب روپے اُس پندرہ ارب روپے میں سے ایک ارب روپے پھر بھی اپنے حلقے کیلئے لینے میں کامیاب ہو گئے اور یہ بات انہوں نے مجھے خود بتائی کہ پندرہ ارب میں سے ایک ارب میں نے بچا کے اپنے حلقے لے گیا ہوں۔ تو جناب والا! یہ مجموعی طور پر اگر ہم دیکھیں تو الحمد للہ ان حالات میں جہاں کورونا کا شکار تمام ملک پوری دنیا میں اگر مجموعی حوالے سے کارکردگی دیکھیں بجٹ کا اگر ہم ایماندارانہ جائزہ لیں۔ بجٹ اور اس کے جو موجودہ حالات ہیں تو میرے خیال میں اس سے بہتر بجٹ پیش کرنا ممکن نہیں تھا۔ اگر اپوزیشن والے دوست بھی یہاں ہوتے شاید اس طرح کا بجٹ نہ ہوتا، بہتر ہوتا۔ لیکن میں اس حوالے سے عرض کروں جناب والا! پاکستان نیشنل پارٹی کا نہ صرف اس بجٹ کی حمایت، بجٹ کو سپورٹ کرتے ہیں بلکہ ہم جام کمال صاحب کی قیادت پر بھرپور اعتماد کا اظہار کرتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ جس لائن پر وہ صوبے کو لے کر جا رہے ہیں الحمد للہ وہ ایک بہتر مستقبل کی نوید ہو سکتی ہے، شکر یہ جناب اسپیکر! تمام دوستوں کی مہربانی جنہوں نے مجھے سنا۔ شکر یہ۔

جناب اسپیکر: شکریہ۔ جی ظہور صاحب۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): شکریہ جناب کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ ایک ایٹو یہاں اسمبلی میں تین چار دن پہلے ڈسکس ہو ہوا تھا جس میں حکومت نے ایک پالیسی بنائی ہے اس کا بیک گراؤنڈ اسمبلی میں بتاؤں کہ بلوچستان کی ایجوکیشن کو بہتر بنانے کیلئے پرائیویٹ سیکٹر کو کس طرح involve کیا جائے۔ تو پالیسی یہ تھی کہ کوئی 27 کے قریب ٹاؤن جو select کیے گئے ہیں جس میں حکومت پچاس ایکڑ زمین فراہم کرے گی اور وہ facilitate کرے گی ان پرائیویٹ سیکٹر اداروں کو جس طرح بیکن ہے سٹی سکول ہے کہ وہ آئے بلوچستان میں یہاں اپنے سکولز قائم کرے تاکہ بلوچستان کی ایجوکیشن آگے جائے یہ پالیسی کابینٹ میں آئی تو کابینٹ ممبران نے کہا اس کو 27 اسکولوں تک کیوں ٹاؤن میں محدود رکھیں گے اس کو پورے بلوچستان میں جہاں جہاں جس جس شہر میں اگر یہ ممکن ہو سکتا ہے تو وہاں گورنمنٹ پچاس پچاس ایکڑ earmrk کرے تاکہ پرائیویٹ ادارے آئیں اور یہاں اپنے سکولز بنادیں۔ اب اُس حوالے سے کچھ دن پہلے چیئر نے نوٹس لیا تھا اور سیکرٹری ایجوکیشن کو بلایا تھا اب چونکہ miscommunication کیوجہ سے سیکرٹری صاحب کو پتہ نہیں تھا پھر یہ معاملہ استحقاق کمیٹی کو refer ہو گیا جس کی چیئر پرسن ہیں ہماری محترمہ شاہینہ بی بی میں ممبر ہوں زمر خان اچکزئی صاحب، اسد بلوچ، میڈم ماہ جبین شیران، اور زینت شاہوانی اور ہمارے دوست نصر اللہ زیرے ہیں۔ تو سیکرٹری صاحب وہاں آئے تو معاملہ ہم نے استحقاق کمیٹی نے افہام و تفہیم سے حل کر لیا پھر آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ سے گزارش ہے کہ formally اس معاملے کو dispose-of کریں۔ شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: جی شکریہ۔ سب سے پہلے کہ چیئر نے کہا لیکن میری رائے یہ ہے کہ بجائے کسی سیکرٹری کو کابینٹ ممبرز جو بھی اس میں ہیں، اُن کو کرنا چاہیے تھا۔ education cities کے حوالے سے جو باتیں ہو رہی ہیں کوئی ڈسٹرکٹ اگر کوئی جاتا ہے نہیں جاتا ہے تمام ڈسٹرکٹوں کو اسمیں شامل کیا جائے اور مخصوص ڈسٹرکٹس نہ ہوں، جانا تو کہیں پر کسی نے نہیں ہے لیکن یہ ہے کہ پھر بھی باقی ڈسٹرکٹوں کے نمائندے بھی یہ سوچتے ہیں کہ ہمارے ڈسٹرکٹوں کے نام ہوں، چلو اللہ کرے کہ لوگ آئیں اور اس میں invest کریں اور گورنمنٹ جس طرح اُس کی نیک نیتی ہے تو اس میں چیزیں بہتر ہوں، تو ایک اور چیز اگر چیئر یہاں کسی آفیسر یا منسٹر کو بلائے تو کم از کم اس ہاؤس کا احترام لازمی ہے، وہ اپنے concerned جو بھی ہیں اُن سے اجازت لے کے پہلی توجہ اس ہاؤس کی جو اس نے بلایا اُس کو اہمیت دیں، یہ ہم سب کا ہاؤس ہے یہ صرف چیئر کا نہیں یہ سب کا استحقاق ہے سب کا احترام ہے، تو میری رائے یہ ہے کہ آئندہ کوئی بھی چیز ایسی ہو ڈائریکٹ کابینٹ کے ممبر کو بلایا

جائے بجائے کہ ہم کسی سیکرٹری کو جس کا کوئی decision نہیں ہوتا decision کیمنٹ کا ہوتا ہے اور کیمنٹ ممبر کا۔ تو شکر یہ ظہور صاحب۔ میڈم! آپ کا شکر یہ کہ آپ نے میٹنگ کی اور بروقت اُس پر کارروائی کر کے اس چیز کو ختم کیا، یہ چیزیں خوش اسلوبی سے ہو گئیں، تو آئندہ بھی کوئی ایسی چیز ہو تو اس ہاؤس کو احترام دیا جائے شکر یہ۔ جی اسد بلوچ صاحب۔

میر اسد اللہ بلوچ (وزیر محکمہ سماجی بہبود): بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - thank you جناب اسپیکر صاحب جٹ سے پہلے چند الفاظ میں بولنا چاہتا ہوں۔ جناب اسپیکر صاحب! بلوچستان میں کچھ دلخراش واقعات ہوئے جو سب کے ذہنوں میں نقش ہیں، تربت، ڈھنک کا واقعہ پھر مند کا واقعہ ہوا یقیناً جس معاشرے میں ہم رہتے ہیں اس معاشرے کے ہماری بحیثیت پولیٹیکل ورکر جو ذمہ داری ہے، حکومت اور ریاست کی ذمہ داری ہے، ہم سب مل کر کے ایسے جو عمل ہوتے ہیں جس کی جانب سے بھی ہو ہم اس کی مذمت کریں اور ایسی چیزوں کو condemn کریں۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے سیشن کے دوران جو ہمارے سٹوڈنٹس طلبہ و طلبات یہاں آئے تھے پولیس کا role بہت افسوسناک ہے۔ جو سوشل میڈیا میں وائرل ہوئی یہ یاد دلا رہے ہیں کہ کشمیر میں جو انڈیا کی فوج جس طریقے سے لوگوں کو گھسیٹ کے لیجا رہے ہوتے ہیں وہی منظر وہ دکھانا چاہتے ہیں۔ یہ بلوچستان ہے یہاں کی روایات ہیں یہاں ہمیں مل بیٹھ کے زندگی گزارنا ہے اور اس کی بڑی اتنی آبادی نہیں ہے ہر شخص، ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں اُن پولیس والوں کو ہم اجازت نہیں دینگے جو باہر سے یا جو باہر کے جو غیر صوبے سے آ کے یہاں کے کلچر کو وہ جانتے ہی نہیں ہیں، وہ ایسا تاثر دیدیں یا ایک ایسا میسج دیدیں جس سے یہی ہو کہ یہاں بھی ایک مقبوضہ بلوچستان ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جام صاحب نے بروقت ایک بہتر فیصلہ کر لیا اور اُن پولیس والوں کے خلاف کارروائی بھی ہو رہی ہے۔ اور اس کارروائی کے بعد جو ہمارے سٹوڈنٹس تھے وہ کافی حد تک مطمئن ہوئے۔ جناب اسپیکر صاحب! جٹ کے حوالے سے اگر میں یہ کہوں کہ ہمارا یہ جٹ 2020-21ء ایک بہتر سے بہتر جٹ ہے پوری سوسائٹی کے لئے ایک کروڑ 23 لاکھ عوام کے لئے پورے بلوچستان کے لئے شاید میں صحیح نہیں کہتا۔ اگر اپوزیشن والے یہ کہیں کہ جناب اس جٹ میں تو بلوچستان کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ یہاں کسی سیکٹر کا ذکر بھی نہیں ہے اور یہ مکمل ایک ناکام جٹ ہے وہ بھی اپنی جگہ صحیح نہیں ہیں۔ بلوچستان کی پانچ سو ہزار سالہ پسماندگی ایک چھوٹے سے جٹ پر ہم حل نہیں کر سکتے۔ جناب اسپیکر صاحب! یہاں اگر اس پورے چار سو ارب گواہ کی سیوریج لائن کے لئے اگر ہم صحیح طریقے سے دیدیں یہ uncomplete ہونگے۔ اس جدید اکیسویں صدی میں جو ہم زندگی گزار رہے ہیں باقی دنیا میں جو سیوریج لائن ہے وہ تو اس کے بغیر زندگی گزارتے

بھی نہیں ہے۔ پورے بلوچستان کے عوام کی جو زندگی ہے ہم نے گھر بنایا کھدا کھودا اس پر ہماری سیوریج لائن چلتی رہتی ہے۔ مجموعی طور پر بھی ایک پسماندہ ڈسٹرکٹ میں ہم اگر ڈویلپمنٹ کرنا چاہتے ہیں یہ بجٹ ناکافی ہے۔ اس لئے جناب اسپیکر صاحب! تھوڑا بہت پانی پیتا ہوں ڈسٹرکٹ کرتے ہیں مہربانی کریں ڈسٹرکٹ بنا کر کریں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اپوزیشن کے ساتھی جو بیٹھے ہوئے ہیں وہ آدھے بلوچستان کے رقبے پر محیط ہیں۔ ہماری ساری پارٹیوں کے آئین میں یہ صاف لکھا ہوا ہے کہ ہم بلوچستان کی خدمت کرنا چاہتے ہیں بی این پی (عوامی) ، BAP پارٹی جو آپ کی ہے اس میں بھی لکھا ہوا ہے، اے این پی جتنی بھی پارٹیاں ہیں۔ کسی پارٹی کے آئین میں یہ نہیں لکھا ہوا ہے کہ ہم اپنے حلقوں کی خدمت کرتے ہیں۔ اگر ہم ایسا ہم عمل کریں تو ہم اپنی پارٹی کے آئین سے انحراف کر رہے ہیں۔ میرا اپنا مؤقف یہی ہے کہ جب ہم بلوچستان کی ترقی کی بات کرتے ہیں اگر یکسانیت نہ ہو، انیس بیس ہو اس سائیڈ کے فلور کے جتنے ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں وہ بلوچستانی ہیں بحیثیت بلوچستانی اگر ہم ان کو فنڈز دیدیں یہ بہت بڑی خوبصورتی ہوگی۔ کچھ ساتھی پچھلے ادوار میں، سردار کھیترا ان صاحب کہتے ہیں کہ ڈاکٹر مالک نے مجھے فنڈز نہیں دیے۔ زمرک صاحب بھی یہی کہتے ہیں کہ پچھلے ادوار میں اُس گورنمنٹ نے ہمیں کچھ فنڈز بھی نہیں دیا۔ میں سمجھتا ہوں انہوں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اگر وہ اُس فنڈ نہ دینے کا عمل اچھا ہوتا تو آج نیشنل پارٹی کے بہت سے لوگ یہاں بیٹھے ہوتے، یہاں ایک نظر نہیں آ رہا۔ وہ غلط تھا اور عوام نے ان کو reject کیا۔ آج اسمبلی موجود ہے لیکن نیشنل پارٹی کا ایک ممبر یہاں نظر نہیں آ رہا۔ جناب والا! آج اگر وہی غلطی ہم کریں تو پھر ہمارا بھی یہی حشر ہوگا۔ زہری صاحب اب اکیلے آئے ہیں پہلے تقریباً چودہ تھے۔ تو اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ جو غلطی انہوں نے کی ہے وہ غلطی ہم کیوں کریں۔ ہمیں مل بیٹھ کر کے بلوچستان کو ترقی دیں۔ ہم اگر وہ پالیسی اختیار کریں کل جام صاحب وزیر اعلیٰ نہ ہوتے بھی وہاں سے ابھی ایک آواز نکلے گی کہ ایک وزیر اعلیٰ تھا جس نے بلوچستان کے لئے بہت اچھی پالیسی دی۔ اب ہم پندرہ بیس بہ یک آواز کہتے ہیں کہ ترقی ہو رہی ہے اور صحیح بجٹ ہے۔ یہاں پندرہ بیس آواز آتی ہے کہ ترقی ہو رہی ہے اور صحیح بجٹ ہے۔ پچیس بندے وہاں سے کہہ رہے ہیں کہ کوئی بجٹ ہی نہیں ہے ہم نہیں مانتے اس بجٹ کو۔ اس لئے جناب اسپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اس کو revisit کر کے ایک بہتر سے بہتر پالیسی لیکر کے آگے بڑھیں تو یہ ہمارے لئے ہمارے آنے والے وقت کے لئے بلوچستان کے عوام کے لئے ایک بہتر سے بہتر ماحول ہوگا۔ جناب اسپیکر! اس ملک میں جب بھی الیکشن ہوئے لوگ یہاں آئے، سب نے یہ حلف اٹھایا کہ ہم اس صوبے اور اس ملک کی خاطر اپنے ذاتی مفادات کو سائیڈ پر رکھ کر قومی اور اجتماعی مفادات کو اولیت دیں گے۔ حلف صرف اس فلور پر یا

یہاں بیٹھے ہوئے لوگوں نے نہیں لیا، سول بیورو کریسی، سیاستدان، ہمارے فوجیوں نے بھی حلف اٹھایا ہے اس سلسلے میں۔ لیکن جناب اسپیکر صاحب! میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت ہمارا بلوچستان کا رشتہ وفاق سے کیا ہے؟ اس میں میں حق بجانب ہوں آیا وہ رشتہ نوآبادیت کا لونی کا ہے یا آقا اور غلام کا ہے؟ جناب اسپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ بلوچستان اس ملک کا ایک اکائی ہے۔ ایک صوبہ ہے۔ ہم اس ملک میں آئینی طور پر رہ رہے ہیں۔ لیکن کیا بلوچستان کے عوام کو ان کی basic, Constitutional, Fundamental Rights مل گئے ہم مطمئن ہیں یا نہیں ہمارے بنیادی حقوق ابھی تک ہمیں نہیں ملے ہیں۔ آیا اس کا ذمہ دار کون ہے عوام، سیاستدان، بیورو کریسی، مقتدر قوتیں یا عدلیہ؟ کہ ابھی تک ہمارے بنیادی حقوق ہمیں نہیں ملے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں جناب اسپیکر صاحب! یہاں 73 سالوں میں آئین اور قانون کی پامالی ہم نے نہیں کی، بلوچستان کے عوام نے نہیں کی، یہاں بیٹھے ہوئے کسی ممبر نے نہیں کی، یہ وہ طاقتور لوگ تھے جناب اسپیکر! اگر ان کے دور کو دیکھا جائے، یہ 74 سالوں میں یہاں تیس، بائیس سال کنٹرول ڈیموکریسی کا رہا پھر مارشل لاء لگا تو اس دوران عوام کے بنیادی جو حقوق تھے وہ بلوچستان کے عوام کو اب بھی نہیں مل رہے ہیں۔ جناب اسپیکر! میں سمجھتا ہوں جسارت کے ساتھ۔ بلوچستان کے عوام نے کبھی آئین کی اس ملک کے آئین کی خلاف ورزی نہیں کی انہوں نے آئین کی پامالی نہیں کی وہ ہمیشہ آئین اور قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے حق اور حقوق کی انہوں نے بات کی۔ لیکن جن لوگوں نے آئین کی پامالی کی جناب اسپیکر صاحب! تو وہ اتنے طاقتور لوگ تھے ان کے بارے میں آج بھی ہمیں بات کرنے میں بہت ڈر لگتا ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! جب یہ ملک بنانے جا رہا تھا تو قائد اعظم محمد علی جناح نے جب خان سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا کہ ہم ایک ایسی فلاحی ریاست بنانے جا رہے ہیں جس میں مساوات ہوگی، عدل ہوگا، انصاف ہوگا۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہاں عدل ہوا انصاف ہوا بلوچستان کے ساتھ۔ 58ء کی دہائی میں یہاں ایوب طاقتور آیا۔ پھر 77ء کی دہائی میں مرحوم ضیاء الحق آئے۔ جناب! 90ء کی دہائی میں مشرف آئے۔ ایوب خان نے نواب نوروز خان اور ان کے ساتھیوں کو پھانسی دیدی۔ لیکن آج نواب نوروز خان اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ زندہ ہیں، زندہ ہیں، زندہ ہیں، ابھی پورے بلوچستان میں آپ ریفرنڈم کریں ایوب کو کوئی نہیں جانتا۔ اور اسی سلسلے میں حمید شہید کو پھانسی دیدیں، حمید شہید اب بھی بلوچستان کے لوگوں کے دلوں میں زندہ ہے۔ لیکن جنرل ضیاء کا نام لینے والا کوئی نہیں ہے۔ آج ریفرنڈم کریں، کوئی اس کا نام لینے والا نہیں ہے۔ مشرف نے آ کے نواب اکبر بگٹی کو تابوت میں بند کیا اور دفنایا۔ آج مشرف دبئی سے یہاں آ نہیں سکتا۔ نواب بگٹی ہر گلی میں، ہر میدان میں، ہر پہاڑ میں، ہر ایک ایک گھر میں، یہاں

اسمبلی میں، ہر جگہ زندہ ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں جہاں عدل نہیں ہوگا، طاقت کے زور اور قوت سے آپ مسائل کو بہتر طریقے سے حل نہیں کر سکتے۔ ریاست کو چلانے کے لئے عدل کا نظام اولیت رکھتی ہے۔ اس اسمبلی کے فلور پر ووٹ ہوئے۔ بائیس سے پچیس وزراء اعلیٰ ہم نے منتخب کئے آپ بھی اُس منصب پر بیٹھے تھے۔ آج جام صاحب ہیں اُن کے والد صاحب تھے پھر دادا تھے۔ لیکن جنہوں نے صحیح کام کیا وہ یاد کرتے ہیں اور جنہوں نے بُرا کیا اُن کی بھی تاریخ ہے وہ بھی لوگ یاد کرتے ہیں۔ کیونکہ جب تاریخ لکھنے والے اپنا قلم اٹھاتے ہیں وہ سچ لکھتے ہیں وہ کسی کو معاف نہیں کرتے ہیں۔ شاید میں بھی ابھی بول رہا ہوں۔ کچھ لوگوں کو میری بات اچھی نہیں لگی۔ لیکن یہ میرا اور میری پارٹی کا موقف ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! بلوچستان میں جب بھی وفاق سے کوئی بھی اس گورنمنٹ کی میں نہیں کہہ رہا ہوں جب بھی وزیراعظم یہاں دورے پر آئے پیپلز پارٹی کا دور ہو مسلم لیگ (ن) کا دور ہو اس سے پہلے (ق) لیگ کا دور ہو، اس وقت جو وزیراعظم تحریک انصاف کا دور ہو۔ وفاق سے جو بھی آیا اُنہوں نے آ کے یہاں وعدے کئے۔ بلوچستان کے لوگ روایتاً سادہ بھی ہیں نرم دل لوگ ہیں باشعور ہیں اُنہوں نے ہر وقت یقین کیا۔ لیکن کسی دور میں بلوچستان کے عوام کے ساتھ کسی نے وہ وعدہ وفا نہیں کیا۔ جناب اسپیکر! اس لئے آج بلوچستان میں دوسوچ ہیں جو سیاست لوگ کر رہے ہیں، ایک وہ جو آج پارلیمنٹ پر اور اس جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم بیٹھے ہوئے ہیں اس پارلیمنٹ میں اور عوام کے ووٹ اور طاقت پر ہم یقین رکھتے ہیں۔ جمہوریت پر ہم یقین رکھتے ہیں۔ آج ہم آئے ہیں اس پارلیمنٹ میں۔ لیکن کچھ ایسے لوگ ہیں جو اس پارلیمنٹ میں آئے وہ مایوس ہوئے، جمہوریت سے مایوس ہوئے اُنہوں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔ ابھی ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ اس پارلیمنٹ کو ہم ایسا طاقتور بنائیں۔ اس کی ایسی vision ہو کہ کل ہم صحیح ہوں وہ غلط ہوں۔ اگر ہمارے ریویو میں، ہمارے جذبات، ہمارے فیصلوں میں شہنشاہانہ جبر و تشدد کا معیار ہوا تو وہ جیتیں گے۔ یہ نفسیاتی جنگ ہے اس کو اس طریقے سے ایک بندوق کی نوک سے ہم خاموش نہیں کرتے۔ اپنے بہتر سے بہتر آئینی اور قانونی فیصلوں سے اُس کو خاموش کر سکتے ہیں۔ ابھی ہماری Ball ہمارے ہائی کورٹ میں ہے۔ ہم کیا کرنے جا رہے ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! ایک دفعہ پھر میں کہہ رہا ہوں کہ بلوچستان کے عوام نے اس ملک کے لیے قربانی دی آج بھی دے رہے ہیں۔ یہ لوگ جو پارلیمانی سیاست کر رہے ہیں یہ سب لوگوں کو قومی دھارے میں لانا چاہتے ہیں۔ ہم جو لوگ پارلیمانی سیاست کر رہے ہیں۔ ہماری گاڑیوں پر بلاسٹنگ ہوتی ہے۔ ثناء کی گاڑی پر ہوتی ہے کہ جناب! آپ لوگ غلط ہیں۔ لیکن ہم اپنے فیصلے پر اب بھی قائم ہیں۔ ہم اب بھی اس ملک سے مایوس نہیں ہیں کہ یہاں کچھ نہ کچھ بہتر ہوگا۔ جام صاحب جیسے وزیر اعلیٰ آئیں گے بہتر فیصلہ

کریں گے۔ اس کے بعد کوئی وزیر اعلیٰ آئیگا وہ بہتر فیصلہ کریگا۔ اس ملک کو کبھی ہم نے نقصان نہیں دیا، عوام نے نہیں دیا نہ آئین کو ہم نے تھوڑا۔ آئین کی پامالی ہم نے نہیں کی اگر آئین ایوب خان نے تھوڑا تھا وہ قلعہ عبداللہ کا رہنے والا نہیں تھا۔ مشرف مستونگ کا رہنے والا نہیں تھا۔ جنرل ضیاء چنگو رکا رہنے والا نہیں تھا۔ ہم نے تو ہمیشہ پاسبانی کی ہے اور آج بھی کر رہے ہیں۔ لیکن اس پاسبانی کے لیے ہمیں ”مشکوک بلوچ“ نہ کہا جائے۔ ہم اس ملک کے رہنے والے ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! ہماری ریاست کی ہماری حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ لوگوں میں اتفاق پیدا کرے۔ لوگوں میں شعور اُجاگر کرے جو امن کا ماحول بنانے میں اپنا حصہ ڈالیں۔ یہاں بلوچستان میں سارے قبیلوں کو لڑایا گیا۔ ایک قبیلہ نہیں ہے جو آپس میں نہیں لڑے ہیں۔ رند کو ریسانی کے ساتھ لڑایا گیا۔ لانگو لانگو کے ساتھ لڑایا گیا۔ مینگل کو مینگل کیساتھ لڑایا گیا۔ بگٹی کو بگٹی کے ساتھ لڑایا گیا۔ پشتون ہیلٹ میں غمبیزی اور پیر علی زئی اور اچکزئی کو لڑایا گیا۔ اور کچھ سرکاری سردار بنے اور کچھ عوامی سردار بنے۔ ابھی ہم بھی ان چیزوں کو بھگت رہے ہیں۔ ہماری سیاسی قیادت کی ذمہ داری ہے کہ سارے قبائلی جتنے بھی جھگڑے ہیں جتنے بھی تضادات ہیں مل بیٹھ کے ان کو حل کریں اور بلوچستان کے جو آئینی حقوق ہیں ان کے لئے ہم اکٹھے ہو کر کے اسلام آباد میں جائیں۔ یہ ہمارا اخلاقی اور قومی فرض بنتا ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! ابھی میں اصل موضوع بچٹ پر آتا ہوں۔ میں وفاقی بچٹ کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں صوبے کے بچٹ کے لئے سارے ساتھیوں نے بات کی۔ سات ہزار ایک سو سینتیس ارب کا وفاقی بچٹ پیش کیا گیا ہے۔ ان میں سے تین ہزار سات سو ارب کی آمدنی ہے اور تین ہزار چار سو سینتیس ارب خسارے کا بچٹ ہے جو مجموعی اس ملک کے GDP کا 60 فیصد حصہ بنتا ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! یہ ایک اہم نکتہ ہے جو سارے ساتھی بیٹھے ہوئے ہیں اپوزیشن کی پنچر پر وہ بھی اس کو سنیں کہ آیا یہ وفاقی بچٹ جو بنا اس میں بلوچستان کے اس پیمانہ صوبہ کو کیا ملا۔ وفاقی بچٹ میں ہیلتھ کی مد میں تیرہ ارب روپے کراچی کے ہسپتال، اور وفاق کے کچھ ہسپتالوں کے لئے رکھے گئے ہیں آیا بلوچستان کے لوگ بیمار نہیں ہوتے؟ اس پیمانہ سماج میں بیماری نہیں ہے؟ تباہی و بربادی نہیں ہے کیمنسر کے مریض نہیں ہیں؟ تب دق کے مریض نہیں ہیں؟ ملیریا کے نہیں ہیں؟ لیور کے نہیں ہیں؟۔ ہارٹ ایک کیا یہاں نہیں ہوتا؟ لیکن بلوچستان کے ایک روپے بھی وہ یہ نہیں کہتے ہیں کہ بلوچستان میں تو کوئی وفاقی ہسپتال ہی نہیں ہے۔ اسکے گناہگار کیا ہم ہیں؟ اس لئے تو سارے ساتھی بولتے ہیں کہ وفاق ہمارے ساتھ ظلم کر رہا ہے۔ اور اسکی نشانی یہ ہے یہ انہی کا بچٹ ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! بجلی کے نظام کو بہتر بنانے کیلئے 80 ارب وفاقی بچٹ میں رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے اس وقت بھی بلوچستان میں 70 فیصد لوگوں کی آبادی بجلی سے محروم ہے۔

آپکا بھی ڈسٹرکٹ ایسا ہی ہے جہاں دو جزیٹرز ہیں۔ اس اکیسویں صدی میں اور تاریخی دور میں ہم لائین پر گزارا کرتے ہیں گچک اور پرون کے لوگ۔ اور یہ لائین اس وقت فرانس کے میوزیم میں رکھے ہوئے ہیں۔ جب لوگ انکو دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ جناب ایک زمانہ تھا کہ ہم یہ لائین استعمال کر رہے تھے۔ آج بلوچستان کے 70 فیصد لوگ اس اکیسویں صدی میں ایک لائٹ، ایک بلب کیلئے بھی ترستے ہیں۔ اسٹوڈنٹس لائین کے سامنے پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہے موسمیاتی تبدیلی کے لئے پیسے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ پیسے کس طریقے سے وہ استعمال کر رہے ہیں کیسے کھا رہے ہیں۔ چھ ارب روپے رکھے ہوئے ہیں یہاں گرمی بھی ہوتی ہے اور سردی بھی۔ چھ موسم ہوتے ہیں۔ یہ موسمیاتی تبدیلی کے حوالے سے یہاں کوئی ایک پیسہ بھی کبھی نہیں دیا انہوں نے۔ ہائیر ایجوکیشن جو یونیورسٹیوں کے لیئے، چونسٹھ ارب۔ ہماری یونیورسٹی تو جناب ہر وقت بچارے یہاں آتے ہیں CM صاحب کو درخواست دیکر بھیک مانگتے ہیں کہ ہماری تنخواہ کے پیسے نہیں ہیں۔ آیا ہمیں ایجوکیشن کی ضرورت نہیں ہے؟ یہ بلوچستان پسماندہ نہیں ہے بلوچستان کے لوگوں کو علم کی ضرورت نہیں ہے؟ بلوچستان کے عوام کو شعور کی ضرورت نہیں ہے؟ یہ چونسٹھ ارب کہاں آپ کس کو دے رہے ہیں؟ ہمیں تو ایک ارب ان سے نہیں مل رہا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ وفاق بہت سے مسئلوں پر ہمارے ساتھ، بلوچستان کے عوام کے ساتھ، اس صوبے کے ساتھ انتہائی زیادتی کر رہا ہے۔ بجٹ میں دس ارب ٹڈی دل، ہم اور آپ مل کر بولتے ہیں۔ ان دس ارب میں تو بلوچستان کی سب سے بڑی زمین اس وقت آدھا پاکستان بلوچستان ہے۔ اور یہ ایگریکلچرل زون بھی ہے۔ ہماری پوری فصل، ہمارے زمیندار رو رہے ہیں بچارے کسی کو، اس وقت ڈیمانڈ کر رہے ہیں ہماری گورنمنٹ سے، جام صاحب سے کہ ہمارے ساتھ تعاون کیا جائے۔ آپ کے اپنے ڈسٹرکٹ کی جتنی بھی فصلیں ہیں وہ بھی تباہ ہوئیں۔ ہمارے چنگوڑ کی بھی فصلات تباہ ہوئیں قلعہ عبداللہ کی بھی تباہ ہوئیں۔ پورے بلوچستان میں نقصانات ہوئے۔ لیکن ہمارے لیئے پیسوں میں کتنے آئیں گے یہ آنے والا وقت بتایگا؟ وفاقی ترقیاتی پروگرام کیلئے چھ سو پچاس ارب۔ ٹھیک ہے چھ سو پچاس ارب رکھے ہیں۔ ہمارا ملک پاکستان ہے لیکن اس پاکستان میں بلوچستان اس ملک کا آدھا قریب ہے۔ یہ ایک سچ ہے حقیقت ہے آئین میں لکھا ہوا ہے۔ ہماری تو جتنی اسکیمات ہیں ان پر cut لگایا گیا۔ کیوں؟ جناب اسپیکر صاحب! ہم نے اس فلور پر کئی قراردادیں پاس کیں متفقہ طور پر جو ہماری قراردادیں تھیں وہ ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ متفقہ طور پر قرارداد کا مقصد ہی یہی ہے کہ بلوچستان کے ایک کروڑ پچیس لاکھ عوام وفاق سے ڈیمانڈ کر رہے ہیں۔ لیکن ان قراردادوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ آج تک بھی کوئی اہمیت نہیں ہے جو جی چاہتا ہے وہی کرتے ہیں۔ سماجی شعبے کیلئے بہتر سے

بہتر منصوبہ بنانے کی خاطر وفاق نے 49 ارب روپے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ سماجی شعبے ہمارے تو یہاں نظر ہی نہیں آتے۔ جو سوشل سیکٹر میں وہ دیکھنا چاہتے ہیں کدھر ہے یہ پیسے؟ ہم انتظار کر رہے ہیں لیکن نہیں، وہ آتے ہیں یہاں تقریر کر کے چلے جاتے ہیں۔ اسی طریقے سے اس دوران جو لاک ڈاؤن ہوا۔ جو چھوٹے کاروباری یا بڑے کاروباری لوگوں کو جو نقصان ہوا۔ جناب اسپیکر صاحب! وفاقی گورنمنٹ نے آٹھ سو ارب ان لوگوں کے لیے رکھے ہیں جو اس دوران نقصانات ہوئے۔ ہم back میں جائیں، کہیں قلعہ عبداللہ والے کو کوئی پیسہ نہیں مل رہا تھا۔ کہیں پنجگور والے، خاران والے یا بیلہ والے یا آواران والوں کو یہ پیسے نہیں ملے ہیں۔ سال پورا ہو گیا یہ آٹھ سو ارب روپے آپ چیک کریں بلوچستان کے عوام کو کتنا ملا؟ یہ انتہائی زیادتی ہے۔ وفاقی سبسڈی میں دو سو ساٹھ ارب یہ کس مد میں دے رہے ہیں اور کس کو دے رہے ہیں؟ کہاں خرچ ہو رہے ہیں۔ ہمارا اس میں حصہ کیا ہے؟ جناب اسپیکر صاحب! مایوسی ہے حد سے زیادہ مایوسی ہے۔ اسی حوالے سے وفاقی گرانٹس 8 سو 20 ارب روپے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ اسی دوران جو کورونا کا سلسلہ چل رہا تھا وفاق کا۔ وزیراعظم صاحب یہاں آئے، ہم نے ڈیمانڈ کیا کم از کم کہ ہمارے جو بارڈرز ہیں افغانستان کے، چین کا، پنجگور کا، وہاں تفتان کا، وہاں منڈکا۔ یہ بیچارے انتہائی تکلیف سے انکا گزارا ہو رہا ہے۔ یہ daily wages والے ہیں۔ آپ بچپس ارب روپے کا اعلان کریں۔ جناب اسپیکر صاحب! ہماری بات سنی لیکن اعلان نہیں کیا۔ لیکن وہ KPK میں گیا پندرہ ارب کا اعلان کر گیا۔ ہم نے تو سمجھا کہ یہ پاکستان کا وزیراعظم ہے۔ ہمارا بھی حق ہے ہم نے اس سلسلے میں وہ ڈیمانڈ کی۔ انہوں نے کہا نہیں میں KPK کا وزیراعظم ہوں۔ خیر مبارک ہو۔

جناب اسپیکر: اسد صاحب! چالیس منٹ ہو گئے۔ باقی کارروائی بہت زیادہ ہے نا۔

وزیر محکمہ سماجی بہبود: کم رہ گیا ہے مختصر کروں گا۔ وفاقی جو وزارتوں میں انہوں نے پانچ سو ارب روپے رکھے ہوئے ہیں، وہ تو اسلام آباد تک محدود ہیں۔ کبھی کبھی باہر جاتے ہیں۔ ہمارے پورے بلوچستان کے لئے پانچ سو ارب نہیں ہیں۔ ان کی صرف وزارتوں کے لیے پانچ سو ارب روپے ہیں۔ تو یہی میں سمجھتا ہوں جناب اسپیکر صاحب! پٹرولیم کے جو مصنوعات سے انکو فائدہ ملے ہیں خود کہہ رہے ہیں ہمیں پانچ سو ارب روپے مل رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ کم بتا رہے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ہزار، دو ہزار ارب انکو مل رہے ہیں اس سلسلے میں۔ جناب اسپیکر صاحب! میں کبھی کبھی بولتا ہوں اس لیے دو، چار منٹ میں لے رہا ہوں۔ لوگ تو روزانہ بولتے ہیں ہم کبھی کبھی بولتے ہیں سال میں ایک دفعہ بولتے ہیں۔

جناب اسپیکر: آپ کی باتیں صحیح ہیں لیکن یہ ہے کہ کارروائی بہت زیادہ ہے۔

وزیر محکمہ سماجی بہبود: جی ہاں۔ جناب اسپیکر صاحب! پوری دنیا میں دوسو سفارتخانے ہیں۔ آپ خوردبین سے چیک کریں ان میں بلوچستان کا ایک بھی آپ کو نظر نہیں آئیگا۔ ہم میں قابلیت نہیں ہے؟ بلوچستان کے سارے لوگ نالائق ہیں؟ بلوچستان کے عوام میں talent ہے، قابلیت ہے۔ ابھی جو CSS کا exam ہوا تھا بلوچستان کے تو لڑکیوں نے بھی top position لی ہے۔ ایک ہزار لڑکی نے بھی top position لی۔ ہمارے پنجگور کے غلام علی کے بیٹے نے top position لی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس چیز سے اگر ہمیں نظر انداز کیا جائے چیزوں کو تو جناب اسپیکر صاحب! یہ ایک اہم جو عالمی وبا ہے۔ اس وبا کے لیے جو اس ملک کو عالمی دنیا سے جو پیسے ملے میرے خیال ساری چیزیں موجود ہیں۔ ورلڈ بینک اور ایشیاء ڈیولپمنٹ بینک کی جانب سے، سعودی، عرب امارات، جاپان، IMF، G-20 اور پیرس کلب کی جانب سے مجموعی طور پر جو انکو اپریل تک جو ہم نے ڈالر کو convert کیا یہ 438 بلین ہیں، جو این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے دس فیصد ہمارا بنتا ہے۔ کم از کم یہ ایک سو ارب سے زیادہ ہونگے۔ ابھی جناب اسپیکر صاحب! چھوٹی سی مختصراً دو، چار باتیں رہ گئی ہیں۔ سی پیک کے حوالے سے میں بتاؤں۔ اگر گوادروسی پیک سے نکالا جائے تو سی پیک کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔ سی پیک کے لیے 56 بلین ڈالر کا معاہدہ ہوا۔ خود وفاقی گورنمنٹ کہہ رہی ہے کہ 30 بلین ڈالر ہم نے خرچ کیے۔ اگر اس 30 بلین ڈالر میں سے دس بلین ڈالر بلوچستان کی روڈوں کے لئے دیتے تو آج بلوچستان کے چمن سے لیکر کوئٹہ تک یہ dual-carriage بھی ہوتی۔ اور یہاں اتنی اموات نہیں ہوتیں۔ ہزاروں کی تعداد میں ہم نے لاشیں اٹھائیں۔ ہزاروں ماؤں نے رویا ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کے بھائی گئے۔ ایسے لوگ جنکی شادیاں تیار تھیں وہ لوگ بھی اس روڈ ایکسپریسوں میں مارے گئے جو ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ آیا یہ پیسے صرف لاہور اور اسلام آباد کی خوبصورتی کیلئے آئے ہیں؟ جو وہاں سپر آئی وے بھی بنتی ہے موٹروے بھی وہاں بنتی ہے۔ جب بلوچستان کے عوام اپنے حق کے لئے کوئی بات کرتے ہیں تو انکو کہتے ہیں ”کہ آپ غدار ہیں انکو پکڑا جائے، انکو مارا جائے“۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی انصاف نہیں ہے جناب اسپیکر صاحب! یہ روڈوں کی اہمیت ہے لیکن انسانی جانوں کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ اگر اس ستر، چھتر سالوں میں ایک سو کلومیٹر اگر وفاقی گورنمنٹ یہاں بناتی۔ ابھی سات ہزار کلومیٹر روڈ بنتے۔ تو بلوچستان میں کوئی روڈ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن نیتوں میں فتور ہے۔ اس لیے انہوں نے یہ زحمت نہیں کی کہ ہم یہ روڈوں کو بنائیں۔ خیر اسکا فیصلہ وقت اور تاریخ کرے گی۔ جناب اسپیکر! آپ بھی بین الاقوامی انٹرنیشنل سروے کے مطابق بلوچستان میں ستر فیصد لوگ غربت کی لکیر سے نیچے ہیں۔ ہماری گلچک، پرون، آواران جہاں خوراک

کی کمی کی وجہ سے زچگی کے دوران ماں اور بچے فوت ہو جاتے ہیں۔ اگر بچے بچ جاتے ہیں تو ان کیلئے خوراک نہیں ہے ہم انکو دودھ نہیں پلا سکتے۔ ہم ایسے بڑے امیر صوبے میں رہتے ہوئے ہم اپنے بچوں کو ایک گلاس دودھ نہیں پلا سکتے۔ کتنی اموات ہو رہی ہیں؟ اسکے ذمہ دار کون ہیں؟ کیا سردار کھیترا ان اسکے ذمہ دار ہیں؟ مری ہیں، آپ ہیں، میں ہوں؟ جو لوگ حکمران ہیں وہی اسکے ذمہ دار ہیں۔ ہمارے ساتھ یہ زیادتیاں جو کر رہے ہیں ہم آپس میں تو لڑ رہے ہیں کہ ہمارا بجٹ، ہمارا بجٹ۔ لیکن اتفاق نہ ہونے کی وجہ سے ہم جس طریقے سے، جہاں سے ڈس سے جا رہے ہیں ہمیشہ سے۔۔۔

جناب اسپیکر: اسد صاحب! میرے خیال میں اسکو wind up کریں۔

وزیر محکمہ سماجی بہبود: جناب! اصراف دومنٹ لوں گا آپ سے۔

جناب اسپیکر: بس دومنٹ ہونگے باتیں تو آپ کی اچھی ہیں لیکن گورنمنٹ کی کارروائی بہت زیادہ ہے۔

وزیر محکمہ سماجی بہبود: تو جناب اسپیکر صاحب! ابھی ہمارا حال دیکھیں وفاقی گورنمنٹ کو ستر سال جنہوں نے چلایا۔ انہوں نے کہا ہم بہتر اسکو چلائیں گے۔ اس وقت بھی آپکے جو foreign reserve پیسے پڑے ہوئے ہیں 13 بلین ڈالر۔ لیکن بنگلہ دیش کے 47 بلین ڈالر reserve foreign میں پڑے ہیں۔ کیا ہوا؟ ہم صحیح تھے یا ہم غلط؟ تاریخ کیا بول رہی ہے؟ تاریخ والے تو لکھتے ہیں۔ تو اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ایسی چیزوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ تو اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ جناب اسپیکر صاحب! میری ایک روڈ تھی "چیدگی" کی۔ ابھی اپنے علاقے کا تو۔۔۔ اتنی میں نے باتیں کیں۔ چنگور، چیدگی، آواران دوسو تیس کلومیٹر۔ یہ روڈ کی اتنی بڑی اہمیت ہے کہ اس میں چار لاکھ چنگور۔ دو، ڈھائی لاکھ آواران، چھ لاکھ بیلہ۔ چودہ لاکھ مجموعی طور پر، بارہ، چودہ لاکھ لوگ اس روڈ سے مستفید ہونگے۔ اور geopolitically اسکی بہت بڑی اہمیت ہے۔ کل خدا نخواستہ بارڈر پر کوئی جنگ ہو۔ آج کراچی سے چھ گھنٹے، شارٹ کٹ روٹ ہے، آپ ایران کے بارڈر پر جا سکتے ہیں۔ اس روڈ کے بننے کے بعد جہاں insurgency آپ کو معلوم ہے۔ جب ترقی ہوگی تو چیزیں آگے جائیں گی۔ تو اس سے کاروبار ہماری زراعت، ہماری ایجوکیشن، ہماری ہیلتھ ایک بہت بڑی تبدیلی آئیگی۔ جناب اسپیکر! آپ بھی ساتھ ہی بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے میں مخاطب ہوں۔ ہماری آواز کو لیکر آگے جائیں۔ ہمیں اسلام آباد کے پیسوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے نہ ہمیں دیں۔ لیکن چیدگی کے کسٹم سے جو انہوں نے چالیس ارب روپے ٹیکس لوگوں نے دیئے ہیں اب تک۔ سال میں دو ارب دیتے ہیں۔ ابھی سولہ سترہ سال ہو گئے اسکو۔ میں کم سے کم بتا رہا ہوں۔ کیونکہ اگر زیادہ بتا رہاؤں شاید میرا figure صحیح نہ ہوں۔ پانچ ارب

روپے بھی کماتے ہیں۔ میں دو سے تین ارب کا کہہ رہا ہوں۔ ان پیسوں کا جو عوام نے ٹیکس دیئے ہیں انکا آدھا اگر اس سڑک کے بنانے کیلئے دیں تو انکی بڑی مہربانی۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتے ہیں تو شیخ محمد سے کہیں کہ وہ بنادیں۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتے ہیں تو ملک ریاض سے کہیں کہ وہ بنائیں۔ یا بلوچستان گورنمنٹ خود بنائے اور ٹول ٹیکس لگائے تو ایک ہی سال میں اسکی بہت بڑی کمائی ہوگی۔ کیونکہ اس وقت ہم اٹھارہ گھنٹے سفر کر رہے ہیں کراچی کیلئے۔ تفتان سے بائیس گھنٹے۔ منڈ سے اٹھارہ گھنٹے۔ اور یہ صرف چھ گھنٹے کا راستہ ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ روڈ اگر بن جائے تو اس ملک کیلئے، اس صوبے کیلئے معاشی طور پر بہت بڑی اہمیت ہوگی۔ اس لیے آخر میں ایک شعر کے ساتھ۔ کیونکہ وقت بہت کم ہے اس لیے میں بھی اتفاق کرتا ہوں کہ ثناء بلوچ اسکے بعد ہیں۔ ثناء بلوچ کے پاس تو ایک بہت بڑا پلندہ ہے ان کو بھی سننا ہے۔ تو میں اس شعر کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں جناب اسپیکر صاحب۔ بلوچی شعر:

کوڈکان گشے ماتانی ٹیلغاں جنے
کوڈکان گشے ماتانی ٹیلغاں جنے

لاڑیں گساں آس دئے
تہی ظلم باہار کنت

یک روچہ بیت کہ یک چاکری بیچ ء تہی سرار کنت

انہی الفاظ کے ساتھ جناب اسپیکر صاحب! میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ ایک دن امن ہوگا اور اس امن کے حوالے سے ہم مل بیٹھ کر آگے بڑھیں گے۔ شکریہ اسپیکر صاحب۔

جناب اسپیکر: شکریہ اسد بلوچ صاحب۔ ویسے ممبروں کی جو speech ہوتی ہے وہ تقریباً پانچ سے دس منٹ۔ آپ نے تقریباً 55 منٹ لیئے۔ لیکن اس کے باوجود بھی آپ خوش نہیں ہیں میں کیا کروں۔ جی میر نصیب اللہ مری صاحب۔

میر نصیب اللہ مری: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب اسپیکر! آج تو ساری بحث بحث پر ہو رہی ہے۔ اس دفعہ ہم PTI، جام صاحب کی BAP پارٹی کے اتحادی ہیں۔ ہمیں ملا تو ہے لیکن اس حساب سے ہمیں نہیں ملا ہے جو ہمارے پسماندہ ڈسٹرکٹس ہیں جہاں روڈز نہیں ہیں۔ ہم نے سات، سات لاشیں اکٹھے مانتر وغیرہ سے اٹھائی ہیں۔ اور ہمارے علاقے میں بجلی بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور ڈیم بھی نہیں ہیں۔ تو اس حساب سے ہمیں نہیں ملے ہیں۔ لیکن پھر بھی جو کچھلی دفعہ ہمیں ملے ہیں۔ پہلے تو کاغذات میں ہوتے تھے، جو کچھلی گورنمنٹ میں

ہوئے۔ ہم نے کر کے دکھائے ہیں۔ اور اس وقت بھی اللہ کی مہربانی سے ہمارے کام ہو رہے ہیں۔ پھر بھی جام صاحب نے ہم سے یہ اچھائی کی ہے کہ مزید آپکو کچھ پیسے دے دیں گے ڈسٹرکٹ کے حوالے سے۔ میرا یہی ہے کہ حزب اختلاف کے جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھی ہمارے بھائی ہیں۔ لوگوں نے اُنکو بھی ووٹ دیئے ہیں۔ انکے بھی اسی طرح کام ہونے چاہئیں جس طرح ہمارے ہو رہے ہیں۔ سچھلی گورنمنٹ والوں نے نہیں دیئے ہیں۔ جیسے میرا سد صاحب نے کہا۔ اُنکا حشر بھی وہی ہے آج اُنکا کوئی ایک ممبر بھی نہیں ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اُنکو بھی اسی طرح سے فنڈ ملنا چاہیے وہ بھی ہمارے بھائی ہیں ہم ایک ہی بلوچستان کے رہنے والے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ جیسے پنجاب کے چار سو بندے ہیں۔ ہم کل 65 بندے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے سے ہر لحاظ سے ملنا بھی ہے، غمی اور شادی میں یا کسی اور جگہ پر بھی۔ ایسا نہ ہو کہ ہم کہتے ہیں اگلی گورنمنٹ میں ہم ایک دوسرے سے ہاتھ بھی نہ ملائیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اُنکو بھی ملنا چاہیے اور ہمیں بھی ملنا چاہیے۔ دوسرا یہ کہ جام صاحب بیٹھے ہوئے ہیں میرے ڈسٹرکٹ میں جو ابھی کچھ دنوں سے جو مداخلت ہو رہی ہے۔ میرے دوست بھی ہیں اور بھائی بھی ہیں عارف حسنی صاحب تو ابھی نکل گئے ہیں۔ کچھ دنوں سے اُنہوں نے XEN ٹرانسفر کیئے۔ پھر میں نے کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پھر اسی سیکرٹری نے میرے SDO اور میرے جو Sub-Engineer تھے، اُنکو ٹرانسفر کیئے۔ اس طرح نہیں ہونا چاہیے ہم بھی اتحادی ہیں۔ ہم نے بھی جام صاحب! آپکو ووٹ دیئے اور دوسروں نے بھی ووٹ دیئے۔ اگر ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ابھی آپکی حکومت میں ہوتے ہوئے آپ سے گلہ کر رہے ہیں۔ وہ تو ہر وقت گلہ کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ہمارے ڈسٹرکٹوں میں مداخلت ہو رہی ہے، ہمارے حلقوں میں۔ میرے حلقے میں بھی اسی طرح مداخلت ہو رہی ہے۔ تو اس لیے آج سے میں بجٹ اجلاس سے بائیکاٹ کرتا ہوں۔ شکر یہ بڑی مہربانی۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)

جناب اسپیکر: میں سمجھ رہا تھا کہ گورنمنٹ۔ جی ثناء بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکر یہ جناب اسپیکر صاحب۔ گزشتہ تین دنوں سے جب سے بجٹ 2020-21ء بلوچستان کا سامنے آیا ہے۔ بڑی پُر مغز، جامع، سیاسی، معاشی، معاشرتی، سماجی اعتبار سے کافی خوبصورت تقریریں، تجاویز سننے کو مل رہی ہیں۔ تو شکر یہ جناب اسپیکر۔ اس وقت بلوچستان میں کافی دنوں کے بعد ہمارا بجٹ اجلاس ہوا ہے۔ بلوچستان میں کافی اور بھی ہیں سیاسی مسائل۔ اس درمیان میں سیاسی اور سماجی مسائل کو دیکھنا ہوئے۔ بالخصوص تربت میں ڈھنوک کا واقعہ ہے۔ جس نے پورے بلوچستان کی سوسائٹی، بلوچستان کے سماج کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ کورونا کے خطرات کے باوجود بلوچستان میں نوجوان، سول سوسائٹی بلکہ سیاسی

جماعتیں اتنی سرگرم نہیں تھیں لیکن سول سوسائٹی نے اُٹھ کر اس انسانیت سوز واقعہ کے خلاف سب سے بھرپور احتجاج ریکارڈ کروایا۔ اس کے بعد اسی طرح تمپ میں ایک واقعہ ہوا جس میں ایک اور خاتون شہید کر دی گئی۔ پہلے والے واقعہ میں ایک خاتون شہید کر دی گئی اور اُس کا بچہ زخمی ہوا۔ اس کے علاوہ کوئٹہ میں بلال نورزئی کا واقعہ ہوا۔ اور یقیناً اس بجٹ میں ایک بہت بڑا component نواب صاحب نے جو صبح تقریر کی لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے۔ تقریباً بلوچستان کے بجٹ کا اچھا خاصا حصہ امن وامان پر 60 سے 70 ارب روپے کے قریب سال کے آخر تک وہ خرچ کرتے تھے۔ میں صرف کل پرسوں ایک واقعہ یہاں اسمبلی کے سامنے ہوا ہمارے بچے اور بچیاں باہر آئیں اُن کا احتجاج بہت ہی منفرد تھا وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں اچھی تعلیم چاہیے۔ ہمیں زیادہ دیر بجلی چاہیے تاکہ ہم اُس کی روشنی میں بیٹھ کر پڑھ سکیں۔ ہمیں دنیا میں جو موجود تو ہیں یا انکے بچے یا اُن کے طالب علم فائدہ اُٹھاتے ہیں، ہمیں ایک اچھی internet connectivity چاہیے، ہائی سپیڈ internet connectivity چاہیے۔ 3G ہے، 4G یا اس سے بھی بہتر اگر ہو سکتا ہے، ہمیں فراہم کریں تاکہ یہ چار یا پانچ مہینے ہماری تعلیم پر خراب ہوئے لیکن بد قسمتی سے پھر اسی عدل کے دروازے کے سامنے پھر اُن کے ساتھ جو رویہ رکھا گیا وہ ہم سب کے لئے قابل افسوس ہے۔ میں مشکور ہوں حکومت نے بھی اس پر فوری طور پر نوٹس لے لیا۔ ہم اپوزیشن بھی اس میں گئے۔ حکومت نے بھی اس چیز کا نوٹس لیا۔ جو لوگ اس واقعہ میں ملوث تھے اُن کے خلاف کارروائی بھی ہوئی۔ لیکن میں صرف اتنی چھوٹی سی بات کرنا چاہتا ہوں جام صاحب! آپ کی تھوڑی توجہ چاہیے۔ جب ڈاکٹر کے پاس کوئی مریض جاتا ہے اُس کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اُس کا مرض کیا ہے، کسی کو الرجی ہوئی ہوگی، کسی کے جسم میں پھوڑا نکلا ہوگا، کسی کو زکام ہوا ہوگا، کسی کی چھاتی میں درد ہے تکلیف ہے۔ تو جب اس کی تحقیق کی جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ خدا نخواستہ یہ بہت بڑا مرض ہے یہ اس کی symptoms ہیں یہ اس کی نشاندہی ہے۔ تو میں بالخصوص یہ کہنا چاہوں گا کہ جام صاحب! بلوچستان میں لوگ نکلتے ہیں جب سڑکوں پر احتجاج ہوتا ہے، جب کسی گلی میں کسی عورت کا، کسی بچے کا خون ہوتا ہے یہ ہمارے معاشرے کے چھوٹے موٹے symptoms ہیں ایک بہت بڑے مرض کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ اور جب تک ہم اُس مرض کو سمجھنے کی کوشش نہیں کریں گے تو ہم ان چھوٹے موٹے symptoms کا بھی علاج نہیں کر سکتے، یہ ہمیں بتانا چاہیے ہیں یہ ہمیں warn کر رہے ہیں کہ ہمارے ہاں کچھ چیزوں میں خامیاں اور کوتاہیاں ہم سے ہو رہی ہیں۔ ہم نے اس کو کسی نہ کسی طریقے سے handle کرنا ہے۔ ڈھنوک کے واقعہ میں جو گرفتاریاں ہوئیں، تمپ کے حوالے سے گرفتاریاں نہیں ہوئی ہیں۔ کوئٹہ واقعہ کے حوالے سے ابھی تک بلال نورزئی کے

واقعہ کے حوالے سے بھی گرفتاریاں ہوئی ہیں، خوش آئند چیزیں ہیں۔ کل کے طلباء کے ساتھ بھی مذاکرات ہوئے۔ مذاکرات سے پہلے مسئلہ حل ہونا چاہیے۔ مذاکرات ہوئے یہ مسئلہ حل ہوا۔ میں ایک تجویز دینا چاہوں گا کہ بلوچستان ہماری اس پی ایس ڈی پی میں شامل نہیں ہے، جو ہمارے نوجوانوں نے، طلباء نے اور طالبات نے جو احتجاج کیا ہے، یہ ہمارا بھی بلوچستان میں آنے والے 10 سے 15 سالوں میں 30 سالوں کی مسلسل ضرورت ہے۔ وہ ہے ہمیں digitalization کی طرف جانا چاہیے۔ جب ہم پہلی دفعہ اسمبلی میں آئے میں نے کہا کہ یہ ٹوٹے موٹے مائیک ہمارے کام نہیں آتے، آج یہاں اگر بڑے بڑے presentations کے بورڈ لگے ہوتے تو شاید بہت سے ہم اپنی تقاریر بہت سے detail تفصیلات ہم یہاں دکھا رہے ہوتے جس سے سارے یقیناً ہمارے اراکین اسمبلی، سیکرٹری صاحبان یا محکموں کے سربراہان کم از کم اس سے مستفید ہوتے، ایک perspective ممبران کا جو آ رہا ہے وہ پوری دنیا میں اس کی سہولیات موجود ہے کہ کوئی دُور سے بیٹھا ہے اگر آپ کوئی presentation پیش کرنا چاہیں تو جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں ظہور صاحب اور جام صاحب! کہ اگر آپ لوگ تکلیف کر کے یہ جو بچوں نے احتجاج کیا ہے ایک تو یہ ہے کہ کورونا کی وجہ سے یہ جن گھروں سے تعلق رکھتے ہیں وہ سب ڈل کلاس اور لوئر ڈل کے بچے ہیں۔ بلوچستان میں 70% لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں ان کے ماں باپ جب میں خاران گیا تھا وہاں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے بچے میرے پاس آئے کہ ہم یہ فیس ادا نہیں کر سکتے۔ ہم پر چار لاکھ پانچ لاکھ واجب الادا ہیں، ہم سب کا مل ملا کے یہ آپ ختم کروادیں۔ میں آج آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ تھوڑی سی آپ فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کم از کم بلوچستان کے جتنے بھی بچے ہیں جن کے تین سے چار مہینے کی فیس ہیں چاہے وہ بلوچستان یونیورسٹی سے منسلک ہے یا بلوچستان میڈیکل یونیورسٹی اور جو ہمارا ہیلتھ سائنسز کا ہے، اس سے منسلک ہے، ہمارا خضدار سے منسلک ہے، بسیلہ یونیورسٹی سے منسلک ہے BUIETMS سے ہیں یا علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ہے یا جتنے بھی تعلیمی اداروں سے منسلک ہیں یا آپ باقاعدہ ان تعلیمی اداروں سے ان باقاعدہ تفصیلات منگوا کے یہ پانچ سے چھ مہینے کا یہ ہم سب کا ایک مشترکہ مؤقف ہے یہ ہم سب کا مشترکہ مطالبہ ہے کہ یہ فیسیں معاف کردی جائیں تاکہ ایک سپورٹ طلباء کو اس میں سے مل سکے۔ جناب والا! میں آتا ہوں ایک اہم ایشو پر جس کا ذکر صبح نواب صاحب نے بھی کیا اور ابھی اسد بلوچ صاحب نے بھی کیا۔ جام صاحب نے چار جون کو پلاننگ کمیشن کی میٹنگ سے احتجاجاً واک آؤٹ کیا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ میں دوبارہ ان چیزوں میں جانا نہیں چاہتا، یہ بڑی سازش ہو رہی ہے اٹھارہویں ترمیم کو مختصر

کرنے کی۔ یعنی اس کے ہاتھ پر کاٹنے کے۔ اٹھارہویں ترمیم سے جو سب سے بڑے فوائد ہمیں اُس وقت ملے تھے میں ہر فورم پر بھی کہہ رہا ہوں ابھی دو یا تین بڑے فورمز بھی ہوئے تھے، اٹھارہویں ترمیم نے دراصل کچھ بنیادی حقوق کی ضمانت ہمیں فراہم کر دی آزاد عدلیہ کی ضمانت ہمیں فراہم کر دی۔ اس کے علاوہ مشترکہ قانون سازی کی جو فہرست تھی، اسکو ختم کرنے کا موقع ملا جو 43 کے قریب concurrent list میں جو subjects تھے، وہ ختم۔ اگر اٹھارہویں ترمیم، اور اٹھارہویں ترمیم کے خطرے کی وجوہات کیا بتائی جا رہی ہیں۔ بتایا جا رہا ہے عمران خان صاحب کی تقریر ہے کہ جی وزیر اعلیٰ وہ ڈکٹیٹر بن گئے ہیں۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اٹھارہویں ترمیم میں وزیر اعلیٰ کے اختیارات کہیں پر بھی زیادہ نہیں کئے۔ اُس نے صوبوں کے اختیارات زیادہ کئے۔ بیانا ہم آئین کے چھوٹے موٹے طالب علم ہیں۔ آئین میں کسی بھی چیف منسٹر کو اختیارات نہیں دیئے، empower نہیں کیئے۔ اُس نے اُس صوبے کے اختیارات میں اضافہ کیا ہے۔ اس سے پہلے ہم بجلی نہیں بنا سکتے تھے، اب ہمیں بجلی بنانے کا اختیار حاصل ہو گیا۔ ہم گرڈ اسٹیشن نہیں بنا سکتے تھے، گرڈ اسٹیشن بنانے کا اختیار حاصل ہوا۔ اس سے پہلے ہم direct foreign investment کیلئے جو حکومت پاکستان کے توسط سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ اب ہم وہ بات کر سکتے ہیں۔ بنیادی حقوق متعارف کرائے گئے، اس کے علاوہ جو ڈیپنڈنسی کی dependence ہوئی۔ اور سب سے بڑھ کر این ایف سی ایوارڈ سے بلوچستان کا جو حصہ ہے اس کو increase ملا۔ اب اس بجٹ میں بلوچستان کے 35 ارب این ایف سی ایوارڈ کے share سے کم کر دیئے گئے، بڑے ٹیکنیکلی۔ ٹھیک ہے جو پیسہ ہمارے گھر میں آئیگا اس پر ہم لڑیں گے اُس پر بات چیت بھی ہوگی کہ اس میں مجھے زیادہ ملا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے گھر میں روٹی پوری ہی نہیں آئی۔ جب ہماری روٹی ہی گھر میں پوری نہیں آئی اب اس کے بانٹنے پر لڑائی تو بعد میں کریں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں ایک تو یہ ہے کہ جو وفاق نے اٹھارہویں ترمیم این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے systematically یا technically بلوچستان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے، باقی کسی صوبے کو اتنا نہیں ملا۔ سندھ تھوڑا سا اس سے متاثر ہوتا ہے، تو جام صاحب! آپ سے اور آپ کے تمام دوستوں سے کیونکہ ایک مؤقف clearly آرہا ہے، ہمیں متفقہ طور پر ایک منٹ، دو منٹ کیلئے، اس اسمبلی سے، وفاقی حکومت کے رویے اور این ایف سی میں ہمارے بجٹ میں کمی فیڈرل پی ایس ڈی پی میں بلوچستان کا اسمیں due share حصہ دینے کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں اس اسمبلی سے اپنی اسمبلی ہے متفقہ طور پر ہم سب تھوڑی دیر کیلئے واک آؤٹ کر لیں۔ یہ ایک میسج ہمیں دینا ہوگا، یہی بات اسد بلوچ صاحب بھی کی اور یہی بات آپ کے تمام دوست کر رہے ہیں، اگر یہ میسج ہم دے دیں گے۔ یہ ایک

protest ہے اگر آپ وہاں کر سکتے ہیں تو یہ protest ہم مشترکہ طور پر کیونکہ این ایف سی کے حوالے سے مشترکہ اور متفقہ قرارداد جو میں نے ہی پیش کی، اپوزیشن نے وہ یہاں منظور ہوئی۔ جس میں ہم نے نئے criteria کی بات کی تھی۔ ہم نے بلوچستان کے 9 percent سے بلوچستان کا share بڑھانے کی بات کی تھی۔ لیکن بد قسمتی سے 9 percent کی بجائے بلوچستان کا شیئر further جو ہے وہ reduce ہو گیا۔ یہ آنے والے دنوں میں کسی بھی حکومت کیلئے کل آپ حکومت میں نہیں ہونگے، اپوزیشن میں ہونگے، کوئی دوسرے لوگ ہونگے۔ ایک اجتماعی مسئلہ ہے بلوچستان کے حوالے سے اگر ہم اس کو نہیں دیکھتے ہیں اس کے نقصانات بلوچستان کو پھر slowly, gradually یہ 1986ء، 1980'sء، 1990'sء والے آئین کی طرف لے جایا جائیگا۔ ہو سکتا ہے آئین میں تبدیلی نہیں کی جائیگی لیکن technically ہر فورم پر بلوچستان کو اس کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اگر آپ اس پر تیار ہیں، ملک صاحب!، جام صاحب!، ایک یاد دہانت کیلئے واک آؤٹ اسلام آباد فیڈرل پی ایس ڈی پی میں نظر انداز کے حوالے سے ایک وقفہ کیا جائے۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): جناب اسپیکر! اس میں بہت سی باتیں ثناء صاحب نے کہی ہیں، شاید وہ ان کا جواب ہمارے پاس ہے۔ تو این ایف سی میں as such ہماری کوئی کٹوتی نہیں ہوئی ہے۔ basically ہم کوئی غلط impression-set نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ لوگوں کو حقائق بتانا ضروری ہے کہ جو حقائق ہیں وہ سب کے سامنے آ جائیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب والا! اب میں آتا ہوں این ایف سی کے share کے حوالے سے۔ 2.87 trillion جو پورا ہمارا این ایف سی کے حوالے سے شیئر ملتا تھا، اس میں جناب والا! پنجاب کو 1.4 trillion ایک ہزار چار ارب ملے ہیں اور بلوچستان کو 265 ارب روپے ملے ہیں، جس میں 30 سے 35 ارب روپے کم ہیں اور یہ ظہور صاحب اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس طرح وفاقی حکومت نے figures کے ساتھ کھیل کر ٹارگٹ کو جو revised کیا اور ان revised کی بنیاد پر بلوچستان کو 30 سے 35 ارب سے محروم رکھا۔ بے شک اس سے ہم اگر سیاسی طور پر یہاں agree نہ کریں لیکن یہ بات technically طور پر عیاں ہے کہ بلوچستان کے ساتھ وفاقی حکومت نے زیادتی کی ہے اور اس کے حوالے سے یقیناً ہمارا احتجاج ہر وقت جاری رہے گا۔ اور ہم یہاں بھی کرینگے اور اسمبلی میں کریں گے۔ اب میں آتا ہوں وفاقی PSDP کے حوالے سے، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بلوچستان کی نیشنل پارٹی کے جو چھ نکات ہیں یا چھ نکات سے بڑھ کر جو اور کچھ نکات ہم نے دستخط کئے تھے، جب ہم نے صدر پاکستان کے لئے پی ٹی آئی کی حکومت کو ووٹ دیئے۔ تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ

ان کے مطالبات صرف انسانی حقوق سے متعلق ہیں یا ان کے ذاتی حقوق سے متعلق ہیں۔ ہمارے تمام تر مطالبات وہ بلوچستان کی تعمیر و ترقی سے متعلق تھے۔ اُس میں انرجی شامل ہے، اُس میں ایجوکیشن شامل ہے، اُس میں ایریکیشن اور water-related شامل ہیں، اُس میں بلوچستان کی خونی سڑکیں ان کی تعمیر و ترقی شامل ہے، بلوچستان کے جو کوٹہ سے شیئر تھا ہمارا 9 فیصد بلوچستان کو ملنا چاہیے تھا، جو این ایف سی میں شیئر مل رہا ہے ہماری ملازمتوں میں 9 فیصد تھا۔ یہ ساری چیزیں شامل تھیں۔ اُس بنیاد پر جو فیڈرل پی ایس ڈی پی میں اُنہوں نے جو فیصلہ کیا اور بد قسمتی سے فیڈرل پی ایس ڈی پی میں بلوچستان کا حصہ۔ میں دوبارہ نہیں دہراؤں گا، جس میں اسد صاحب نے بھی کہہ دیا، باقی دوستوں نے بھی یہاں ذکر کر دیا کہ فیڈرل پی ایس ڈی پی میں بلوچستان اس وقت سب سے محروم صوبہ ہے۔ یہ بات ہمیں ماننی پڑیگی اس کو ہم نے کسی بھی فورم پر، ہمیں بار بار احتجاج کرنا پڑیگا کہ جو ہمارے سب سے اہم پروجیکٹ تھے، کوئٹہ سے کراچی کیلئے، کوئٹہ سے تفتان کیلئے یا اس کے علاوہ ہمارے بولان والا جو پروجیکٹ ہے بولان کی سڑک جو جاتی ہے سندھ سے ملاتی ہے یا سی پیک سے متعلق ہماری سڑکیں ہیں یا جو ویٹرن ہے جو ہمارا بننا تھا جہاں پر سب سے زیادہ غربت ہے، بد قسمتی سے ان تمام منصوبوں کیلئے ایک روپیہ بھی نہیں رکھا گیا۔ اس کے علاوہ بلوچستان میں وائٹ سیکٹر میں یا دوسرے شعبوں میں کوئی بھی ایسی گارنٹی نہیں دی گئی ہے بلوچستان کو جس سے بلوچستان کے عوام مطمئن ہو سکیں۔ جناب والا! اب میں آتا ہوں اپنے صوبائی بجٹ کی طرف۔ ہم نے دو سال تک مسلسل پی ایس ڈی پی پر یہاں بات کی۔ اور دو سال تک پی ایس ڈی پی پر جب بات کرنے کا ہمارا ایک ہی مقصد تھا وہ یہ تھا کہ جب ہم اسلام آباد کے ساتھ لڑتے جھگڑتے ہیں۔ تو پھر ہمیں جو فارمولہ اسلام آباد سے انصاف کا مانگتے ہیں، ہمیں وہی فارمولہ بلوچستان میں apply کرنا ہوگا۔ اگر ہم اسلام آباد کو یہ کہتے ہیں کہ بلوچستان کو فنڈز رقبے کے اعتبار سے دیئے جائیں، بلوچستان کو فنڈز پسماندگی کے اعتبار سے دیئے جائیں۔ بلوچستان کو فنڈز غربت کے اعتبار سے دیئے جائیں۔ بلوچستان کو فنڈز terrorism سے متاثر ہونے کی وجہ سے دیئے جائیں بلوچستان کو فنڈز باقی factors جو ہیں اُس کو، area کو شامل کر کے دیئے جائیں۔ لیکن جب بلوچستان میں گزشتہ کئی سالوں سے ہم یہی کہتے چلے آ رہے تھے صوبائی حکومت بھی کہ ایک ایسا formula بنائے جہاں کم سے کم grievances ہوں۔ جہاں کم سے کم اراکین اسمبلی کی یا علاقوں سے شکایتیں آئیں۔ اور اس کے لیے کم از کم ہم اگر کسی بڑے formula پر نہیں جاسکتے تھے تو جو formula، یہ NFC کا تھا اگر ہم وہی formula استعمال کرتے، میں آپ کو ایما نداری سے کہتا ہوں جام صاحب! نہ آج آپ کے دوستوں کی طرف سے کوئی شکایت آتی نہ یہاں سے شکایت آتی۔ یہ

forum لڑنے جھگڑنے کا نہیں ہے، بحث کرنے کا ہے، ایک دوسرے کے ساتھ dialogue کرنے کا ہے ایک دوسرے کے خیالات سننے کا ہے۔ particularly جو formula NFC award سے ہم نے طے کروایا ہے اسلام آباد سے اٹھارہویں ترمیم کے بعد 2010ء میں، وہ کیا ہے؟ کیا آپ 82 فیصد آبادی کے اعتبار سے دیں گے؟ آپ 10.3 فیصد غربت اور پسماندگی کے لیے مختص کریں، آپ 5 فیصد revenue generation کیلئے کریں۔ کوئٹہ اگر revenue زیادہ generate کرتا ہے تو کوئٹہ کو پانچ پرسنٹ زیادہ دیں۔ جس طرح سے اسد صاحب نے کہا میرے علاقے سے revenue generate ہوتا ہے border ہے میرا، تربت سے ہوتا ہے، چمن سے ہوتا ہے، چاغی سے گل ہوگا، بیلہ سے ہو سکتا ہے revenue بہت زیادہ generate ہوتا ہے، industries ہیں دوسری چیزیں ہیں، انکا right ہے۔

They must have 5% to 6%, 7% from that revenue generation share or revenue tax collection share.

جو tax collection سے ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور جو ہم نے ان سے منظور کروایا وہ ہے inverse population density کے اعتبار سے، کیونکہ جب آپ کسی بھی علاقے کو ترقی دیتے ہیں، اگر وہ geographically بہت بڑا ہے، مثال کے طور پر اگر ایک چھوٹے ڈسٹرکٹ میں آپ 5 کروڑ روپے دیتے ہیں۔ اور اگر ایک بڑے district میں 15 کروڑ بھی دیتے ہیں تو وہ 5 کروڑ کے مقابلے میں کم پڑتا ہے۔ اس لیے کہ per capita development cost وہ بڑے geographically size areas والے districts میں بڑھ جاتا ہے۔ It's automatically اب ہمارے بلوچستان میں یہ ہے کہ خدا کی مہربانی ہے، ہمیں بہت بڑی زمین سے نوازا ہے 43%، 42% ہماری زمین کا رقبہ ہے، بہت زیادہ تقریباً 20 سے 22% ہمارے پاس پانی کا potential ہے وہ area اگر آپ شامل کرتے ہیں۔ یہ وہ چار فارمولے تھے کہ اگر یہ ہم بلوچستان میں PSDP کی تقسیم کے وقت اگر اس کو تھوڑا سا enforce کرتے یا اس پر عملدرآمد کرتے تو تقریباً جو share میں دیکھ رہا ہوں، میں PSDP میں پڑھ رہا تھا تو کافی جگہوں پر grievances وہ adjust ہو سکتی تھیں۔ جو district کا area آبادی کے حساب سے سابقہ share تھا وہ مل جاتا تھا۔ باقی رہا political share جو political basis پر گورنمنٹ اپوزیشن والا بھی، اتنا اس سے متاثر نہیں ہو جاتا تھا، کیونکہ جب آپ fairly population کو، district

کو، area کو دے دیتے تو پھر باقی share distrub نہیں ہوتا۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں جام صاحب! کہ ہمیں تھوڑا بہت، کیونکہ یہ ایک ایسی دستاویز ہے کہ خداخواستہ یہ کوئی صحیفہ آسمانی نہیں ہے، یہ اسی forum کی ملکیت ہے، secretariat کی cabinet کی، cabinet کے ہمارے معزز ممبران کی۔ ایک چھوٹی سی میری تجویز ہے کہ بالخصوص اس پر آپ تھوڑا سا work-out کر کے دیکھ لیں کہ اگر آبادی، رقبہ، پسماندگی، کوئٹہ سے distance، میرا district خاران ہے، خاران سے احمد وال روڈ جب 1997ء میں سردار اختر مینگل صاحب وزیر اعلیٰ تھے، میں MNA تھا اُس علاقے سے، ایک letter ہم نے جمع کروایا مہربانی تھی، شیخ صاحب بھی اُس وقت زیادہ generous تھے، سخی تھے، انہوں نے ہماری سڑک بنادی تقریباً، اُس کے بعد سے آج تک حکومت بلوچستان نے وہاں ایک روپیہ نہیں لگایا۔ divisional headquarter ہے، connectivity ہے، سب سے زیادہ روڈ ہے، ٹریفک ہے، اس وقت خاران میں کیونکہ ہمارے ہاں statistics اور data کی کمی ہے، بلوچستان میں خضدار اور خاران، یہ دو، تین ایسے districts ہیں جو کپاس کی پیداوار میں، کچھ ہمارے اور بھی districts اب آگئے ہیں، آواران وغیرہ، یہ اتنی اعلیٰ quality کی کپاس پیدا کر رہے ہیں کہ Egyptian cotton سے بھی اچھی کپاس پیدا کر رہے ہیں۔ اور انکی کپاس سے ہمیں اربوں، کروڑوں روپے کا فائدہ ہوا۔ لوگوں کا معیار زندگی بڑھا۔ لیکن اگر transportation کی facility بڑھ جاتی ہے تو میرے خیال میں ہمارے لوگوں کا ایگریکلچر boostup کرے گا، لوگوں کو فائدہ ملے گا۔ یہ جو ہم کہتے ہیں کہ سرکار نوکریاں دے دے، اس بات سے بھی شاید لوگ تھوڑا سا منہ موڑ کر خود ذاتی روزگار کی طرف اور زمینداری کی طرف آئیں گے۔ تو کوئٹہ سے فاصلے کو distance from Quetta یہ آپ کے فارمولے میں ہونا چاہیے تھا۔ بلوچستان میں فنڈز کی تقسیم کے حوالے سے ایک formula جنگ سے متاثر علاقے یا جو بلوچ، جو اسلام آباد کے ساتھ تنازعہ جو بلوچستان میں چلا 15 سال سے، جو بھی ہمارے conflict zones ہیں، جہاں جو براہ راست جنگ سے متاثر ہوئے ہیں آواران، خاران، کبچ، پنجگور، کوبلو اور، ڈیرہ بگٹی یہ وہ علاقے ہیں جہاں پندرہ سے بیس سالوں میں ترقی بالکل رک گئی تھی، جتنے بھی بلوچستان میں development پیسے تھے وہ تھوڑے سے پُر امن علاقوں میں گئے، بلوچستان کے اندر جو بلوچستان کے اپنے districts کا data اور graph آپ نکالیں گے آپ کو نظر آئے گا کہ Within Balochistan there is a massive disparity in terms of human development. انسانی وسائل کے حوالے سے یا انسانی ترقی کے اعتبار سے بہت سے

بلوچستان کے جو districts ہیں، جو جنگ سے متاثرہ ہیں، انکو ہمارے فارمولے میں شامل ہونا چاہئے تھا PSDP کی تقسیم کے وقت۔ ایک اور سب سے بڑا factor جو بلوچستان کو progrowth اور economy development کی طرف لے جا سکتا ہے، وہ ہے آپ کی سرحدات اور آپکا سمندر۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کے border districts اور آپ کے ساحل سمندر سے لگنے والے districts یہ بلوچستان کا مستقبل ہیں۔ آپ 5%, 6%, 10% آپ کم از کم، کیونکہ ایک تو یہ چیز ہے کہ یہ پسماندہ رہے ہیں یہ کوئٹہ سے بہت فاصلے پر ہیں۔ power corridor سے جو district جتنا بھی دور ہوگا، وہ district اتنا ہی متاثر ہو رہا ہے۔ آپ parallel دیکھ لیں۔ حالانکہ خدا نے بہت دولت دی ہے، نوشکی، چاغی، چمن، قلعہ عبداللہ، ژوب آپ مکران تک جائیں مند، بلو اور پھر آگے coast پر، یہ سارے علاقے سب سے زیادہ potential والے علاقے یہی ہیں۔ لیکن unfortunately, development نہ ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ پسماندہ علاقے بھی یہی ہوئے۔ تو آپ سرحدات کو اس میں ڈال سکتے تھے ایک point کے طور پر۔ پھر بلوچستان میں آجاتی ہے غربت، بلوچستان میں ہر district میں غربت کا معیار مختلف ہے۔ غریب کوئٹہ میں بھی رہتے ہیں لیکن کوئٹہ کے غریب کی حالت خاران کے غریب سے، واشٹک کے غریب سے، چاغی کے غریب سے، کچھ کے غریب سے، کوہلو کے غریب سے اور ڈیرہ گہٹی کے غریب سے ژوب کے غریب سے قطعاً مختلف ہے۔ جو لفظ غربت ہے وہ ہر district میں اپنی بد صورتی اور بدرنگی کے لحاظ سے بالکل مختلف ہے۔ ایسے نہیں ہے کہ غریب ہر جگہ پر ایک طرح کا غریب ہے۔ یہاں غریب تندور سے روٹی خرید سکتا ہے۔ یہاں غریب کا بچہ سائیکل لے کر کوئی چار سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک سرکاری ہائی اسکول میں، پر نمری اسکول میں جا سکتا ہے۔ لیکن واشٹک، خاران، چاغی، ژوب کے غریب کا بچہ کسی گاؤں میں رہتا ہے اُس کے لیے 45 سے 50 کلومیٹر، 100 کلومیٹر سائیکل پر اپنے بچے کو بھیجنا ممکن نہیں۔ نزدیک کے کسی ہسپتال تک موٹر سائیکل پر اپنے مریض کو پہنچانا مشکل ہو جاتا ہے۔ تو میرے خیال میں بلوچستان میں جو overall development کا paradigm ہے یا overall اُسکی discussion ہے یا اُسکا discourse ہے اس پر ہماری ہونی چاہیے، اگر بلوچستان کو اس بد صورت غربت اور پسماندگی سے نکالنا ہے we have to come up with a comprehensive policy and consensus۔ ہم نے بجٹ اجلاس سے پہلے کہا تھا کہ بجٹ پر بحث و مباحثہ ہونا چاہیے۔ اگر بجٹ پر بحث و مباحثہ نہیں ہوتا تو اُس کا یہ ہو جاتا ہے، کیونکہ ہمارے جو بیوروکریٹس ہیں ہمارے بھائی ہیں سب ہمارے لیے

بہت ہی قابل احترام ہیں۔ لیکن کیونکہ وہ ساری زندگی ایک ہی رفتار سے وہ جب کام کرتے ہیں تو ان کے دماغ میں imprint ہو جاتا ہے۔ کہ وہ ایک process سے اتنا گزرتے ہیں کہ ان کے دماغ پر یہ بات مثبت ہو جاتی ہے، پھر اُس کے بعد وہ نئی سوچ invention جدتِ بخت میں نہیں ہے۔ یہ پرانی PSDP، نئی PSDP، جام صاحب یاد ہوگا، میں نے last time بھی ذکر کیا تھا اور میں چاہتا ہوں کہ بلوچستان میں جہاں بھی allocation ہوئی ہے وہ پیسہ لگے اور اُس پر کام ہو۔ یہ نہیں ہے کہ کوئی بھی government آئے اور خدانخواستہ کام نہ ہو اور وہ government کا کام ہو اور ہم کہیں کہ اُس نے کچھ نہیں کیا۔ it is our responsibility۔ کل اجتماعی طور پر۔ last time جب ہم نے ذکر کیا تھا کہ PSDP کا template، اُس کا پرو فارما ہے،

We have to come up with more modernize implementable practical template.

جس میں آپ پورے بلوچستان کے لوگوں کو دکھا اور بتائیں۔ جس طرح مجھے لوگ کہیں گے کہ خاران میں ڈیڑھ ارب روپے آگئے ہیں لیکن مجھے پتہ ہے کہ یہ ڈیڑھ ارب روپے چھ یا سات سال میں بھی خرچ نہیں ہونگے۔ اس لیے کہ میرے district میں یا کسی کے بھی district میں جو بھی funds دیئے گئے ہیں اُس کے against time frame نہیں ہے۔ اُس کے against implementation plan نہیں ہے۔ اُس کے against, monitoring and evaluation mechanism نہیں ہے۔ اُس کے against, transparency, کہ میرے حلقے کے لوگوں کو پتہ چلے کہ یہ کام اتنا ہوا ہے، اتنا ہو رہا ہے مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہ ہو۔ اور آج کل دنیا میں technology اتنی آگے آگئی ہے کہ جب میں افریقہ میں constitution making کا چارملین ڈالرز کا project میں Head کر رہا تھا۔ اتنے بڑے سے computer پر جس طرح آپ لوگوں نے کورونا کے حوالے سے ایک special cell بنایا اور اُس میں آپ لوگوں نے بڑے بڑے computer لگائے، اُس میں آپ کو نظر آ رہا تھا کہ dashboard کی طرح اتنے مریض یہاں سے ہیں، اتنے زندہ ہیں، اتنے اللہ کو پیارے ہو گئے، آپ exactly ایک dashboard develop کر سکتے ہیں۔ جس کی صوبائی اسمبلی میں اس جگہ پر بھی connectivity ہو، Chief Minister Secretariat میں ہو، آپ کے secretariat کے ہر block میں لگا ہو، روزانہ کی بنیاد پر آپ کو dashboard پر نظر آ رہا ہو کہ جو project اپنی رفتار سے جا رہا

time frame کے مطابق، وہ green ہے۔ tander وقت پر ہوا ہے، اس کی allocation وقت پر ہوئی ہے۔ اس کی file کہاں رک گئی ہے۔ at least you have to see it ابھی تک بلوچستان اتنا manual کام کر رہا ہے، 1854 کی دستاویزات، انگریز کی اٹھا کر دیکھیں gazetares کی، یہ جو ہمارا filing manual system ہے، اس نے بلوچستان کو کافی تکلیف دہ اور پس ماندہ بنا دیا ہے۔ so we to come up with more advanced system جس میں میرے district کے لئے ایک روپیہ بھی نہ ہو، کسی اور کے district کے ہوں at least لگ جانے چاہیے یہ لگتے نہیں ہیں۔ اب میں آپ کو بتاؤں گا کیسے؟ جناب والا! مثال کے طور پر میں آتا ہوں ایجوکیشن کی طرف، ایجوکیشن میں کچھلی PSDP میں ہماری کوئی 15 سے 16 ارب روپے کی اسکیمات تھیں۔ اگر آپ کہیں میں آپ کو PSDP ایک ایک کر کے سناؤں گا اور پھر اُنکے against achievements بتاؤں گا۔ بڑے projects PSDP میں نظر آتے ہیں وہ گارنٹی نہیں ہے ترقی کا۔ اس کے against جو implementation کا آپ کا ایک mechanisim ہے اُسکو آپ نے دیکھنا ہوگا۔ PSDP Chief Minister schools improvement of 100 schools، No.1315 کا ایک project جو 983 million کا تھا، ایک ارب روپے تھے اس میں، یہ PSDP ہے۔ اس پر جناب والا! achievement یہ zero ہے۔ اس PSDP میں تھا۔ اس میں بھی آگیا دوبارہ، اب یہ خامی کہاں ہے؟ میں یہ نہیں سمجھتا کہ یہ ساری political leadership کی خامی ہے۔ اس میں institutions کی خامی ہے، بیوروکریسی کی خامی ہے ہمارے اداروں کی خامی ہے۔ modrenized نہیں ہیں، اس کے علاوہ ایک اور آجاتا ہے PSDP No.1316، یہ 200 middle schools کو یہ improvement کی تھی۔ 1500 million ڈیڑھ ارب روپے اسکے against achievement یہ zero ہے۔ دو ارب روپے جو اس PSDP میں تھے اُس میں سے سمجھیں ایک روپیہ نہیں لگا۔ پھر آتے ہیں PSDP No.1497، CM program for toilets، water کے لئے تھا اس میں کچھ کام ہوا 60%-50% اس میں achievements ہوئیں۔ ایک ارب روپے کا تھا پھر اس کے علاوہ upgradation high to higher schools ایک ہزار ملین یعنی ایک ارب روپے اس میں پڑے ہوئے تھے۔ اس میں صرف جناب والا! 19% achievements ہو سکی۔ تو یہ کتنے سال تک چلے گئے ایک ہزار کروڑ روپیہ ongoing میں؟ یہ کم از کم مجھ جیسے بندے کو جو کم از کم development

expert ہے، اسمبلی کا ممبر ہے، بلوچستان کی policy making پر بات کرتے ہیں، باہر کے forum میں لوگ ہم سے پوچھتے ہیں، I should have an answer, I must have an answer. کہ یار! یہ بلوچستان کے پیسے جو ہم نے رکھے ہیں یہ ہماری گورنمنٹ نے، ہمارے دوستوں نے، ہمارے پی اینڈ ڈی ڈی پارٹمنٹ نے، ایجوکیشن ڈی پارٹمنٹ نے، یہ ختم کرنے ہیں۔ It has to be very clearly underlined.

(اس مرحلہ میں سید احسان شاہ، چیئرمین نے اجلاس کی صدارت کی)

جناب چیئرمین: ثناء بلوچ صاحب ذرا مختصر کریں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جی جناب! میں مختصر کر رہا ہوں۔ اچھا دوسری بات یہ ہے، مختصر کروں گا۔ اب آجاتی ہے بات ملازمتوں کی۔ اس بجٹ میں پانچ ہزار کے قریب ملازمت کے مواقع پیدا کیے گئے ہیں، اچھی بات ہے لیکن جناب والا! بلوچستان کا گزارا پانچ ہزار ملازمتوں سے نہیں ہوگا۔ یہ ایک report ہے، P&D Balochistan نے بنائی ہے Covid-19: Balochistan socio-economic impact assesment. میں اس کو for the sake of criticism نہیں کر رہا ہوں for the sake of improvement چاہا ہوں کہ ہمارے ہاں یہ discussion ہو، dialogue ہو حکومت بلوچستان کے ساتھ، particularly ہمارے officials جو بیٹھے ہیں وہ دیکھ رہے ہیں۔ اس میں جناب والا! میں آپ کو بتاؤں گا کہ جو غربت کے حوالے سے، بیروزگاری کے حوالے سے clearly اس میں دیا گیا ہے کہ 2017-18ء میں کہ Pakistan Labour Survey کے مطابق بلوچستان میں اس وقت بیروزگاری کورونا کی وجہ سے 30 سے 40 فیصد بڑھے گی۔ اس طرح سات سے بارہ لاکھ لوگ آنے والے ڈیڑھ سال میں بلوچستان میں مزید بیروزگار ہوں گے۔ کیوں ہوں گے؟ کیونکہ service sector نے بہت بڑا suffer کیا ہے، بلوچستان کی service sector ٹرانسپورٹ بھی ہیں یا تو transporters ہیں، ہمارے پاس یا تو زمیاد والے تھے، یا ہمارے پاس دکاندار تھے، یا ہمارے پاس تاجر تھے، یا ہمارے پاس زمیندار ہیں جنکی فصلیں ٹڈی دل کی وجہ سے خراب ہوئیں اور بجلی کی نہ ہونے کی وجہ سے، پھر transportation کی کمی کی وجہ سے تو سات سے بارہ لاکھ لوگ ایک سال کے اندر بیروزگار ہوں گے۔ تو ظہور صاحب! پانچ ہزار نوکریوں کی بجائے اس پر ایک اچھی سی discussion اور debate ہونی چاہیے کہ کس طرح بلوچستان کیلئے کم از کم private اور public sector میں کم از کم ہم

اور نہیں کر سکتے 3 سے 4 لاکھ ملازمتوں کے مواقع پیدا کئے جائیں اور اس کیلئے ہماری PSDP میں جو پیسے پڑے ہوئے ہیں اُسکو کیسے reappropriate کیا جائے یعنی اُس کو دوبارہ کس طریقہ سے پھر progrowth اور prodevelopment والے areas کیلئے مختص کر کے یہ بنائیں اور یہ report اُنکی اپنی ہے جو بناتے ہیں، ہمیں پڑھتا ہوں، یاد دیکھتا ہوں تو میں personally یہ سمجھتا ہوں کہ جب کبھی کبھی یہ رپورٹ نکالتے ہیں تو They do read it. They do read their own reports. اور اسی کے مطابق اپنی development strategy کو alien کرتے ہیں alien means اس کے ساتھ منسلک کرتے ہیں یہ ساری اُنکی recommendations ہیں اگر کہیں، وقت کی کمی ہے otherwise میں سارا آپکو بتا دوں۔ اب میں آجاتا ہوں ایجوکیشن کی طرف ایجوکیشن میں ہم نے ایک تجویز دی تھی گورنمنٹ کو کہ جناب والا! بلوچستان کی PSDP ہے اس کو اگر سب جوڑ کر رکھ دیں ہو سکتا ہے اس میں حکومت کی سو فیصد نیک نیتی ہو۔ department کی بھی نیک نیتی ہو۔ لیکن کبھی کبھی انسان کو چیزیں سمجھ نہیں آتیں ہم سے غلطیاں ہوتی ہیں سب سے ہوتی ہیں اس کو آپ نچھوڑیں گے ہر project کو جا کے دیکھیں گے وہ اگر ایک ہزار ملین کا ہے دو ہزار ملین کا ہے پانچ سو ملین کا ہے چھ سو ملین کا ہے جب آپ project کو تھوڑا کرید کے دیکھیں گے تو اُس میں 70 یا 80 فیصد اُس پر وجیکٹ کا سیمنٹ، سریا، اینٹ، بجری اور ٹھیکیداری تو پھر کیا ہو جاتا ہے یہ construction centric PSDP بن جاتی ہے تو وہ productivity نہیں لاتی۔ وہ اس لئے کہ بلوچستان میں آج سے پندرہ سے بیس سال سے عمارتیں بنی پڑی ہیں ابھی یہاں سے گزر کے جائے ضیاء لانگو صاحب والوں نے بنایا تھا میں کبھی جاتا ہوں آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں وہ اینٹ ہماری طرف دیکھ کے ہم پر ہنس رہی ہوتی ہے ہم اُنکو دیکھ کے رو رہے ہوتے ہیں۔ خاران میں جائیں اس طرح buildings پڑی ہوئی ہیں، BRC خاران میں complete نہیں ہو رہا ہے ایک ہزار ملین آپ نے 2 نئے BRC بنانے کیلئے رکھے ہیں، تو بھائی پہلے جو تعمیر مکمل نہیں ہوئی ہے۔ 100% focus کر کے اُنکے لئے آپ نے، خاران BRC کیلئے ایک روپیہ بھی نہیں رکھا۔ پنجگور میں بنے BRC چمن میں بنے BRC کبھی اور بنے میں اس کے حق میں ہوں لیکن میری ذاتی رائے کم از کم یہ ہے کہ ایک بہت بڑی debate اور discussion کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اگر آپ نے ایک ہزار ملین ایک پولی ٹیکنک ہماری خواہش تھی، ہم بچھلی دفعہ اس کیلئے قرار داد بھی لائے، چاغی میں ایک پولی ٹیکنک انسٹیٹیوٹ بنانے کا۔ لیکن ہم نے یہ نہیں کہا کہ اُس کے لئے construction کریں ایک بلڈنگ بنائیں چاغی میں سینڈک میں ابھی

there is enough rooms, there are enough Hostels, there is بھی enough space. immediately announce کر دیں کہ جی ہم نے چانگی کا پولی ٹیکنک 3 subject, 4 subject میں establish کر دیا ہے آپ کو اُس کیلئے 450 ملین 50 کروڑ کی ضرورت نہیں آپ کو صرف سو ملین کی یا صرف پچاس ملین کی ضرورت ہے اور چھ پوسٹوں کی ضرورت ہے سات پوسٹوں کی create کرنے کی پرسوں سے اُس کی classes, practically اسی علاقہ میں آپ شروع کروا سکتے ہیں۔ کیوں خواہ مخواہ انتظار کریں گے اور یہ 450 ملین کے پولی ٹیکنک کی عمارت چانگی میں دالبندیں میں آج میری تقریر note کر کے لکھ لیں میں آپ کو حلفیہ کہوں گا یہ پچاس سالوں میں بھی نہیں بنے گا۔ اس لئے آپ ایسے projects پر جائیں جہاں نئی بلڈنگ کی نہیں آپ سارے، ہم MPAs ہیں ہم سب کو بٹھائیں ہم سے مشورہ لے لیں۔

جناب چیئر مین: ثناء بلوچ صاحب! time کا خیال کیجئے گا۔ یہ جو آپ تجاویز دے رہے ہیں اس کیلئے میرے خیال میں آپ ایک تحریک لے آئیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: سر! میری بات سنیں گے؟

جناب چیئر مین: میری گزارش سن لیجئے آپ پورا بلوچستان کی development strategy کے متعلق بات کر رہے ہیں تو بہتر یہ ہوگا کہ اس کیلئے آپ الگ سی ایک تحریک لے آئیں اُس پر سیر حاصل بحث ہوگی۔ بڑی مختصر کیجئے گا اور دوست بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: چیئر مین صاحب! میری تقریر ابھی آٹھ سے دس منٹ ہوئے ہیں آپ نے تو پوری بحث speech دوبارہ repeat کر دی۔ ہم نے کچھ نہیں بولا، جو بحث speech اُس دن ہوئی آپ نے اُس کو repeat کیا ہم نے کچھ نہیں بولا۔ میں تو یہی کہہ رہا ہوں کہ بحث کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ اُس میں strategy missing ہوتی ہے تو اُس strategy کو بہتر بنایا جائے۔

جناب چیئر مین: میں نے دیگر پر بات کی، میں نے بلوچستان کی development strategy پر بات نہیں کی۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: سر! میں ابھی اس پر آتا ہوں، اس PSDP میں پچھلے میں 1 ارب 20، 21 کروڑ کے قریب رکھ دیے گئے تھے NUST کی زمین لینے کیلئے، اب آپ مجھے بتائیں جو بلوچستان کے اپنے کالجز تعلیمی ادارے ہیں اُنکی اپنی سہولیات کچھ نہیں ہیں NUST is public private جو اپنا ادارہ ہے وہ خود

اتنے پیسے کماتا ہے اُسکی زمین کیلئے کم از کم آپ ہمارے غریبوں کی PSDP سے ہمارے بچوں کے اسکول کے پیسوں سے نکال کے اُس کے لئے رکھ رہے ہیں۔ NUST بنے یہاں سارے تعلیمی ادارے نہیں لیکن They have their own money، NUST کا اپنا بجٹ بلوچستان کے بجٹ سے بڑا ہے اُس کیلئے 1 ارب 20 کروڑ روپے ہمارے بجٹ سے آپ نے نکال لیے ہیں ذرا آتا ہوں صحت کے حوالے سے۔ بلوچستان میں اس دفعہ Covid-19 کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک اچھی پیش بندی کی گئی ہے۔ لیکن میں آپ کو تھوڑی سی یاد دلانا چاہوں گا کہ ہیلتھ کے حوالے سے ایک اچھی اس PSDP میں بہت سے projects تھے۔ میں دوبارہ اس لئے بات کر رہا ہوں کہ اگر اچھی پیش بندی والے منصوبے ہیں وہ مکمل نہیں ہو رہے ہیں اُس target کو آپ achieve نہیں کر رہے ہیں۔ آپ کی missing strategy ہے آپ کے پاس جس کی آپ بات کر رہے ہیں implementation plan نہیں ہے اُس کے against آپ نے بڑے منصوبے رکھ دیئے ہیں 4 ارب 5 ارب 6 ارب اُس کے against یہ جو پچھلے آپ کے dialysis centers کا قیام 18 کے قریب وہ مکمل نہیں ہوئے۔ ضلعی ہسپتالوں میں 20 بستروں کا 20 دفعہ آپ نے plan بنایا ہوا ہے سارے علاقوں میں یہ plan ہے خاران کو اس سے دوبارہ نکال دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایئر ایسبولینس کی خریداری ہمارے کافی دوستوں نے اس پر بات کی، میں دوبارہ زیادہ time نہیں ضائع کروں گا۔ اس وقت بلوچستان کے تمام ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کو well equipped آٹھ سے دس اچھی ایسبولینس لیکر دے دیں، آٹھ سے دس نہیں لے کر دے سکتے دو لے کر دے دیں تین لے کر دے دیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو سب سے بڑا problem یہ ہو رہا ہے کہ ہمارے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کو rehabilitate کر کے وہاں پر اچھے ڈاکٹرز کی تعیناتی کو یقینی بنائیں۔ ایئر ایسبولینس یہ اُس جگہ پر feasible ہو سکتی ہے جب آپ حالت جنگ میں ہوں، روزانہ کی بنیاد پر آپ کے لوگ مر رہے ہوں اور آپ کو پتہ ہے۔ دوسری بات میرے خود دوستوں نے بھی وہاں سے اس کی جو cost ہے اس کی جو maintenance cost ہے اس کی جو operational cost ہے وہ ہمارے ہاں سالوں میں تقریباً دس سے پندرہ کروڑ تک بڑھ جائیگی۔ تو بلوچستان کو اس وقت اگر یہ ایک idea ہے خُدا بلوچستان کو قطر، دُبی، اور کویت کی طرح اس کے تیل ویل نکل آئیں، gas-wells نکل آئیں اور بھی بلوچستان کی اپنی خود مختاری کا احساس اُسکو ہوا اور اُنکا اچھے طریقہ سے استعمال ہو PPL کے ساتھ ہمارا اچھا معاہدہ ہو پھر آپ دس ایئر ایسبولینس لے لیں لیکن ان حالات میں جو بلوچستان کا بجٹ ہے ہم خود خسرارے کا بجٹ پیش کر رہے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں اس منصوبہ کو دوبارہ زیر غور لائیں

اور اسکو کسی نہ کسی طریقہ سے covert کر لیں ایسولینرز کے حوالے سے۔ سر! ہیلتھ میں کینسر ہسپتال کا project تھا دوسرے project تھے سب کی achievements اگر میں دکھاؤں پچھلے سال کی، 3%، 9%، 10%، 4%، غربت کا ذکر کیا آپ لوگوں نے زراعت کے حوالے سے آپ نے اچھی باتیں کیں جناب والا! لیکن زراعت میں 15 ارب روپے رکھے گئے ہیں یہ بھی پرانی دیکھا نوسی، آج سے تیس، چالیس سال پہلے جو بھی زراعت میں منصوبہ رکھے جاتے تھے انہی کی repetition ہے تالاب بنانا تالابوں کو ٹھیک کرنا pipe فراہم کرنا جناب والا! یہ ایگریکلچر میں innovation نہیں ہے اس کو pro-growth development strategy نہیں کہتے میں نے نہیں کہا زراعت کے 15 ارب بھی نکالیں آخر میں یہی نکلے گا سینٹ سر یا اور جبری۔ innovation جس کی آپ تعریف کر رہے تھے innovation جدت کیا ہے؟ اسرائیل نے اپنے ریگستانوں میں دُنیا کا سب سے بڑا fruits کا Exporter اسرائیل کیوں ہے؟ بلوچستان سے چھوٹی سی زمین ہے اُس کی، بلوچستان سے زیادہ dry region ہے اُس کا innovation نہیں ہے۔ ٹڈی دل کے لئے 50 کروڑ آپ نے رکھے ہیں لیکن آپ کے پاس کوئی مجھے ایسی strategy بتائیں جو دوائی بن سکتی ہے وہ بلوچستان میں یہاں پر بنا سکتے ہیں آپ 50 کروڑ روپے میں سے 10 کروڑ روپے بلک پرائیویٹ سیکٹر میں رکھیں، soft loan کے طور پر ایک کمپنی کو دعوت دے دیں کل سے وہ بلوچستان میں خود زرعی ادویات بنانا شروع کر دے۔ آپ اُس سے کہیں کہ ٹیکس فری ہے زمین ہمیں ایگریکلچر والے دے دیں گے بجلی اُسکو 24 گھنٹے دے دیں میں investor 10 لے آؤں گا 15 سے 20 کروڑ روپے میں بلوچستان میں سبسڈی ریٹ پر دوائیاں بنا کر زمینداروں میں تقسیم کرنا شروع کر دیں گے کر دیں گے۔ 15 ارب روپے اگر زراعت میں پڑے ہیں۔ 8 لاکھ گھنٹے سر آنکھوں پر 1985ء ضیاء الحق کے وقت سے گھنٹوں کی سیاست اور گھنٹوں کی PSDP چل رہی ہے benefit نہیں دیتا۔ یہ محکمہ یہ ایسے محکمے تبدیل کرنے کی انکی ضرورت ہے۔ پبلک پرائیویٹ سیکٹر میں جائیں کسی کی زمین ہے اپنی application جمع کروائیں گورنمنٹ کو دے دیں پرائیویٹ سیکٹر میں لوگ hire کریں لوگوں کو incentives دیں اُس کے بعد کسی کو اگر چاہیے آپ اُس کو دس ہزار بیس ہزار، تیس ہزار، چالیس ہزار روپے کی سبسڈی اور incentives دے دیں وہ اپنی زمینیں level کروائیں۔ یہ ذمہ داری حکومت نے اپنی سر اٹھائی ہے۔ یہ موجودہ حکومت میں یہ سمجھتا ہوں اگر آپ revolutionarize کرنا چاہتے ہیں پانچ ذمہ داری اپنے سر لے لیں باقی سب کو ختم کر دیں پرائیویٹ سیکٹر ایک ایجوکیشن ہے بلوچستان کی top most priority ہونی چاہیے۔ ہمارے پاس زرعی

زمین کم رہ گئی ہے minerals ہماری ختم ہو رہی ہیں ہمارے پاس جو آنے والا مستقبل ہے وہ ہمارے بچے ہیں ہمارا سونا چاندی ہیرے موتی کپاس گندم چونکہ وہ ہمارے بچے ہیں یہ ساری زندگی باقی چیزیں ہونگی سونا چاندی نہیں رہیگی آپ نے ساری investment Human resource development میں کرنی ہے۔ آپ نے ایسے پیسے لگانے ہیں جس میں آپ اپنے بجٹ کا at least تین سے چالیس فیصد پچاس فیصد آپ Human resource development کرنے کیلئے بنائیں۔ جو بچہ بڑا ہوتا ہے وہ اُسکو سرکار اپنا بچہ سمجھ کے اُس کو بہترین قسم کی تعلیم دے۔ Schools, Education, Skills Development کی طرف جائیں۔ بلوچستان آنے والے 20 سال کے بعد Middle East میں Europe میں جا کے یہ بچے خود اربوں روپے کما کے آئیں گے۔ میں آپ کو چھوٹی سے مثال دوں جناب والا! Austria ملک چھوٹا سا اُس کے پاس نہ تیل کی دولت ہے نہ اُس کے پاس سونا ہے نہ چاندی ہے لیکن انہوں نے اپنی Human resource development پر توجہ دی ہے۔ آج سب سے زیادہ foreign exchange reserve جو آتا ہے اُنکا وہ Austria کا آ رہا ہے سب سے well paid لوگ اُسکے ہیں۔ دُبی اور سعودی سے زیادہ اُس کے پاس وسائل ہیں اُس کے خزانے پیسوں سے بھرے پڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے تیل نہیں نکالا گیس نہیں نکالی انہوں نے اپنے بچوں کی اچھی تربیت کی۔ Human resource development اور skill development میں آپ کو آنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ جناب والا! وقت کی کمی ہے آپ اجازت نہیں دے رہے ہیں دو تین issues اور ہیں وہ یہ ہیں کہ جو میرے اپنے ڈسٹرکٹ کے حوالے سے ہیں۔ بلوچستان میں یہ discussion چل رہی ہے نئے ڈسٹرکٹ اور نئے ڈویژن بنائے جائیں گے میں یہ سمجھتا ہوں اگر آپ ڈسٹرکٹ اور ڈویژن بنا رہے ہیں جو ڈسٹرکٹ اور ڈویژن بنے ہوئے ہیں وہ ابھی تک آپ نے اُنکو کوئی سہولت نہیں دی۔ خاران کو آپ ابھی تک دل سے own نہیں کر رہے کہ وہ ایک ڈویژن ہے۔ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر کیلئے دو دفعہ تین دفعہ proposal گئی ہے کمشنر صاحب وہاں کرایہ کے ایک کمرہ میں رہتے ہیں۔ یہ حکومت کی ریاست کی اُس کی اُس کے اُس کی privilege کی اُس کے title کی ایک قسم کے استحقاق کو مجموع کر رہے ہیں کہ آپ اس دفعہ بھی ڈویژنل ہیڈ کوارٹر کی عمارت کیلئے ایک روپیہ بھی خاران کیلئے نہیں رکھا ہے۔ روڈ سیکٹر میں میں نے یہی بات کی کہ خاران کی connectivity اگر آپ CPEC کے حوالے سے کہتے ہیں یا بلوچستان کی تعمیر و ترقی کے حوالے کہتے ہیں، رخشاں ڈویژن کا ہیڈ کوارٹر ہے، center ہے آپ کا۔ junction پر ہے آپ کے پانچ سے چھ ڈسٹرکٹ کا کوئٹہ کو

connect کرتا ہے۔ اس کے حوالے سے ایک روپیہ ہمیں روڈ کے سیکٹر میں آپ لوگوں نے محروم کیا۔ تعلیم کے شعبہ میں میں نے بات کی ایک BRC ہے پانچ چھ سال سے بند پڑا ہوا ہے ہم منتیں کرتے ہیں اُس پر ایک دو روپے آپ لگا دیں اُس کو مکمل کر دیں۔ وہ مکمل طور پر اس دفعہ بھی اُسکو zero allocation اُس کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ دو تین بڑے subjects جو ہمارے پاس تھے۔ خضدار میں اور لورالائی میں تقریباً 8 ارب روپے کی لاگت سے بلکہ 11 ارب روپے کی لاگت سے دو میڈیکل کالجز کے لئے projects، ان کے لئے منظور ہوئے ہیں آج سے تین چار سال پہلے، دونوں کے against achievement وہ دو تین فیصد بھی نہیں ہے۔ Covid-19 کے بعد آپ کو سب سے زیادہ ہیلتھ سیکٹر میں Human Resource کی ضرورت ہے آپ پچاس سال کا scenario ذہن میں رکھتے ہوئے at least کم از کم ان دو اداروں کو مکمل کرنے کیلئے top priority پر بجٹ رکھیں۔ اس دفعہ ان کیلئے جناب والا! 30 کروڑ اور 20 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ مجھے پتہ ہے کہ فنڈز کی کمی ہے ہمیں پتہ ہے کہ آپ کو allocation میں فنڈز مختص کرنے میں بہت سی مشکلات کا سامنا ہے۔ لیکن اسی بات کیلئے تو ہم کہتے ہیں کہ جب بجٹ کا اجلاس ہوتا ہے جب آپ کے پاس discussion اور تجاویز آتی ہیں، سارے دوستوں نے بھی یہ تجاویز آپ کے سامنے رکھ دیں آپ اس کو reopen کریں۔ آپ اس میں تبدیلی کی جو گنجائش جہاں ہے وہ لے آئیں تاکہ بلوچستان میں مل کر کام کرنے کا ایک اچھا موقع مل جائیگا۔ جو تجاویز آئی ہیں ڈسٹرکٹس میں اگر کوہلو میں، میں سمجھتا ہوں جنگ زدہ علاقہ ہے نصیب مری سے ہزاروں اختلافات میرے صحیح۔ سیاسی طور پر ابھی تو ہم نے مرکز میں بھی اُن کو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن میرا دل جلتا ہے کہ اگر ڈیرہ بگٹی اور کوہلو کو اُن کا حصہ نہ ملے۔ میرا دل جلے گا کہ کیچ کو اُس کا حصہ نہیں ملے جنگ زدہ علاقہ ہے اُس کو زیادہ ملنا چاہیے۔ خاران جنگ زدہ علاقہ تھا۔ اس کے علاوہ پنجگور بھی۔ لیکن We have to sit together. ایک فارمولے پر ایک دوسرے کو قائل کر کے ابھی تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یار یہ لوٹ کر لے گیا وہ لوٹ کر لے گیا۔ یہ اتنے ارب لے گیا وہ اتنے ارب لے گیا۔ یہ والی جو ہماری سوچ ہے اس سے نہ صرف بلوچستان کی تعمیر و ترقی رک رہی ہے بلکہ اس سے جو اور بھی مزید اختلافات ہیں مزید خلفشار ہیں یا مخالفت ہے وہ بڑ کر سامنے آرہی ہے۔ جناب چیئر مین میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا اور اُمید ہے کہ محترم ظہور صاحب اپنی اختتامی تقریر میں ہماری تجاویز پر غور کرینگے اور کوشش کرینگے کہ اگر اس طرح کی کوئی ایک منصوبہ بندی ہو سکتی ہے کہ PSDP کو دوبارہ reopen کر کے ایک اچھی discussion اور debate ہو۔ اُس کے بعد اس کو دوبارہ آپ cabinet میں لے جائیں جو بھی تجاویز اس میں شامل نہیں تھیں

جو ان فارمولے کی basis پر ان کو شامل کریں۔ اور جو بھی grievances ہیں، چاہے وہ گورنمنٹ سائینڈ کے ہیں یا اپوزیشن سائینڈ کے انکو آپ لوگ اپنی اس PSDP میں address کریں گے۔ شکر یہ جناب والا۔

(اس مرحلہ میں سید احسان شاہ، چیئر مین نے اجلاس کی صدارت کی)

جناب چیئر مین: شکر یہ جناب ثناء بلوچ صاحب۔ ماشاء اللہ آپ کی باتیں بڑی مفید اور فائدہ مند ہیں لیکن جس طرح میں request کر رہا تھا کہ اگر اس کو Balochistan Development Strategy کے حوالے سے آپ ایجنڈے کا حصہ بنالیں تو اس میں تمام دوستوں کو زیادہ بہتر موقع ملے گا اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا۔ جی احمد نواز صاحب!

میر احمد نواز بلوچ: شکر یہ جناب اسپیکر۔ آج حکومت کی طرف سے بھی بائیکاٹ ہو رہا ہے۔ ہم نے بار بار انہی XEN's اور انہی سیکرٹریوں کے خلاف واک آؤٹ کیا ہے جام صاحب سے کہا ہے ان کے منسٹرز سے کہا ہے۔ مگر ہماری باتوں پر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

جناب چیئر مین: نہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جمہوریت اپنی آب و تاب کے ساتھ موجود ہے حکومتی بیچوں میں بھی۔ شکر یہ۔

میر احمد نواز بلوچ: جناب! C&W کے جو اچھے کام ہیں ہم ان کو appreciate بھی کرتے ہیں۔

جناب چیئر مین: جی معزز ممبر عبدالرشید دشتی صاحب!

میر عبدالرشید دشتی: شکر یہ جناب چیئر مین۔ میں اس PSDP کو ایک اچھی PSDP سمجھتا ہوں۔ اگر ہمیں نہیں ملا تو ہمارے ساتھ والوں کو ملا ہے۔ تو اگر مجھے نہیں ملا تو اسد صاحب کو ملا، سلیم کو ملا، ظہور صاحب کو ملا، کسی اور دوست کو ملا۔ اگر ہمیں نہیں ملا تو اس پر ہم پریشان نہیں ہیں کیونکہ اس سرزمین کے لوگوں کو ملا اور ہماری سرزمین کو ملا۔ جناب! میں ایک اہم موضوع پر آنا چاہتا ہوں پچھلے سال میرے ساتھ ایک پروجیکٹ پر بات ہوئی تھی تو مجھ سے کہہ رہے تھے کہ بھائی پرنٹنگ میں miss ہو گیا لہذا آپ پریشان نہ ہو جائیں، اگلی دفعہ ہوگا۔ تو جناب عبدالرحمن بزدار صاحب یہاں بیٹھے ہیں، جب ان سے بات ہوئی تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ مجھ سے زیادہ دُکھ ان شخص کو ہے۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ واقعی میرے لیے ہمدرد ادھر ہونگے۔ مگر اس دفعہ پھر میرے ساتھ وہی معاملہ ہوا۔ تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہاں بیورو کریسی اپنی برادریوں کو، کیونکہ اس روڈ کی کافی لمبی چھوڑی story ہے۔ بیورو کریسی اپنی برادری کو بچانے کی خاطر ہم جیسے کم عقل لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے اوتسلی دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ پچھلی دفعہ جام صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا اور اس پروجیکٹ کو cabinet سے منظور

کر دیا۔ منظور ہونے کے باوجود آج کے اس بجٹ میں وہ پھر بھی موجود نہیں ہے۔ جناب! مجھ سے وعدہ کیا۔ ابھی جام صاحب مجھ سے وعدہ کر رہے ہیں کہ نہیں یہ ایسا ہوا ویسا ہوا اگلی دفعہ ہوگا۔ تو میں آج اس ایوان میں اسپیکر کے سامنے آپ سے کہہ رہا ہوں کہ جو آٹا نکا مجھے اس بجٹ میں ملا ہے، جب تک میرا وہ پروجیکٹ منظور نہیں ہوگا کوئی PC-1 میرے حلقے سے نہیں آئے گا انشاء اللہ۔ اور کوئی کام نہیں ہوگا میرے حلقے میں۔ کیونکہ وعدے صرف وعدے ہو کر رہتے ہیں۔ واقعی وہ کہتے ہیں کہ وعدہ کوئی آسمانی کتاب نہیں ہے۔ واقعی آسمانی کتاب نہیں ہے۔ کچھلی دفعہ مجھ سے وعدہ کیا گیا اور اس دفعہ پھر وعدہ کر رہے ہیں اس وعدے پر میرا بھروسہ ٹوٹ گیا ہے۔ جناب! میرے حلقے سے کوئی PC-1 انشاء اللہ کسی department میں نہیں آئے گا۔ جب تک کہ میرا یہ منصوبہ منظور نہیں ہوگا۔ کیونکہ میں نے اپنے لوگوں سے، اپنے ورکروں سے، اپنی پارٹی کے دوستوں سے، سب سے مشورہ کیا مجھے اُن لوگوں نے قائل کر دیا کہ آپ اس بات کو convey کریں ”کہ ہمارے حلقے میں کوئی کام، کوئی PC-1 نہیں آئے گا“۔ thank you جناب چیئر مین۔

جناب چیئر مین: شکر یہ جناب رشید ذہنی صاحب۔ سردار عبدالرحمن کھیتراں صاحب!

سردار عبدالرحمن کھیتراں (وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی): سب سے پہلے تو میں، ذرا مولوی صاحب کو بلوالیس ایک دو فالتہ میں کروانا چاہا ہوں۔ ہمارے تعمیر نو کالج کے سابق پرنسپل تھے فرقان احمد صاحب وہ وفات پا گئے ہیں اور امیر جماعت اسلامی سید منور حسن صاحب بھی ان کے لیے kindly فاتحہ کروادیں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): اس کورونا کے دوران ہمارے P&D کے تین ملازمین کورونا کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں، اُن کے لیے بھی دُعا کریں۔

جناب چیئر مین: ملک سکندر صاحب! سب کے لیے اجتماعی دُعا کریں۔

(ملک سکندر صاحب کو دُعا کے مغفرت کی سعادت حاصل ہوئی)

جناب چیئر مین: جی سردار صاحب!

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: شکر یہ چیئر مین صاحب! میں اپنی تقریر مبارکباد سے شروع کروں گا۔ میں اپنے قائد وزیر اعلیٰ بلوچستان، جام کمال صاحب کو دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ تیسرا بجٹ اُنہوں نے اپنے فنانس منسٹر کے ذریعے۔۔۔ (مداخلت)

جناب چیئر مین: جی میر جان جمالی صاحب۔

میر جان محمد خان جمالی: یہ ایوانوں کی روایات ہیں جو ہم بھول گئے ہیں۔ جب sitting Member

فوت ہو جاتا ہے تو اُس کے honour میں اجلاس ایک دن درخواست کیا جاتا ہے۔ فضل آغا صاحب فوت ہوئے ہیں، ہم نے نہیں کیا یہ آپ نے بلوچستان اسمبلی نے، روایات توڑی ہیں، یہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ جناب چیئر مین: جمالی صاحب! اس پر بات ہوئی ہے پہلے دن جب اجلاس ہو رہا تھا تو اس ایوان میں بات ہوئی ہے۔ چونکہ بجٹ سیشن تھا دن کا تعین ہو چکا تھا۔ 30 تاریخ تک ہر صورت میں بجٹ سیشن کو فائنل ہونا تھا۔ اُسکی جگہ پر فاتحہ بھی ہوگئی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ بجٹ سیشن کے بعد یہ روایات برقرار رکھی جائیں گی۔ میری درخواست ہوگی دوستوں سے کہ پھر next session میں یہ کریں۔ جی سردار کھیتر ان صاحب۔

سردار عبدالرحمن کھیتر ان (وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی): جی بالکل۔ تو جام کمال صاحب، میرے colleague، میرے P&D کے ایڈیشنل چیف سیکرٹری، بزدار صاحب، اُن کے colleague لعل جان، اُن کا پورا اسٹاف۔ اسی طریقے سے سی ایم سیکرٹریٹ میں وزیر اعلیٰ کے پرنسپل سیکرٹری جناب زاہد سلیم، بگٹی صاحب، آپ کی پی اینڈ ڈی، فنانس اور لاء کی کہ جہاں جہاں ضرورت پڑی اور جو جو ادارے اس بجٹ کو بنانے میں حصہ دار ہیں میں سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، شاباشی دیتا ہوں کہ یہ اُن کی انتھک محنت تھی۔ جناب! جیسے کہ میرے فاضل دوست اسد بلوچ صاحب نے کہا کہ ہم جب حلف اٹھاتے ہیں یا یہاں نمائندگی کے لیے آتے ہیں تو وہ پورے صوبے کی ہوتی ہے نہ کہ ایک حلقے کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ پہلا حلقہ پھر صوبہ، پھر ملک پھر اس طریقے سے، خیرات بھی، حدیث ہے کہ پہلے اپنے گھر سے پھر ہمسایہ اس طریقے سے شروع کی جاتی ہے۔ میں تھوڑا سا پیچھے جاؤں گا۔ ملک سکندر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان کے ساتھ والی بڑی بد قسمت seat ہے۔ ہم سے پہلے رحیم مندوخیل صاحب شاید ادھر بیٹھے تھے، وہ وفات پا گئے۔ میں جب آیا اس seat پر تو پانچ سال میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلا گیا۔ میرے بعد فضل آغا صاحب جو ہمارے بھائیوں سے زیادہ عزیز دوست تھے، قابل احترام تھے، وہ وفات پا گئے۔ اب نواب صاحب کو یہ seat الاٹ کی گئی ہے ہم دُعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُنکو اپنے امان میں رکھے جیل سے بھی اور موت سے بھی۔

جناب چیئر مین: آئین۔

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: کیونکہ اس seat کی روایت ہے کہ یا جیل یا موت۔ تو نواب صاحب نے آج اپنی تقریر میں کہا کہ نواب بگٹی۔ نواب بگٹی کا میں ایک واقعہ آپ کو بیان کرتا ہوں، میں اُس وقت میونسپل کارپوریشن کونسل میں اکاؤنٹ آفیسر یا چیف آفیسر تھا نواب صاحب کی حکومت تھی مرکز میں پیپلز پارٹی تھی۔ ان کی زور آزمائی آپس میں چل رہی تھی۔ ہمارا اُس کے ساتھ، میرے دادا کی بہن اُن کی والدہ ہے۔ تو ہمارا پھوپھی

زاد بھائی سمجھیں۔ میری بیوی اُن کی سگی ماموں کی بیٹی ہے۔ مطلب ہم اتنے close رشتہ دار ہیں۔ میرے بچا رسالدار تھے لیویز میں سرفراز کے والد غلام قادر کے ساتھ اُن کی دوستی تھی، شکارا کٹھے کھلتے تھے، ہمارا علاقہ ہے، ہم سیماندار ہیں، ہم ہمسائے ہیں۔ تو وہ گیا شکار پر اُس نے ادھر سے، غلام قادر پیپلز پارٹی میں تھا۔ تو اُس نے کوئی ایک دو ڈبے یہ short gun کے، اُس زمانے میں میرے خیال سے 125 روپے یا ڈیڑھ سو روپے کا ڈبہ آتا تھا۔ تو اُس کو اطلاع مل گئی کہ میرے ماموں زاد بھائی نے میرا غلام قادر سے ایک ڈبہ کار توں لیا ہے۔ اُٹھا کے اُس کو suspend کر دیا۔ میں یہ روایات کی بات کر رہا ہوں۔ یہاں تو ہم سب کہتے ہیں کہ ہم بڑے روایتی لوگ ہیں۔ مجھے اطلاع ملی، میرا سی ایم سیکرٹریٹ میں آنا جانا تھا، بابر یعقوب جو ادھر چیف سیکرٹری گزرا ہے، وہ اُس کا ڈپٹی سیکرٹری تھا، شاہ صاحب! آپ کو اچھی طرح یاد ہوگا۔ کرنل محمد حسین اُس کا پرنسپل سیکرٹری تھا، عثمانی صاحب ایک تھا یہ اسٹاف تھا اُس کا۔ پر اسی سی ایم سیکرٹریٹ تھا، میں چلا گیا، حال واحوال ہوا، جیسے بلوچی حال واحوال۔ اُس کے بعد تو انہوں نے مجھ سے کہا ”کہ عبدالرحمن کیسے آئے ہو“۔ میں نے کہا کہ ”ماما! آپ نے بہادر شاہ کو suspend کر دیا ہے“۔ تو کہتا ہے ”ہاں“۔ میں نے کہا کہ کیوں؟ کہتا ہے کہ ”اُس نے غلام قادر سے دو ڈبے کار توں لیے ہیں“۔ تو میں نے کہا کہ ”ہمارا سیماندری ہے، ہم آپس میں تو کسی کی وجہ سے“۔ لیکن اُس نے کہا کہ ”نہیں، وہ تو مجال نہیں ہو سکتا ہے اور کوئی کام بتاؤ؟“۔ میں نے کہا ”تمہاری بڑی مہربانی“۔ میں نکلا، وہ دروازہ، یوں کر کے وہ کچن type کا اُس زمانے میں وہ دروازہ ایسے ویسے۔ میں نے مارا دروازہ، میری یہ جگہ بھنس گئی، خون نکلنے لگ گیا۔ میں آیا تو کرنل محمد حسین نے کہا کہ کیا ہوا؟ تو میں نے کہا کہ یہ ہمارا اپنا مسئلہ تھا۔ میں نے ٹشو رکھا اور نکل آیا۔ مجھے پتہ تھا کہ یہ انتقامی کارروائی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد بابر یعقوب کا مجھے فون آیا کہتا ہے کہ ”جی آپ سی ایم سیکرٹریٹ آئیں“۔ تو میں اپنی تیاری سے گیا۔ میں نے کہا کہ ”گرفتاری کے لیے میں جا رہا ہوں“۔ کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ ابھی انتقام ہوگا۔ تو میں گیا جب سی ایم سیکرٹریٹ میں آیا تو بابر یعقوب کا وہ ایک پیچھے ایک جالی دار، Hut type کا یاد ہے چیئر مین صاحب! وہ بنے ہوتے تھے تو وہاں۔

جناب چیئر مین: جی۔

وزیر محکمہ داخلہ و بہبود آبادی: مجھے کہتا ہے کہ ”نواب صاحب کا آپ کے لیے حکم ہے“۔ تو میں نے کہا کہ کیا؟ تو کہتا ہے کہ ”آئندہ کے لیے آپ، سلیم گٹی، طارق کھتران، سی ایم سیکرٹریٹ کے لئے بند ہو“۔ میں نے کہا ”جی بڑی مہربانی، ہمیں جیل تو نہیں جانا ہے“۔ کہتا ہے ”کہ نہیں جیل فی الحال نہیں“۔ تو حالت ہماری یہ

ہوتی ہے۔ کہ ہم سیماندار ہیں یا ہم ہمسایہ ہیں، ہم نے اپنے اپنے تعلقات رکھنے ہیں، سیاست اپنی جگہ پر ہے۔ ہمارا مرنا، ہمارا فاتحہ، ہماری خوشی، ہمارا غم، یہ ایک سا بچے ہوتے ہیں۔ یہ تو نواب صاحب کی ایک مثال دی ہے باقی چھوڑ دیں۔ اللہ ان کو جنت نصیب کرے فوت ہو گئے ہیں۔ نواب اسلم کے ساتھ ہمارا باپ، دادا کا تعلق ہے۔ نواب اسلم کے والد صاحب اور میرے والد صاحب لنگوٹھیاریا، لنگوٹھیاریا کو آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ کس حد تک وہ ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہیں۔ نواب صاحب چیف منسٹر بنے۔ مجھے مشرف نے نا اہل کیا ہوا تھا۔ میں نے اپنی بیگم کو جنرل الیکشن لڑایا آپ اُس چیز کے گواہ ہیں۔ تو جناب! منسٹری کا، وہ بھی گیلو کو بول کے، اس کو بول کے، اُس کو بول کے، اُس کو منسٹری کا oath دے دیا۔ پانچ سال انہوں نے اُس کو portfolio نہیں دیا اس چیز کے آپ گواہ ہیں۔ فنڈوں کی بات یا انتظامی کاروائیاں اُن کو چھوڑ دیں، ہم کسی کی ذاتی چیزوں میں نہیں جانا چاہتے۔ یہ دو مثالیں میں نے آپ کو دیں۔ ہاں جس کی تعریف جو تعریف کے لائق ہے، ہم اُس کی تعریف ضرور کریں گے۔ میں نے PC Hotel کراچی میں، میں اور اسلم بلیدی، رات کو کوئی فنکشن چل رہا تھا۔ ہم نے بلوچی حساب سے جیسے ہم یہاں کرتے ہیں۔ ہم نے وہاں فائرنگ کر دی۔ اُس کے pool side پر۔ لیاقت جنوٹی چیف منسٹر تھا، اختر مینگل یہاں چیف منسٹر تھا۔ جی پورا کراچی ہل گیا۔ اور ساتھ ہی سی ایم کا گھر ہے، سب سلسلہ ہے۔ اتنا پریش پڑا چیف منسٹر سندھ پر کہ ”ان کے خلاف کیس اور ان کو arrest کیا جائے“۔ ہم PC میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اختر مینگل نے کہا کہ میری چیف منسٹری چلی جائے گی، میرے MPA اور میرے ساتھی پر، حالانکہ اُس وقت اسلم بلیدی اُس کے خلاف تھا۔ ”ان پر کیس نہیں بنے گا چاہے میری چیف منسٹری کیوں چلی نہ جائے“۔ یہ ہوتا ہے اقتدار کو برداشت کرنا۔ یہ ہے روایت۔ باقی بہت ساری باتیں ہوئی ہیں۔ 1940ء کی قرارداد پر بھی۔ ہم، دیکھیں چیئرمین صاحب! ہم یہاں پر عزت کے لیے آتے ہیں۔ ہم ہمیشہ ہر ایک کا نام باعزت طریقے سے لیتے ہیں۔ خشک نام ہم بھی لے سکتے ہیں سب کا، کسی کو بھی ہم خشک نام سے۔ یہ ہمارا نوجوان بیٹھے ہیں ہم بھائی ہیں۔ لیکن جن کو اللہ نے مرتبہ دیا ہے ناں جام کمال کو۔ جام کمال ہم سے عمر میں چھوٹا ہے، ہم بھی بول سکتے ہیں ”جام کمال“۔ ہم جام کمال صاحب بولتے ہیں۔ جام صاحب بولتے ہیں۔ نواب صاحب کو ہم نے کبھی نہیں کہا ہے کہ اسلم یا نواب اسلم۔ ہم نے رییسانی صاحب بولا ہے۔ اس لیے ہر ایک کو، ہر ایک کا نام، چاہے آپ مخالف ہیں یا دوست ہیں۔ احترام سے نام لینا ہمارا فرض بنتا ہے۔ ہمارے صوبے کی روایات ہے۔ یہ ایک tradition ہے۔ اسلامی tradition بھی ہے، ہمارے صوبے کا بھی ہے، قبائلیت کا بھی ہے، ہر لحاظ سے ہے۔ وقت ہے گزر جاتا ہے۔ یہ permanent seat نہیں ہیں، موروثی

سیٹ نہیں ہیں۔ کس کی ذات کی جاگیر۔ یہ، یہ، آج ہم ادھر ہیں، کل ہم ادھر ہوں گے۔ کل ہم پر عوام اعتماد نہیں کرتے ہم فنپا تھ پر ہوں گے۔ جیسے آج ہمارے دوست فنپا تھ پر ہیں۔ ڈاکٹر مالک اور اُس کی پارٹی۔ اللہ نے، وہ تو کہتے تھے کہ ہم بالکل نیچے والے لوگ ہیں۔ جب اقتدار میں آئے تو وہ اُوپر والے لوگوں سے بھی اوپر چلے گئے۔ آج اللہ کا انتقام اور عوام نے اُن کو ٹھکرا دیا۔ آج اُن کی نمائندگی نہیں ہے۔ آج وہ در بدر ہیں۔ 2021ء میں سینیٹ سے بھی wash ہو جائینگے۔ اُن کی نمائندگی کہیں نہیں ہیں۔ تو اقتدار برداشت کرنا، ہضم کرنا، یہ کچھ لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ یہاں پر ہمیشہ ایک بات چلتی ہے۔ جی فلا نے اضلاع پشتون کے ہیں، فلا نے اضلاع بلوچ کے ہیں، فلا نے اضلاع۔ ہم یہاں پر دیکھیں آپ بلوچ اضلاع کے بھی بیٹھے ہیں، بلوچ بھی بیٹھے ہیں، کھتیر ان بھی بیٹھا ہے، ہزارہ بھی بیٹھا ہے۔ مطلب ہر بلوچستان کی، ہر قوم کی نمائندگی ہے۔ ہم ایک گلدستہ ہیں۔ یہ بلوچستان ایک گلدستہ ہے مختلف اقوام کا۔ ہمارا وجود اسی مٹی سے ہے۔ یہاں کوئی کتنا بھی طاقتور ہو جائے کسی کو بیدخل اس صوبے سے۔ میں سب سے اقلیتیں، یا ہزارہ اقلیت، مطلب ایک ایک قوم ہیں چھوٹی سی۔ ہم چیلنج کرتے ہیں کہ ہمیں کوئی نہیں نکال سکتا ہے۔ یہ جو بڑے پشتون، بلوچ۔ پھر یہ تو بھی وجود ہیں۔ ہمیں مل کے۔ پہلا پہلا کام ہمارا یہاں پر اس ایوان میں یہ ہے کہ ہم اس چیز کو ختم کریں۔ یہ زئی کی سیاست جو چلتی ہے نہ اس کو ختم کریں۔ ہم بلوچستانی ہیں۔ امریکن کو آپ دیکھیں کالے ہیں، گورے ہیں، Red Indian ہیں، دنیا جہاں کی ہیں۔ جب آپ اُس سے بات کریں گے تو کہے گا کہ I am American. چاہے پاکستانی بھی ہے، اگر اُس کو nationality ملی ہوئی ہے وہ امریکن اپنے کو کہلاتا ہے۔ ہمیں کون سی بیماری یا عذاب ہے کہ ہم اپنے کو پشتون، بلوچ، سندھی، پنجابی، سرانیکلی ان میں تقسیم کریں۔ پہلا پہلا یہ ہے کہ ہم پاکستانی ہیں ہمیں پاکستانی ہونے پر فخر ہے۔ دوسرے نمبر پر ہم بلوچستانی ہیں ہمیں بلوچستانی ہونے پر فخر ہونا چاہئے۔ فنڈوں کی تقسیم ہوتی ہے، ڈیپارٹمنٹ کی اسکیمیں آتی ہیں مرکز سے آتی ہیں صوبے سے آتی ہیں، اُنیں بیس، اٹھارہ بیس ہو جاتی ہیں۔ اور یہ جان بوجھ کر، میں گارنٹی پر کہتا ہوں کہ یہ ہماری حکومت کا میں گارنٹی پر کہتا ہوں کہ ہماری حکومت کا کبھی کوئی یہ ارادہ یا ذہن ہی نہیں بنا ہے کہ جی یہ پشتون ہے اس کو کم کرو۔ یہ بلوچ اس کو اور کم کرو۔ یہ ہزارہ اس کو زیادہ کرو، سندھی ہے جو ہے ناں No ہم اپنے حساب سے۔ اس سے پہلے چیئرمین صاحب! آپ نے دیکھا تھا P&D کی حالت بھی آپ نے دیکھی تھی۔ فنانس کی حالت بھی آپ نے دیکھی تھی۔ رات کو چار بجے بھی 10% پر بھی فنڈ ز خریدے، 5% پر بھی ہم نے خریدے۔ آپ خود فنانس منسٹر رہے ہیں۔ آپ کو سارے چیزوں کا بہت اچھی طرح علم ہے۔ یہ تیسرا بجٹ، دو بجٹ ہمارے اکٹھے ایک

ساتھ پچھلے سال، ایک بجٹ یہ۔ کوئی، میں اس Floor of the House چیئرمین کرتا ہوں کہ، P&D، finance دس روپے کوئی ثابت کریں کہ دس روپے میں میں نے دے کے ایک اسکیم ڈلوائی یا omit کرائی یا delete کرائی۔ یہ سب سے بڑا کریڈٹ ہے ہمارا گورنمنٹ کو۔ چاہے وہ ہمارا چیف منسٹر ہے یا فنانس منسٹر ہے۔ انشاء اللہ کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا ہے ان پر کہ جی میں نے جو ہے یہ سودا کر کے یہ۔ ہم نے، ہمیں گواہ ہوں، میں نے سودے کئے ہیں خود۔ اُس رات میں جس رات میں بجٹ ہوتا رہا ہوتا تھا۔ 10% بھی دیا۔ 15% بھی دیا۔ دوستی میں بھی کروایا۔ ہم نے ڈلوائی اسکیمیں۔ لیکن آج وہ اُس چیز کا وجود ختم ہو گیا ہے یہ سب سے بڑا ہے۔۔۔ (مداخلت)۔ sir آپ اگر بولتے ہیں میں بیٹھ جاتا ہوں کوئی بات نہیں ہے۔ sir اب آتے ہیں کل ہمارے فاضل دوست نے بلکہ یہ میرے چھوٹے بھتیجے ہیں، یہ میرے گلے میں fit ہو گئے۔ کہ وہ پولیس والا جو بچوں کا جو مسئلہ تھا اُس میں غلط بیانی ہوئی۔ آج میں ایک چیز کو چیئرمین کرنے لگا ہوں۔ ابھی میرے دوست ہیں نہیں۔ نصر اللہ زیرے نے کہا کہ۔ میرے ہمسایہ میں ہے موسیٰ نبیل ہے۔ اُس نے کہا کہ اُس کو 14 کروڑ ملے ہیں بیچارہ۔ وہ ثابت کرے۔ اُس کا جو منتخب نمائندہ ہے وہ کہتا ہے کہ میں مطمئن ہوں۔ وہ غلط بیانی سے اُس نے کام لیا 14 کروڑ۔ میں یہ آپ کی PSDP سامنے رکھتا ہوں۔ اگر 14 کروڑ اُس کے total حلقے کو PSDP میں تھے، میں Floor of the House اپنی سیٹ اور اپنی منسٹری سے resign کرنے کو تیار ہوں۔ چیئرمین کر رہا ہوں اُس کو۔۔۔ (مداخلت)۔ میری بات سنیں۔ اگر اُس نے غلط بیانی کی ہے تو پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ اور اُس نے اس ایوان کو قومیت کے نام پر تقسیم کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ سرعام معافی مانگے۔ اُس کو ایوان سے معافی مانگنی چاہئے۔ یا پھر یہ معاملہ آپ چیئرمین صاحب! استحقاق کمیٹی کے حوالے کریں۔ اُس میں میرے بھی بیانات ہوں گے۔ میرے جو حلقہ کا وہ جو نمائندہ ہے اُس کے بیانات بھی ہوں گے۔ وہ بھی ثبوت کریگا۔ documents بھی آئیگی کمیٹی پھر فیصلہ کرے۔۔۔ (مداخلت)۔ جی سر action ہو گیا۔ آپ کی بچیاں ابھی بھی وہ دیکھیں جا کر کے دیکھیں CM صاحب کے چیئرمین دیکھیں بچے بچیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ہم نے اُن کو سینے سے لگا یا ہے۔ ہم نے اس چیز کو condemn کیا ہے۔ میرے CM نے condemn کیا کہ غلط کیا ہے SP suspend ہو گئے۔ خاتون جو خاتون وہ گاڑی میں وہ کر رہی تھی، وہ عذاب میں ہے پولیس والی۔ ہم روایات کے قائل ہیں۔ جی بالکل جیسے، فیصلہ بچوں پر ہم نے کل چھوڑا تھا۔ کل بچیاں آئیں بچے آئے۔ ابھی بھی وہ اس وقت موجود ہیں آپ دیکھ سکتے ہیں جا کر کے چیئرمین میں۔ اُن کو آج دوبارہ بلایا ہے۔ اُن کے ساتھ آپ کے بولان کے ڈاکٹر جو متاثرین ہیں وہ بیٹھے ہوئے ہیں

ہم دیکھیں ہم کبھی آنکھیں نہیں ہوئے ہیں اقتدار میں۔ انشاء اللہ نہ ہوں گے۔ اب میں آتا ہوں میرے ساتھ کیا ہوا۔ چاچا! آپ لوگ گواہ ہیں چیئر مین صاحب! میرا کیا قصور تھا؟۔ پہلے دن، آپ اسمبلی کا ریکارڈ نکلوائیں، جب ہمارے Leader of the House نے تقریر کی تھی تو میں اُدھر بیٹھا ہوا تھا۔ کہتا ہے بارکھان کا بھی جو ہے law and order۔ میں نے کہا ”اوہ بس تیاری کرو بھائی، کام تو ہو گیا برابر“۔ میں گیا بلدی الیکشن پر۔ بلدی الیکشن گزارے۔ DC, DSP سب کے ساتھ میں بیٹھے کے meeting کی۔ میں نے کہا کہ ”یار! میں تو جانے لگا ہوں، یہ law and order ایہ“۔ الزام لگا کہ، مجھے گرفتار کیا گیا۔ میرے گھر کی چادر و چہاردیواری کو پامال کیا گیا۔ آج بھی میرے گھر کے دروازے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ میرے مہمان خانے کے دروازے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ ہمارے زیور چوری کر لئے گئے۔ ہمارے جو میرے لائنسنس والے اسلحے جو میرے بیڈ روم میں پڑے تھے وہ لیکر گئے۔ مطلب جیسے انڈیا کی فوج گھسکتی ہے اُس میں۔ اور Leader of the House نے، آج وہ سرفراز یہاں نہیں ہیں اُس وقت home minister تھا، ٹیلیفون off کر دیا۔ اور دروازے بند کئے ہوئے تھے۔ پانچ سال تک اُن کا اقتدار رہا۔ میں، آپ اس چیز کے گواہ ہیں کہ مجھے بکتر بند گاڑیوں میں مجھے لایا جاتا تھا اسمبلی کی حد تک۔ راحیلہ درانی صاحبہ نے میری production order جاری کئے۔ لایا جاتا تھا، لے جایا جاتا تھا۔ اُس کے علاوہ میں پانچ سال تک۔ سردار ثناء اللہ کو سلام ہے۔ اُس نے لڑ جھگڑ کر مجھے، میرے گھر کو Sub-Jail-declare کر لیا۔ نہیں تو وہ مجھے پینہ نہیں کہاں بھیجنا چاہ رہا تھا۔ یہ اُن کی انتقامی کارروائیاں تھیں۔ آج ہماری حکومت کو تیسرا سال شروع ہو رہا ہے، کوئی، اسمبلی کا ممبر تو ہماری سر آنکھوں پر، ہمارے لیے بہت ہی زیادہ، ہمارے colleague ہیں، کوئی شخص کہے چیلنج پر کہ سیاسی طور پر اُس کے گھر کی چادر و چہاردیواری کو پامال کیا گیا؟۔ کسی کی بے عزتی کی گئی؟۔ کسی کے گھروں میں فورسز کو۔ دیکھیں! چیف منسٹری کی کرسی بہت طاقتور ہوتی ہے شاہ صاحب! آپ ایک صوبہ کے chief executive ہیں آپ اچھا بھی کر سکتے ہیں۔ بُرا بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہماری روایت نہیں ہے۔ ہمارا ضمیر نہیں ہے۔ ہمارا ایمان نہیں ہے کہ ہم کسی کے ساتھ سیاسی طور پر۔ ذاتی دشمنیاں دنیا کی چلتی ہیں، ہم کسی کی ذاتی دشمنیوں کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ ہم نے کبھی کسی کو سیاسی طور پر انتقام کا نشانہ نہیں بنایا۔ ہمارے معزز ممبران، ہمارے عوام، ہمارے سیاسی اکابرین کسی کو بھی نہیں۔ جنہوں نے زیادتیاں کی تھیں۔ ہم نے اُن کو بھی آج تک کچھ نہیں کیا۔ تو یہ ہماری روایات ہیں۔ جناب چیئر مین صاحب! میرے فاضل دوست نے کہا کہ ڈیم نہیں دیئے گئے پشتون ایریاز کو۔ 2013ء سے 2018ء تک تحصیل دو بندی۔ مجھے خوشی ہے لے آیا ہے بہت اچھا میرا وطن ہے میرا صوبہ ہے

مجھے اپنے صوبہ پر فخر ہے چاہے وہ قلعہ عبداللہ ہے یا بارکھان ہے یا کوہلو ہے یا ڈیرہ بگٹی ہے یا پنجگور ہے یا تربت ہے، میرا ہے۔ میرا وطن ہے۔ تحصیل دو بندی کے لئے تین سو ڈیم لائے گئے اور میں گیا بارش میں بارش ہو رہی تھی میں اپنے علاقے میں پھر رہا تھا۔ اور میں گیا بارش میں بارش ہو رہی تھی میں اپنے علاقے میں پھر رہا تھا میرے علاقے کے پسندے ہے ہمسایہ ساتھی ہے میری گاڑی گزری بارش ہلکی ہو رہی تھی گاڑیاں گزری ان کے ٹائروں کے نشان بنے اس پر پانی جمع ہو گیا میں جا کے جھونپڑی میں بیٹھا ہوا ان کے ساتھ تو میں نے دیکھا عورتیں آئی ہیں، کٹورا ہوتا ہے، ہم کٹورا بولتے ہیں پتا نہیں اردو میں کیا بولتے ہیں، اُس کو۔ اُس سے پانی مشکیزے ڈال رہے تھے۔ ہماری حالت یہ تھی۔ اور یہاں پر 300 ڈیم ایک سب تحصیل کو، باقی تو آپ چھوڑ دیں۔ ہم نے calculation کی مجید خان ڈاکٹر حمید کی۔ جناب پائپ لائن انہوں نے اتنی دی۔ ایک دن ایسے ہی بیٹھ کر calculation کر رہے تھے قلعہ عبداللہ سے لے جائیں کوئٹہ، کوئٹہ سے قلات خضدار کراچی، کراچی سے واپس سپر ہائی وے سے لاتے ہوئے سبی سے واپس کوئٹہ واپس قلعہ عبداللہ پھر بھی لائن بچ رہی تھی، اتنا پائپ لایا گیا وہاں ہے۔ آپ انکو آڑی کرائیں کہاں گیا وہ نیلے رنگ کی۔ یہ پانی کی ٹینکی نہیں ہوتی اوپر جو رکھ دیتے ہیں یہ کہتے ہیں فنڈ کو ہزاروں کے حساب سے یہ ٹینکی افراد کو دی گئیں۔ کرپشن یہ ہے یا کرپشن یہ ہے کہ آج میں فخر سے کہتا ہوں مجھے کسی نے کہا کہ جی آپ کی سرداری کو خطرہ آجائے گا۔ آپ ایجوکیشن میں اتنا کام کر رہے ہیں۔ میں نے کہا میں سرداری اپنے قوم پر قربان کرنے کو تیار ہوں۔ آج یہ دوسرے بجٹ میں BRC دیا گیا میرے علاقے کو sub campus university جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ایک ڈیم ایک پانی کا کنواں ایک واٹر سپلائی ہمیں نہیں دی گئی۔ پچھلے پانچ سالوں میں آج وہاں پہ کیسپس بھی ہمیں مل رہے ہیں BRC بھی مل رہے ہیں، گرنز کالج بھی مل رہا ہے۔ کروڑوں کے ڈیم بھی مل رہے ہیں، کروڑوں کی واٹر سپلائی بھی مل رہی ہے۔ کروڑوں روڈ بھی مل رہے ہیں۔ میں تو اللہ کے حضور شکر گزار ہوں اپنے پروردگار کا پھر میں اپنے قائد کا میرے علاقے نے سمجھے کہ یہ تیسرا بجٹ، دو بجٹ بچتے ہیں، آپ کے باقی میرے لیے تو یہ حکومت 72 سالوں میں یہ پہلی حکومت ہے، جو میرے علاقے کو اس حد تک آگے لے جا رہی ہے میڈیکل کے حساب سے ایجوکیشن کے حساب سے ڈیموں کے حساب سے واٹر سپلائی کے حساب سے میں اس سے زیادہ کیا مانگتا ہوں۔ میں نے میرے فاضل دوست تھے پنجگور سے، اُس کو کہا ایک ایمبولنس کے لیے رحمت بلوچ صاحب کو۔

جناب چیئرمین: نہیں، میں ٹائم دیکھ رہا ہوں، ثناء صاحب! سے ابھی بھی کم ٹائم ہے سردار صاحب ٹائم نوٹ کیا ہوا ہے پانچ بج کر دس منٹ پر سٹارٹ کیا سردار صاحب نے۔

سردار عبدالرحمن کھیمتران (وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی): ایک ایسبولینس میں نے مانگی جناب چیئر مین! میر رحمت بلوچ صاحب سے پانچ سال میں مجھے ایک ایسبولینس نہیں دی گی۔ ایک ایسبولینس جو ایک لاکھ 73 ہزار کی آبادی میرے قوم کی۔ آج شکر الحمد للہ دو، دو، تین تین، چار چار ایسبولینس اس حکومت نے میرے علاقے میں چلی گئی ہیں۔۔۔ (مداخلت)۔ اُس پہ بھی آتا ہوں۔ وہ بھی آپ کے کام آئے گی۔ کرپشن کی بات ہے۔ MSD کا ریکارڈ آج بھی اگر میں کہتا ہوں ایک شریف آدمی کے ساتھ جو ہے ناں ان کا نیشنل پارٹی اور پشتونخواہ میپ کا واسطہ پڑا ہے۔ یہ تو ابھی ہمارے ساتھی ہیں، یہ تو پہلے بھی ادھر ہمارے ساتھ تھے۔ آج بھی MSD انکو آئری کی کرائی، یہ جان نہیں چھڑا سکتے۔ نیب میں کیس گیا کس نے نیب کون سے وہ safe house سے ان کا کیس ڈیل ہوا، اور کس نے ان کو فی الحال بچایا ہوا ہے، وہ میں جانتا ہوں۔۔۔ (مداخلت)۔ ختم نہیں انہوں نے کیا، میں نے نہیں کیا۔

جناب چیئر مین: سردار صاحب اس کی وضاحت کریں گے۔

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: یہ اسمبلی کا ریکارڈ بن رہا ہے، میں آپ ابھی cross talk نہیں کریں۔۔۔ (مداخلت)

جناب چیئر مین: سردار صاحب نے یہ نہیں کہا انہوں نے کہا ڈیل کی بات۔

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: آپ وہ ریکارڈنگ نکال کے اس کو چیلنج کر دینا۔

جناب چیئر مین: پلی بارگیننگ بھی ہو سکتی ہے۔

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: لین دین کا مطلب ہے پلی بارگیننگ۔

جناب چیئر مین: پلی بارگیننگ بھی ہو سکتی ہے اس میں پیسے دے نیب کا قانون۔

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: ہو جاتی ہے بغیر چلے بھی ہو جاتی ہے چاچا! مجھے تقریر کرنے دو۔

جناب چیئر مین: سردار صاحب! اس کی وضاحت آپ کو دے بعد میں اسمبلی کے بعد۔

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: میں آپ کو وضاحت دے دوں گا۔

جناب چیئر مین: اجلاس کے بعد آپ کو وضاحت دے دیں گے۔

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: بات سنو چاچا! وہ ادھر سندھ میں اُس نے وہ خاتون سے کہا میرے چیئرمین

میں آئیں۔ وہ آج تک۔ آپ تو میرے بھتیجے ہیں، آپ میرے چیئرمین آجانا میں آپ کو سارا ڈیٹیل بتا دوں

گا۔ hepatitis کی سرنج منگوائی گئیں جناب، ریکارڈ ہے سردار سرفراز ڈوکی اس چیز کے گواہ ہیں۔ میں نے

ان کا کیس پکڑ لیا وہ donated سرخ تھیں، انہوں نے purchase کیا MSD میں۔ لیبل لگایا۔ میں نے لیبل اتار میں اٹھا کے اپوزیشن چیبر میں لے آیا۔ اسلام آباد کی پارٹی پہلے ادھر سے ادھر سے کروڑوں روپے کی مجھے آفر کی کہ بس آپ بات نہیں کریں۔ میں نے کہا ہونہیں سکتا۔ میں لے آیا ادھر۔ وہ ریکارڈ ابھی بھی میرے آفس میں ڈبے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ کرپشن تھی ہم پہ مثال چھلانی نے لوٹے کو بولا تمہارے دو سوراخ ہیں۔ اُس نے کہا کہ تم کو اپنے دو سوراخ نظر نہیں آتے میرے دو سوراخ تم کو نظر آرہے ہیں۔ اب میں کوئٹہ شہر میں آج کہتے ہیں یہ ہو گیا وہ ہو گیا۔ میں ان کو نہیں یہ ہماری طرح پسے ہوئے لوگ ہیں کھاتے پیتے کی بات کر رہا ہوں۔ کوئٹہ کے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں یہ حلفاً کہیں کہ 13 سے 18 تک کوئی لیٹرین بنا؟۔ کوئی پلانٹ بنا جس پہ ایک قوم پرست جو قومیت کا دعویٰ کرتا ہے اس نے قبضہ نہیں کیا ہے آپ حلفاً کہہ سکتے ہیں؟ حتیٰ کہ وہ جو جہاں وہ بنتی ہے نشے والی چیز۔ اُس کے پلانٹ کو بھی قبضہ کر لیا گیا۔۔۔ (مداخلت) وہ leasing کر کے گئے ہم کریں گے ہم سب کچھ کریں گے آپ ہمارا ساتھ دیں ہم کریں گے انشاء اللہ۔ دیکھیں! کل قبضہ ہوئی ہماری مشتری ہماری گاڑیاں ہماری پولیس ہماری law enforcing agency کو مارا پیٹا، آگ لگا دی۔۔۔ (مداخلت) ہو گا انشاء اللہ، ہو گا ہم قابضین کو دکھائیں گے قبضہ توڑ کے دکھائیں گے آپ ہمارا ساتھ دیں انشاء اللہ کریں گے۔ تو جناب چیئر مین! گزارش یہ ہے کہ آپ ہمارا ساتھ دیں یہ ساتھی، ہم اس صوبے کیلئے کام کرنا چاہتے ہیں۔

جناب چیئر مین: جی جناب ظہور بلیدی صاحب۔

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: بس یہ آخری ہے۔

جناب چیئر مین: نہیں یہ آخری ہے بس اس کے بعد پھر آپ wind up speech آپ کی ہوگی۔

وزیر محکمہ خزانہ: آخری نہیں ہے تو پھر میں تھوڑا باہر جا کے پھر آتا ہوں۔

جناب چیئر مین: سردار صاحب کا آخری ہے پھر اس کے بعد آپ wind up کریں گے۔

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: تو جناب چیئر مین صاحب! ہم نے عذاب بھگتے ہیں۔ انہوں نے کیا

نہیں کیا۔ بہت ساری چیزیں ہیں۔ پبلک سروس کمیشن کا کیا حشر کر رہے تھے ہم نے روکا۔ انہوں نے گورنر ہاؤس

قبضہ کیا، ہم نے روکا۔ بلوچستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن کون تھا؟ میرا کلاس فیلو۔ اس کو بٹھایا۔ بارکھان کے اسکول مع

ٹچر اٹھا کے قلعہ عبداللہ لے گئے۔ یہ ہمارے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ آج تو ان کو ایک فرشتہ ملا ہے۔ جس کی لغت میں

انتقامی کاروائی نہیں ہے۔ جس کی لغت میں تقسیم نہیں ہے۔ وہ اس بلوچستان اس پاکستان کا باسی ہے وہ اس

صوبے کی خیر مناتا ہے۔ اُس پہ کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا کہ وہ کرپٹ ہے۔ گزرے ہوؤں کو آئیں بٹھائیں ہزار

چیزیں ہم ثابت کریں گے۔ میں ڈاکٹر مالک سے اکثر کہتا تھا کتنا بیچارہ غریب آدمی ہے وہ جو گھر کے آگے دکانیں گرا کے اُس کا کرائے پر گزارا ہو رہا ہے اور ریکارڈ ہے۔ تمیں، تمیں لاکھ روپے کی اُس کا ایک سب سے چھوٹا بیٹا بھی بندوق خریدتا تھا، 30 لاکھ روپے کی، باقی چیزوں کو چھوڑ دیں آپ، میں کسی کے اس میں نہیں جانا چاہتا ہوں۔ ہاں، بہت سارا شکار کا۔ کئی چیزوں کا شکار کرتا تھا وہ۔ تو آج، دیکھیں! چھپلی حکومتوں کی پوزیشن دیکھ لیں۔ ہم کروڑوں روپے food میں آج بھی قرضے اٹھا کے سود دے رہے ہیں۔ اس گورنمنٹ کو کریڈٹ جاتا ہے کہ اس دفعہ ہم نے purchases کی، گورنمنٹ آف بلوچستان نے پیسہ دیا۔ ہم بینکوں سے قرض لینے سے بچ گئے۔ آج جو بجٹ پیش ہوا ہے اس میں ایڈوانس پیسے رکھ دیے گئے کہ اگلے سال جو purchases ہوں گی، ہم نے کسی کنسورٹیم یا بینک سے قرضہ نہیں لینا پڑے گا۔ گورنمنٹ آف بلوچستان دے گی۔ ہم اس صوبے کے لیے subsidised-rate پر گندم خریدیں گے اور آگے بحران کو کنٹرول کریں گے۔ آج کسی بھی شعبے میں آپ جائیں کسی حلقے میں جائیں انشاء اللہ آپ کو کام ہوتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ ٹھیک ہے میں کہتا ہوں کہ ہمارے پاس جادو کی چھڑی نہیں ہے کہ ہم ڈیڑھ دو سال میں کرپشن ختم کر دیں، سلسلہ ختم کر دیں۔ ہے، وجود ہے، جن چیز کا وجود ہے ہمیں تسلیم کرنا چاہئے۔ لیکن ہم لگے ہوئے ہیں اس کو۔ انشاء اللہ، اللہ نے چاہا 2023ء تک آپ کو ایک خوبصورت بلوچستان، ایک صاف ستھرا کرپشن سے پاک معاشرہ، یہ آپ کو ہم انشاء اللہ۔ باقی عزت و ذلت کا مالک اللہ ہے۔ دیکھیں! میں پسا ہوا مرکز، آج بھی مرکز نے، میرے علاقے میں جو یہاں سے PDWP اسکیمیں ہو کے گئیں ایک بھی، میرے حالانکہ دوسرے نمبر پر تھیں، نہیں دیں۔ پہلے والے بھی ایسے گئے آج بھی۔ لیکن آج کی حکومت میری حکومت میری پارٹی اور میرے دوستوں کی colleagues کی حکومت۔ آج میرا بارکھان، چیئرمین صاحب! آپ میرے کسی ایک مخالف سے جا کے بات کر لیں۔ کہتے ہیں ”کہ جی ہم نے بارکھان میں یہ چیزیں نہیں دیکھیں، ایجوکیشن کے حوالے سے، ہیلتھ کے حوالے سے، واٹر سپلائی کے حوالے سے۔ تو میں بے انتہا مشکور ہوں اپنے قائد کا، فنانس منسٹر کا، تمام دوستوں کا، میرا جیسے کوہلو، ڈیرہ بگٹی، بارکھان، پسماندہ علاقے کے پراستی توجہ دی، ہم دعا ہی دے سکتے ہیں ہم اللہ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں اللہ ان کو اپنے امان میں رکھے ہم سب ساتھیوں کو۔ آگے اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا ہم ان دوستوں کے لئے یہ، ہم نے کبھی ان میں تفریق نہیں کی۔ کل ہم ادھر تھے، آج ہم ادھر ہیں، کل ادھر ہونگے یہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں عوام کے ووٹوں سے آئے ہوئے ہیں۔ ہم بھی عوام کے ووٹوں سے آئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی عوام کے ووٹوں سے آئے ہوئے ہیں۔ اتنی نمائندگی اُن کی بھی ہے اُن کے پاس بھی لوگ جاتے ہیں۔ ہم ہر حالت میں، ہمارے level پہ جس

حد تک ہوگا انشاء اللہ ہم آپ کے لیے ہر level پہ جانے کو تیار ہیں پہلے بھی گئے آئندہ بھی جائیں گے۔ میرے ڈیپارٹمنٹ ہے جو، وہ تو میں نے آپ لوگوں کو اوپن بتایا میرے ساتھی بھی سن لیں کہ جو آپ کے حلقے کا ہوگا وہ آپ کے حلقے کا ہے، جو آپ کا ہوگا وہ انشاء اللہ وہ میرے پوچھے بغیر آپ کا ہوگا انشاء اللہ۔ باقی میرے قائد کی بھی یہی پوزیشن ہے انشاء اللہ، یہ آہستہ آہستہ چیزیں ہو جائیں گی آپ فکر نہ کریں اللہ بہتر کرے گا۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب! ذرا ٹائم کا خیال کیجئے گا۔

وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: سر! بس میں wind up کر رہا ہوں۔ تو میں مشکور ہوں اپنے ساتھیوں کا۔ اپنے اے سی ایس، اپنے پرنسپل سیکرٹری اُن کے سٹاف، فنانس منسٹر اور ان کے اسٹاف کہ انہوں نے خاص توجہ دی میرے علاقے پر۔ آخر میں شاباشی اور مبارکباد پیش کرتا ہوں Thank you much sir

جناب چیئرمین: شکریہ جناب سردار کھیران صاحب۔ اب منسٹر فنانس ظہور احمد بلیدی صاحب اپنی wind up speech کریں گے۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب اسپیکر۔ جناب اسپیکر! میں سب سے پہلے اپنے مرحوم بزرگ ساتھی جناب فضل آغا صاحب کی وفات پر اظہار افسوس بھی کرتا ہوں۔ اور اُن کی جو پارلیمانی کارکردگی تھی اُس کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اُنہوں نے بحیثیت اپوزیشن ہمیشہ تنقید برائے تعمیر کی ہے اور ہماری راہنمائی کی۔ بحیثیت بزرگ ہمیشہ ہمیں نصیحتیں کیں۔ اُن کا پارلیمانی تجربہ ہم سے کہیں زیادہ تھا بڑے تجربہ کار سیاستدان تھے اللہ ان کو جنت نصیب کرے۔ اس کے ساتھ جناب اسپیکر! میں اُن ملازمین کو جنہوں نے اس بجٹ سازی میں محنت کی اور کورونا کے موذی مرض میں مبتلا ہوئے۔ جس میں پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کے تین ملازمین اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اُن کو بھی میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے بڑی جانفشانی کے ساتھ محنت کی۔ اور اس مرض کا مقابلہ کیا۔ اور بجٹ کے دوران چونکہ باقی سارے ڈیپارٹمنٹس بند تھے لیکن جو ڈیپارٹمنٹس بجٹ سازی میں مصروف تھے خصوصاً پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹس، فنانس ڈیپارٹمنٹ، سی ایم سیکرٹریٹ اور بھی جتنے بھی تھے۔ تو اُنہوں نے بڑی محنت کی۔ جناب اسپیکر! جس طرح میرے حکومتی اور اپوزیشن کے ممبران نے بڑی مفید تجاویز دیں۔ بڑی بجٹ کے بارے میں سیر حاصل بحث کی۔ یقیناً اُن کی بحث سے ہمیں کافی فائدہ ملا ہے۔ اور ہمیں کافی راہنمائی ہوئی ہے۔ جناب اسپیکر! یہ بجٹ 465 بلین کا ہے، جس میں 87 بلین deficit ہے۔ اور 106 بلین پی ایس ڈی پی ہے۔ اس پر بات کرنے سے پہلے میں پچھلے بجٹ پر ذرا روشنی ڈالتا ہوں۔ پچھلا بجٹ 419 ارب کا تھا۔ اور اُس کا جو ہے

deficit جو ہے وہ 47 بلین کا ہے۔ 293 بلین اُسکی نان ڈولپمنٹ تھی۔ اور اس کو ہم نے close کی 380 بلین پر۔ اب جناب اسپیکر! اگر اب ایک تاثر یہاں مختلف ہمارے ممبران نے دی کہ بجٹ جو ہے وفاق نے کافی ہماری کٹوتی کی ہے۔ پچھلے سال جو ہمارا ایف بی آر کا ٹارگٹ تھا، وہ 5500 بلین، جس میں بلوچستان کو جو اُنکی این ایف سی فارمولہ کے مطابق 9.09 پرسنٹ ملنا تھا، جس میں ہمارا جو این ایف سی میں شیئر تھا، divisible pool وہ 281 بلین، کچھ فیڈرل receipts ہیں 10 بلین فیڈرل ڈولپمنٹ گرانٹس تھا، جو اس سال ختم ہونے والا ہے۔ اور باقی ہماری پرائونٹل receipts تھیں۔ جس میں ہم نے جو اس speculated numbers لگائے تھے، وہ 372 بلین کے تھے۔ اور ہمیں at the end میں 363 بلین ملے۔ اور اگر اس کا آپ موازنہ کریں اس سال کے بجٹ سے چونکہ آپ کو پتہ ہے کہ یہ Covid-19 کی وجہ سے ایک نہ صرف اس ملک میں بلکہ پوری دنیا میں ایک مالی بحران آیا ہوا ہے اور انڈسٹریاں، فیکٹریاں بند ہیں، ٹیکسیز معاف کیے گئے ہیں اور بہت سے عوامل ہیں انٹرنیشنل کاروبار بھی بند ہے foreign-investments رک گئی ہیں۔ اس کے باوجود اس دفعہ ٹارگٹ سیٹ ہوا کوئی 4900 بلین کا کیونکہ اس دفعہ آئی ایم ایف نے بھی یہ کہا کہ آپ لوگ بجٹ سازی میں اس کو relaxation دیں، اُس کے مطابق جو ہمیں بلوچستان کو جو حصہ ملنا تھا ملا ہے، وہ 9.09 کے حساب سے تو پہلے 281 بلین کا تھا اور اس سال جو ہمیں ملنے ہیں 251 بلین کا ہے اور باقی اُن کے اسٹیٹ ٹرانسفر اور پرائونٹل receipts وہ الگ ہیں۔ ٹوٹل ملا کے کوئی 30 بلین کا difference ہے۔ اس میں نہ صرف، جس طرح ہمارے دوست ثناء بلوچ نے کہا کہ این ایف سی میں کٹوتی ہو گئی ہے۔ اس طرح کی کوئی کٹوتی نہیں ہے یہ Covid-19 کی وجہ سے تمام صوبوں میں اور وفاق میں ایک مالی بحران آیا ہوا ہے۔ اُس کی وجہ سے باقی صوبے بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ لیکن ایک آئینی پروٹیکشن ہے کہ بلوچستان کا جو بھی ٹارگٹ set ہو جاتا ہے، وہ بلوچستان کا حصہ 9.09 کے حساب سے اُس کو ملنا ہوتا ہے۔ پچھلے سال 5500 بلین میں سے 9.09 کے حساب سے بلوچستان کو جو ملے اُس میں وفاق نے کوئی 83 بلین اپنے حصے سے بلوچستان کو دیے جو بڑی اچھی بات ہے اور وہ آئینی protection کو انہوں نے cover کیا۔ جناب اسپیکر! ایک صوبے کے مالی انتظام کو اس طرح آپ judge کر سکتے ہیں کہ اس کا جو سپلیمنٹری بجٹ آتا ہے وہ جتنا کم ہو، اُس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جی اس صوبے کا جو مالی انتظام ہے وہ اُس کا نظم و نسق اور جو fiscal management ہے، وہ کس طرح آپ اسکو جان سکتے ہیں وہ کس طرح بہتر ہے۔ اگر آپ اس کا موازنہ کریں 2017-18ء کا، اُس میں جو سپلیمنٹری بجٹ منظور ہوا تھا، وہ 26 بلین کا تھا۔

2018-19ء میں کوئی 58 بلین کاسپلیمنٹری بجٹ منظور ہوا لیکن اس دفعہ جو سپلیمنٹری بجٹ میں نے پیش کیا ہے اور جو منظور ہونے جا رہا ہے وہ 20 بلین کا۔ باوجود اس کے کہ کورونا وائرس بھی آ گیا تھا جس میں ہم نے فنڈز divert کرنے پڑے، ٹڈی دل بھی آیا تھا اس کیلئے بھی فنڈز divert کرنے پڑے۔ اور پھر بھی ہم نے اس کو manage کیا۔ اور بیس ارب تک لے آئے۔ اور یہ ایک صوبے کا بہترین مالی انتظام ہے۔ جناب اسپیکر! جس طرح ہمارے دوستوں نے کافی بجٹ کی نان ڈولپمنٹ اور ڈولپمنٹ components پر بات کی۔ لیکن اکثر میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے دوست ہمارے ممبران وہ پی ایس ڈی پی کو ہی سارا بجٹ کہہ دیتے ہیں۔ اور پی ایس ڈی پی کا جو موازنہ کر کے اور اس پر ڈسکشن کر کے وہ سمجھتے ہیں کہ بجٹ یہ پی ایس ڈی پی ہے۔ حالانکہ بجٹ ایک بہت بڑی چیز ہے جس میں آپ نے صوبے کے ہر سیکٹر کو آپ کو دیکھنا ہوتا ہے۔ اُس کی pro-growth کیلئے آپ کو کام کرنا ہوتا ہے۔ اس کیلئے آپ کو revenue resources کو بھی بڑھانا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ ہمارے ایم پی ایز کا زیادہ تعلق پی ایس ڈی پی سے ہے اسی لئے انہوں نے اس کو زیادہ نہیں چھیڑا۔ جناب اسپیکر! صوبائی حکومت نے صرف وفاقی حکومت پر reliance کیا بلکہ اپنے وسائل کو بڑھانے کیلئے کافی تگ و دو کی ہے۔ اور جو ہمارے اس دفعہ صوبائی اسمبلی میں Balochistan Tax Revenue Mobilization Strategy بھی ٹیبل کیئے ہوئے ہیں۔ اور ایک کتابچہ سب کو ملا ہوا ہے جس میں ہم نے، جتنے بھی ڈیپارٹمنٹس ہیں سب کو ہم نے گائیڈ لائن دی ہوئی ہے کہ کس طرح اپنی کارکردگی بہتر کریں، بہتری لائیں۔ اور کس طرح مزید revenue generation ہو۔ ہم کس طرح اپنے ریورسز کو بڑھائیں تاکہ جو آنے والے وقتوں میں بلوچستان کے جو مالی معاملات ہیں وہ مزید بہتر ہو جائیں۔ اور اس میں ہمیں ملٹی ڈونرز ٹرسٹ فنڈ نے ہماری assistance کی۔ اور ہماری فنانس کی ٹیم اور ان کے ساتھ مل کے کئی مہینے اس پر کام کیا۔ اور ہم نے ایک کتابچہ کی صورت میں یہاں ٹیبل کر دیا ہے۔ جناب اسپیکر! اگر آپ باریک بینی میں جائیں چونکہ میں نے کافی چیزیں بجٹ اسپینج میں cover کی ہوئی ہیں۔ مناسب بھی نہیں لگتا کہ میں ان پر دوبارہ بجٹ اسپینج دہراؤں۔ لیکن چونکہ مختلف باتیں یہاں آگئی ہیں تو بحیثیت فنانس منسٹر میرے لیے ضروری ہے کہ میں ان کی باتوں کا جواب دوں۔ جناب اسپیکر! اس دفعہ اگر ہم ہیلتھ کو لیں۔ چونکہ Covid-19 آیا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے ہیلتھ سرفہرست ہے۔ ہیلتھ کے لئے ہم نے بجٹ میں 40% اضافہ کیا ہے۔ پہلے ہیلتھ کا بجٹ 22 ارب تھا۔ اس دفعہ ہم نے بڑھا کے اُسکو 32 ارب کر دیا ہے۔ جناب اسپیکر! ہم نے اس دفعہ ہیلتھ کو کوئی سترہ سو کے قریب میڈیکل ڈاکٹرز کی پوسٹیں create کر کے دی

ہیں۔ جس میں پانچ سو کے قریب ٹیچنگ فیکلٹی ہے جناب اسپیکر! بلوچستان کی تاریخ میں کبھی یہ نہیں ہوا ہے بلکہ جب بھی ہم بجٹ سازی کرتے رہے ہیں۔ تو اس میں ہماری جتنی بھی کوشش ہوتی ہے کہ non-productive posts ہم لے آئیں تاکہ اپنے ووٹرز کو بیشک وہاں ہم ان کو دیدیں اور ووٹ حاصل کر سکیں۔ لیکن اس دفعہ ہم نے انسٹی ٹیوشن بلڈنگ کی اس کو ہم نے focus کیا۔ فاطمہ جنرل اینڈ چیف سٹ ہسپتال کو ہم نے فاطمہ جناح انسٹی ٹیوٹ میں تبدیل کر دیا ہے کوئی 180 کے قریب پوسٹیں ہم نے اُنکو دے دی ہیں۔ اسی طرح جناب اسپیکر! PGMI جو بیس سالوں سے شیخ زید ہسپتال میں dorment میں پڑا ہوا تھا اس کی وجہ سے ہمارے جتنے بھی DHQ's تھے، وہاں ہم Specialists نہیں بھیج سکتے تھے نہ ہی ہماری capacity تھی specialists produce کرنے کی، اس دفعہ ہم نے اس کے سارے لوازمات پورے کیے ہیں۔ اور تقریباً ایک سو سات کے قریب ہم نے ان کو ٹیچنگ فیکلٹی کیلئے پوسٹیں دیں۔ اس کے علاوہ 644 پوسٹیں ہم نے اس رواں مالی سال میں ان کو create کر کے دی ہیں۔ جناب اسپیکر! ہم نہیں کہتے کہ یہ ہم نے بڑا احسان کیا ہے۔ یہ ہمارا فرض تھا کیونکہ ہیلتھ سیکٹر، ہیلتھ کیئر سسٹم اُس کو فروغ دینا اس کے فروغ کو بڑھانا اس کو ترقی دینا ہر حکومت کے اولین فرائض میں شامل ہیں۔ نہ صرف ہم یہاں رُکے بلکہ کوئی 8 کے قریب DHQ's کو ہم نے اپ گریڈ کر کے ٹیچنگ ہسپتال ڈیکلیر کیا اس میں کنسلٹنٹ کی پوسٹ اور باقی جو اس کے لوازمات تھے ان کو دیے۔ تین ہسپتال بلوچستان کے اندر پہلے بھی تھے جس میں تربت، لورالائی، خضدار جو پہلے نوٹیفائی ہو چکے ہیں بحیثیت ٹیچنگ ہسپتال۔ اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ وہاں جا کر کے کنسلٹنٹ بیٹھ سکیں گے وہاں ہاؤس جاب ہو سکے گی اور مستقبل میں وہاں میڈیکل کالج بھی بن سکتے ہیں۔ میں بات کر رہا ہوں پچاس سال بعد کی، بیس سال بعد کی، تیس سال بعد کی، جب وہاں ضرورت پیدا ہوگی۔ جناب اسپیکر! اگر اسی طرح ایک معزز رکن نے کہا تھا کہ ہمارے حلقوں میں آپ لوگوں نے کوئی ہسپتال نہیں رکھا۔ یہاں اس طرح کا تاثر دیا جا رہا تھا۔ کوئی 52 کے قریب BHU's اس بجٹ میں ہم نے create کئے ہیں اور دس کے قریب RHC's جو ڈیپارٹمنٹ کے ڈسپوزل پر دیے ہیں کہ جہاں ضرورت ہو گیا اس بجٹ کی منظوری کے بعد recommend کریں وہ approve ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر تعلیمی شعبے کو آپ دیکھ لیں %17 اس کا شیئر ہے ہمارے ٹوٹل بجٹ میں۔ اس دفعہ کوئی 79 ڈگری کالج کے جو فنڈز تھے ان کو ہم decentralize کیا پہلے ڈائریکٹوریٹ ان کو کنٹرول کرتا تھا اور تین گنا ان کا فنڈ بڑھا دیا ہے اسی طرح گورنمنٹ ایک پالیسی لائی ہے کہ کوئی بیس کے قریب انٹر کالج فیمیل 10 انٹر کالج ان کو اپ گریڈ کیا ہے اسی طرح ہم نے ان کو فنڈ دیا ہے اور

پرنسپل صاحبان کیلئے ہم نے بجٹ میں گاڑیوں کا بھی بندوبست کیا ہے اور 19 کے قریب بوائز انٹر کالجز کو بھی اپ گریڈ کیا ہے جس میں مولوی نور اللہ صاحب کا اور انٹر کالج بھاگ بھی شامل ہے۔ کل وہ کہہ رہے تھے کہ میرے حلقے میں کچھ نہیں ہوا ہے۔ جناب اسپیکر! دو ہزار کے قریب ہم نے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کو پوسٹیں دی ہیں۔ جس میں کوئی 450 کے قریب پوسٹیں وہ ہائیر ایجوکیشن کو گئی ہیں۔ ثناء بلوچ صاحب کہہ رہے تھے کہ جی پولی ٹیکنک انسٹی ٹیوٹ نہیں بن رہے ہیں۔ اگر تین دن میں بن سکتا ہے شاید وہ بنا سکتا ہے لیکن ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ ہم نے اس بجٹ میں دالبندین، چاغی اور چمن میں دو پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ ڈالے ہوئے ہیں اور جو فنکشنل ہونگے ان کا فائدہ سب کو پتہ ہے جناب اسپیکر! ایک اور بات ہمارے کسی معزز رکن نے کہی کہ جی ہمارے حلقوں میں خصوصاً اپوزیشن کے حلقوں میں نہ کوئی اسکول بنا ہے نہ کوئی اسکول اپ گریڈ ہوا ہے۔ اس دفعہ 52 اسکول پرائمری سے مڈل اور 52 اسکول مڈل سے ہائی ہم نے بجٹ میں ڈالے ہوئے ہیں جو equally سب حلقوں میں distribute ہونگے 53 sorry۔ جس میں ہمارے دو ایم پی اے صاحبان ہیں جن کی electoral-constituency دو ڈسٹرکٹس پر مشتمل ہیں۔ تو ڈسٹرکٹ کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کیلئے تھوڑا اضافہ کیا ہے۔۔۔ (مداخلت) میں بتا رہا ہوں آپ بجٹ بک پڑھ لیں، جس دن میں نے بجٹ پیش کیا آپ نے واک آؤٹ کیا اسی وجہ سے آپ کو پتہ نہیں ہے آپ بجٹ بک دوبارہ پڑھ لیں۔ جناب اسپیکر! GP گراؤنڈ پر موٹنگ ایجوکیشن کے کوئی 47 پرائمری اسکول تھے جو کب سے ایسے پڑے ہوئے تھے، ان کو ہم نے اپ گریڈ کر کے مڈل بنا دیا۔ اسی طرح جو مختلف حلقوں میں نہ اپوزیشن کے اور حکومت کے۔ اسی طرح کوئی اٹھارہ GP کی دس پر موٹنگ ایجوکیشن کے مڈل اسکول تھے جن کو ہم نے ہائی کر دیا ہے۔ جناب اسپیکر! ناں صرف ہم نے یہ اور سو کے قریب ہائیر سیکنڈری plus ہائی اسکول ان کو جتنی بھی ان کی ضروریات ہیں لیبارٹری ہو، لائبریری ہو، جو ایک کوالٹی ایجوکیشن کے انوائرنمنٹ کو پوری کر سکتی ہے وہ ہم نے پوری کر کے دیدی ہے۔ جناب اسپیکر! اب ہائیر ایجوکیشن کی طرف آتے ہیں۔ ہمارے صوبے کی نوپبلک یونیورسٹیز ہیں ان کے فنڈز کا بڑا انکوشارٹ فال تھا، HEC نے کٹوتی کی۔ اپوزیشن والوں سے گزارش ہے کہ ان کی باتیں ہم نے سنیں وہ ہماری بھی سن لیں۔

جناب چیئرمین: احمد نواز صاحب! اور زیرے صاحب! order in the House!

وزیر محکمہ خزانہ: تو ہم نے یونیورسٹی فنانس کمیشن رواں مالی سال بنایا۔ اُس کا ایک فنڈ مختص کیا کوئی ڈیڑھ ارب کے قریب۔ اور ہر یونیورسٹی کو minimum پندرہ کروڑ، جس میں تربت اور لورالائی شامل ہیں، maximum چونتیس کروڑ ایک فارمولہ کے تحت۔ اس کمیشن کو Head میں کرتا ہوں بحیثیت فنانس منسٹر۔

اور پرنسپل سیکرٹری ٹو گورنرانے ممبر ہیں۔ اور اسی طرح تمام یونیورسٹیز کے وائس چانسلرز اس کمیشن کے ممبر ہیں اور ان کے ساتھ مل بیٹھ کے ایک فارمولہ بنایا اور ان کو ہم نے فنڈز جاری کر دیئے۔ اور ان کے مسائل کافی حد تک حل ہو گئے۔ اس دفعہ ہم نے ان کے فنڈز کو بڑھا دیا ہے۔ جناب اسپیکر! پچھلے سال ہم سوشل سیکورٹی پر ایک پروگرام لے آئے، جس میں عوامی انڈونمنٹ فنڈ جس میں ہماری ایمپلائز کی کپسٹی بلڈنگ فنڈ جس میں ڈیزاسٹر منجمنٹ فنڈ اور۔۔۔

جناب چیئرمین: اذان ہو رہی ہے ذرا وقفہ کر دیں۔

(خاموشی۔ اذان عصر)

جناب چیئرمین: جی منسٹر صاحب! جاری رکھیں۔

وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر! سوشل سیکورٹی میں جو ہم نے فنڈز invest کئے تھے کوئی چار ارب کی عوامی انڈونمنٹ فنڈ میں invest ہوئے۔ اس کے انٹریسٹ سے تقریباً ایک ہزار غریبوں کو اس گورنمنٹ نے اچھے ہسپتالوں میں ان کا علاج کرایا ہے۔ اسی طرح ”اخوت“ کے ساتھ ہماری ایک گورنمنٹ آف بلوچستان کی ڈیل ہوئی تھی، جس میں پچیس ہزار لوگوں کو ہم small loans دیئے ہیں۔ جناب اسپیکر! یہ ایک حکومت کی کارکردگی کی بہترین ثبوت ہے۔ اب اس چیز کو بڑھاتے ہوئے اس دفعہ ہم نے کوئی 11.5 ارب کی سوشل سیکورٹی میں ہم نے فنڈز رکھے ہوئے ہیں۔ جس میں Socio-Economic Initiative Post-Covid Relief Programme ہوگا تین ارب کا ہے۔ ہیلتھ افیئر Covid measures ایک ارب کا ہے۔ CM Micro-Finance Interest Free Scheme for Small Businesses جس میں ہم اب پانچ پانچ لاکھ کے قرضے لوگوں کو دینگے۔ اور اس کا میکنزم طے کریں گے۔ اسی طرح CM interest free scheme for low cost housing۔ ان کو بھی جو غریب لوگ ہیں interest free loans دے کے ان کے لئے ہم گھر بنا سکیں گے۔ جناب اسپیکر! میں یہ اس لئے گنوار ہا ہوں کہ ہم نے بڑا احسان کیا ہے عوام پر۔ میں اسی لئے بتا رہا ہوں کہ ہر ذمہ دار گورنمنٹ کا یہ فرض ہے کہ اپنے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے اس طرح کے معاملات کرے۔ جناب اسپیکر! بلوچستان کی مالی صورتحال کو دیکھتے ہوئے کوئی 64 ارب کی انویسٹمنٹ فنانس ڈیپارٹمنٹ نے کی ہے اور اس کا return اس کا جو interest صوبے کو ملا ہے وہ کوئی نو بلین سے زیادہ ہے۔ جس میں پندرہ ارب صرف پنشن فنڈ میں ہم نے انویسٹ کئے ہیں۔ اور دو ارب اس دفعہ add ہو گئے ہیں۔ جو پنشن کا جو آنے والا ایک جن ہے اس کو بوتل

میں بند کرنے کے لئے یہ ساری گورنمنٹ preventive یا precautionary measures لے رہی ہے۔ جناب اسپیکر! ایگریکلچر ایک اہم سیکٹر ہے اور ٹڈی دل آیا ہوا ہے اُس کے تدارک کے لئے پانچ سو کروڑ روپے ہم نے ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ کے ڈسپوزل میں دیئے ہیں۔ اور ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ کی strengthen کے لئے کوئی 588 بلین گورنمنٹ نے اس دفعہ allocate کئے ہیں جس میں ایک ہزار کے قریب free-licensed موٹر سائیکلیں ملیں گی اور باقی جتنے بھی ان کے آفسرز ہیں ان کو گاڑیاں اور باقی چیزیں گورنمنٹ لیکے دے گی۔ جناب اسپیکر! بلوچستان کے پی ایس ڈی پی پر آنے سے پہلے میں فیڈرل پی ایس ڈی پی کا ذرا بتانا چاہوں گا۔ فیڈرل پی ایس ڈی پی میں بلوچستان کی کوئی نو سو پچاس ارب کی اسکیمات reflected ہیں۔ جس میں پہلے یعنی پچھلے سال حکومت نے ان سے رابطہ کیا، وفاق 80 بلین روپے allocation کی ensure کرائی اور اس دفعہ annual پلاننگ کمیشن کمیٹی کی میٹنگ ہوئی تھی جس میں میں اور وزیر اعلیٰ صاحب دونوں تھے اور ہم نے ان سے سخت احتجاج کیا اور اُس احتجاج کی وجہ سے بلوچستان کے لئے اربوں روپے منظور ہو گئے، جو کئی سالوں سے وفاق پی ایس ڈی پی کی book کی زینت بنے ہوئے تھے لیکن ان کی منظوری نہیں ہوئی تھی اس میں، میں کہہ دوں گا میرے دوست زمرک اپکنزی صاحب کہ انہوں نے اور میں نے مل کے پریس کانفرنس کی۔ اور وفاق پر ہم نے ایک پریشر ڈالا اور اس کے بعد ہم نے ان کے ساتھ negotiation کی جس میں آپ کے ہوشاب، آواران روڈ کئی سالوں سے reflected تھی اس سال سی ڈی ڈبلیو پی کی میٹنگ میں منظور ہوئی ہے۔ اور چار ارب روپے اس کی ایلوکیشن ہے۔ اسی طرح سی پیک ویسٹرن روٹ ایک سیاسی اور خوشنما نعرہ بن چکا تھا۔ جس میں ہماری مختلف سیاسی پارٹیاں ویسٹرن روٹ کو لیکر کے اپنی سیاسی باتیں کرتے تھے۔ میں کسی controversial بات پر نہیں جانا چاہوں گا۔ لیکن پچھلے سال جب ہم نے وفاق سے بات کی تو انہوں نے کوئی 65 ارب کی ٹوب، کچلاک روڈ منظور کی۔ جس کے لئے دس ارب روپے اس سال ایلوکیشن رکھا ہوا ہے جناب اسپیکر! اگر اس کی کریڈٹ کوئی گورنمنٹ آف بلوچستان کو نہیں دے تو میں اس کی نیت پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح کوئٹہ ویسٹرن بائی پاس، ڈیرہ مراد جمالی بائی پاس، نوکنڈی، لکدشت روڈ، نوکنڈی، مائیکل روڈ اور بھی کئی اسکیمات ہیں جن کی آپ لسٹیں پلاننگ اینڈ ڈیولپمنٹ ڈیپارٹمنٹ سے لے سکتے ہیں۔ جو سی ڈی ڈبلیو پی جو فورم ہے اُس نے approve کر کے گورنمنٹ آف بلوچستان کو دی ہیں۔ گوکہ ہماری وفاق کے ساتھ strong reservations ہیں کیونکہ انہوں نے چھ سو پچاس بلین کی پی ایس ڈی پی میں دو new اسکیمات منظور کئے ہیں جس میں گورنمنٹ نے بلوچستان کے جتنے بھی

coalition partners نے اور اپوزیشن نے سب نے اپنا احتجاج ریکارڈ کروایا۔ اور انہوں نے ہمیں یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ ہم آپ کے اس مسئلے کو رواں مالی سال جو آنے والا مالی سال ہے اُس میں جا کے حل کر دیں گے۔ جناب اسپیکر! اگر آپ صوبائی بجٹ پر آئیں، کوئی دوسو دو ہزار پانچ سو 68 اسکیمات اس دفعہ صوبائی بجٹ میں آئے ہوئے ہیں۔ جس میں سولہ سو 34 نئے ہیں۔ اور نو سو 34 جو ہیں on-going ہیں۔ جناب اسپیکر! میں بڑے فخر سے ایوان کو بتانا چاہوں گا کہ ہم نے پچھلے سال کوئی چودہ سو 37 اسکیمات کمپلیٹ کر کے لوگوں کو حوالے کئے ہیں۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ جناب اسپیکر! پچھلے سال 75 ارب روپے مختلف ڈیپارٹمنٹس کو ریلیز ہوئے ہیں۔ اور ایک بھی اپوزیشن کا اور ٹریژری پنچر کا ممبر مجھے بتائے کہ وہ اپنے فنڈ فنانس کو ریلیز کرنے کے لئے یا پی اینڈ ڈی کو ریلیز کرنے کیلئے خود اُس نے چکر کاٹے ہوں۔ سسٹم کو ہم نے strengthen کئے ہیں۔ اور اُن کے فنڈز ریلیز ہوتے گئے ہیں اور کوئی قدغن کوئی کچھ بھی نہیں ہوا۔ اور جس طرح اُن کے ایلوکیشن تھے وہ بھی آپ کے سامنے کئی دفعہ آ چکے ہیں وہ اُنکو میں نہیں دہرانا چاہوں گا۔ جناب اسپیکر! یہاں ہمیشہ ایک روایت رہی ہے کہ جو بھی نئی گورنمنٹ آتی ہے وہ پرانی گورنمنٹ کی اسکیمات کو close کر دیتی ہے اور اُن کے لئے nominal ایلوکیشن رکھ دیتی ہے۔ اور اپنی اسکیمات کو مزید فنڈنگ کرتی ہے۔ لیکن اس سال اور پچھلے سال باون پرسنٹ ہم نے ایلوکیشن جس کا کل حجم کوئی ساٹھ ارب روپے ہے جس میں on-going اسکیمات کیلئے رکھے ہیں جو ہماری گورنمنٹ میں بھی ہوئی ہے اور پچھلی گورنمنٹ کی ہے۔ اور اُنکا ریشو 29% سے زیادہ نہیں ہوتا تھا اور یہ ایک گورنمنٹ کی نیک نیتی اور ایک گورنمنٹ کی شفافیت کو ثابت کرتی ہے۔ جناب اسپیکر! اگر آپ بلوچستان کی زوننگ کریں بلوچستان land-mass کے حوالے سے پورے ملک کا 44% ہے جس میں آپ کا گرین بیلٹ ہے نصیر آباد۔ آپ کا منرلز ایریا ہے رخنشان ڈویژن۔ کوشل ایریا ہے مکران اور لسبیلہ۔ ناردرن بیلٹ ہے ژوب، لورالائی۔ ہر ایریا کے اپنے لوازمات ہیں اپنی ضروریات ہیں اپنے ڈولپمنٹ کے تقاضے ہیں۔ اگر ہم نے پٹ فیڈر کینال approve کرانی ہے۔ اگر وہ پچیس ارب کا ہو یا پچاس ارب کا ہو، جو فیئر 2 ہے پچیس ارب کا، جس میں کمانڈ ایریا کے لئے دو ارب روپے رکھے ہیں۔ تو وہ نصیر آباد کے علاوہ کہیں بن نہیں سکتا۔ اسی طرح ہمارے ژوب ڈسٹرکٹ ہے، ناردرن ایریا، ویسٹرن روٹ بلوچستان کے لئے ایک خواب تھا۔ لیکن اس کو میں نے فیڈرل گورنمنٹ پر pressure ڈال کے اُن سے یہ کہا کہ ہم آپ کی صرف باتوں میں نہیں آئیں گے نہ آپ کے خوشنما نعروں کو ہم اپنائیں گے۔ جب تک آپ پریکٹیکل کام نہیں کریں گے۔ اور آج 65 ارب روپے کی ایک سڑک منظور ہوئی ہے پچھلی گورنمنٹ میں اور

اس پر کام ہونے جا رہا ہے۔ اسی طرح جناب اسپیکر! بلوچستان کے دس ڈسٹرکٹس ایسے ہیں جن کے ساتھ براہ راست انٹرنیشنل بارڈرز ٹچ ہوتے ہیں۔ جس میں افغانستان کے ساتھ پانچ ڈسٹرکٹس اور پانچ ڈسٹرکٹس ایران کے ساتھ، ابھی وہاں fencing ہو رہی ہے۔ اور میں آپ کو بتاؤں کہ ہماری جو لوکل اکانومی ہے خصوصاً ان ڈسٹرکٹس کی یہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ ان کی جو براہ راست dependency ہے وہ مذکورہ بارڈرز اور مذکورہ ملکوں کے ساتھ ہے۔ اب fencing ہو رہی ہے۔ اور یہ نہیں کہ صرف وہ ڈسٹرکٹس اس سے مستفید ہیں بلکہ بلوچستان کی آدھی سے زیادہ اکانومی international bilateral trade وہاں سے مستفید ہو رہا ہے اب حکومت بلوچستان نے اس چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے فیڈرل گورنمنٹ سے بات کی ہے کہ اگر آپ fencing کرینگے چونکہ ایک ضرورت بھی ہے دہشت گردی کے واقعات بھی ہو رہے ہیں تو ہم اپنے غریب لوگوں کا کیا کریں۔ فیڈرل گورنمنٹ نے کوئی تیرہ کے قریب بارڈر مارکیٹس بنانے کا وعدہ کیا ہے provided that کہ آپ فیڈرل گورنمنٹ، گورنمنٹ آف بلوچستان اور وفاقی حکومت وہ سڑکیں وہاں پہنچائے بجلی کا نظام وہاں پہنچائے تب جا کے یہ materialize ہونگے۔ اس حوالے سے اگر تریبٹ میں کچھ سڑکیں بن گئیں۔ تو آپ خود تریبٹ کے ہیں اور بھی بہت سے دوست وہاں کے ہیں۔ صرف اور صرف بارڈر مارکیٹس اور سیکورٹی point of view سے ہمارے کچھ ممبران نے اس کو کوئی خدانخواستہ ایسے رنگ دینے کی کوشش کی کہ جس میں پتہ نہیں کوئی قومیت آگئی ہے کوئی اور معاملہ آ گیا ہے۔ اور جناب اسپیکر! آپ کو اچھی طرح پتہ ہے کہ لوگوں کی ساری زندگی۔ لوگوں کی بود و باش لوگوں کا رہنا سہنا لوگوں کے معاملات لوگوں کے چولہے بارڈر کی وجہ سے وہاں جلتے ہیں۔ تو میرے لیے عجیب اور حیرانگی کی بات ہوئی کہ جہاں ڈویلپمنٹ دنیا میں دوپلینٹ وہ need basis پر ہوتی ہیں اگر گوادریں جیٹی کی ضرورت ہے پسینی میں جیٹی کی ضرورت ہے تو کل میں کہوں گا بلیڈ میں جیٹی بناتا ہوں۔ یہ تو ممکنات میں شامل نہیں ہے۔ جیٹی وہاں بنے گی جہاں سمندر ہو اسی طرح کینال وہاں پر بنیں گے جہاں اریگیشن سسٹم ہو اسی طرح مائننگ یونیورٹی وہاں پر بنے گی جہاں منرلز ہوں۔ کونلے کے لیے آپ وہاں کوئی پروجیکٹ لا سکتے ہیں جہاں کونلہ ہو تو ان چیزوں کو progrowth initiative یہی چیزیں ہیں جو بلوچستان کی اکانومی کو آگے بڑھاتی ہیں۔ جناب اسپیکر! کل ایک میرا دوست نے اچھا ہوا میرے ساتھ commitment کی کہ میں آپ کی speech کے دوران یہاں رہوں گا جوش و خہابت میں انہوں نے ایک ڈسٹرکٹ کا نام لیا کہ جی وہاں 14 کروڑ گئے۔ اور بڑی زیادتی ہوئی فلاں ہوا۔ تاکہ اُس کو ایک علاقائیت اور ایک قومیت کی شکل میں رنگ دیا جائے۔ جناب اسپیکر! موسیٰ خیل ڈسٹرکٹ کا انہوں نے نام لیا

ہے اُس ڈسٹرکٹ کی allocation آپ P&D سے فنانس سے چیک کر سکتے ہیں 97 کروڑ روپے ہیں اور اُس کے ساتھ جس ایم پی اے صاحب کا نام لے رہے تھے دوسرا شیرانی اس کا 67 کروڑ روپے اس کی allocation ہے۔ جناب اسپیکر! ایک اور ہمارے ممبر نے پشین کے حوالے سے بات کی۔ اچھی بات ہے کہ ہر کوئی اپنے علاقوں کے لیے بات کرے۔ ہر کوئی اپنے علاقوں کے مسائل کے لیے یہاں بولیں۔ اور اسی کام کے لیے عوام نے ہم سب کو منتخب کر کے یہاں بھیجا ہے۔ پشین کی allocation ایک ارب 80 کروڑ ہے۔ جناب اسپیکر! ایک اور بھی تاثر ہمارے یہاں لوگ کہتے ہیں کہ جی مداخلت۔ مداخلت کی تشریح میں حیران ہوں یہ کیا ہے؟ ابھی تک مجھے سمجھ نہیں آئی۔ کہ جی اگر میرے حلقے میں فنڈ لگے اور وہ فنڈ اُس کی سرپرستی میں نے نہیں کی تو یہ گناہ عظیم ہو گیا۔ یہ پتہ نہیں کونسی مداخلت ہو گئی۔ یہ انٹرنیشنل سازش ہو گئی جناب اسپیکر! آپ بہتر جان سکتے ہیں آپ نے، آپ کے اپنے ووٹرز لالا رشید کے حلقے میں ہیں۔ اور آپ نے اُن کو دو اسکیمات دیئے اور لالا رشید پرسوں مجھے بتا رہے تھے کہ جی بڑا اچھا ہوا کہ شاہ صاحب نے دو اسکیمات میرے حلقے میں منظور کیں۔ میرا یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ اسی طرح جناب اسپیکر! گوادر ڈسٹرکٹ میں، وزیر اعلیٰ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، کوئی 50 سے اوپر انہوں نے اسکیمات دیئے ہیں۔ میرا حملہ کلمتی ہمارے ایم پی اے ہیں بڑے اچھے دوست ہیں۔ انہوں نے برملا خوشی کا اظہار کیا۔ میں WhatsApp groups میں سوشل میڈیا پر دیکھتا ہوں۔ بڑے خوشی کا اظہار کر رہے ہیں ”کہ یہ جی ہمارے دیرینہ مسئلے حل ہو گئے“۔ جناب اسپیکر! میرے حلقے میں BNP اور جمعیت علمائے اسلام کے ووٹرز ہیں۔ آئیں یہ مداخلت میرے حلقے میں کریں اور اپنے لوگوں کو فنڈز دیں اُن کی ضرورتیں پوری کریں۔ میں آپ کو وثوق سے کہتا ہوں کہ اُن کے نام کی تختی میں لگا دوں گا جناب اسپیکر! خدا را! بہت سی چیزوں سے وفاق نے ہم سے کان بند کیے ہوئے ہیں۔ مجھے تو کہیں شک ہوتا ہے کہ انہوں نے مداخلت، مداخلت کہہ کر وفاق کو یہ باور نہ کرائیں کہ وہ فنڈ نہ دے کہیں بلوچستان میں مداخلت نہ ہو جائے۔ مہربانی کریں اس مداخلت کی بہتر تشریح کریں بلوچستان کی تعمیر و ترقی ہم سب کا فرض ہے۔ جناب اسپیکر! میں نے ایوان کا آپ کا کافی ٹائم لیا۔ میں اپنی بجٹ اسپینج کے اختتام پر اپنے قائد ایوان وزیر اعلیٰ صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے بجٹ کی سرپرستی کی، input دیا، چیزوں کو بہتر کیا۔ جتنے بھی ہمارے ٹریڈری پنچر کے اور اپوزیشن کے ممبران ہیں، سب نے اپنی اپنی inputs دی ہے۔ میں سب کا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ اور میں اس عوام دوست بجٹ کا، بلوچستان کے عوام کو مبارکباد دیتا ہوں۔ شکر یہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: شکر یہ۔ بجٹ مکمل ہو گئی۔ میزانیہ بابت مالی سال 2020-21ء پر بجٹ مکمل ہوئی اور

windup speech میں منسٹر فنانس جناب ظہور بلیدی صاحب نے تقریباً تمام زاویوں کا احاطہ کیا۔ اور ہم جتنے ممبران نے اپنے points raise کیے تھے تقریباً اُن کا جواب دے دیا ہے۔ اب اسمبلی کی کارروائی کو آگے بڑھاتے ہوئے۔

رواں اخراجات۔ وزیر خزانہ ضمنی مطالبہ زمرہ 1 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر! سردار عبدالرحمن کھیتراں صاحب ہم سب کے بزرگ ہیں بڑے ہیں، ہماری ہمیشہ راہنمائی فرماتے ہیں، اُنہوں نے پُر زور سفارش کی ہے اور جائز سفارش کی ہے کہ جو ہم نے ملازمین جنہوں نے بجٹ میں، بجٹ سازی میں ہاتھ بٹایا تھا، اُن کو اضافی بونس کے لئے ہم نے جو اعلانات کیے تھے۔ لاء ڈیپارٹمنٹ کے 15 ملازمین ہیں، سردار عبدالرحمن کھیتراں صاحب کی سفارش پر میں اُنکے لیے بونس کا اعلان کرتا ہوں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: point of order جناب اسپیکر۔

جناب چیئرمین: جی زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر صاحب! میں سردار صاحب کی تجویز پر۔

(اس مرحلہ پر میر عبدالقدوس بزنجو، اسپیکر نے اجلاس کی صدارت کی)

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! اگر آپ کی اجازت ہو؟

جناب اسپیکر: جی بسم اللہ کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: قائد ایوان بھی بیٹھے ہیں وزیر خزانہ صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ ہمارے ملازمین کا دیرینہ مطالبہ رہا ہے وہ دن رات کام کرتے ہیں یقیناً ہمیں خوشی ہے کہ ایک خاص ڈیپارٹمنٹ کو کتنا پرسنٹ اُنکو الاؤنس دیا گیا ہے لیکن باقی بھی ڈیپارٹمنٹس ہیں، ہمارے ساتھ ہیں ہمارے ڈائریکٹوریٹ کے ہیں دیگر بہت سارے ڈیپارٹمنٹس ہیں۔ اُن کے لیے اس بجٹ میں اُن کی تنخواہیں نہیں بڑھائی گئی ہیں۔ میرا آج اس فلور سے اپوزیشن کے تمام ممبران سے پُر زور مطالبہ ہے، میں اپنے تمام جتنے بھی ہمارے صاحبان اقتدار اُن پنچر پر بیٹھے ہوئے ہیں ہمارے دوست ہیں میں اُن سے بھی گزارش کروں گا کہ کم از کم 10% ملازمین کی تنخواہیں بڑھائی جائیں۔

جناب اسپیکر: جی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: WhatsApp پر بھی آ رہا ہے وہ مظاہرے بھی کر رہے ہیں۔

جناب اسپیکر: point of order ایک منٹ کا نہیں ہوتا آپ بہت لمبا چلے گئے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! یہ اعلان کریں۔ ابھی انہوں نے اعلان کر دیا اس کا بھی اعلان کر دیں 10% ملازمین کی تنخواہیں بڑھائیں اس میں کیا حرج ہے۔

جناب اسپیکر: بس زیرے صاحب! آپ کا point آ گیا۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: ویسے وزیر خزانہ صاحب نے بڑی تفصیل سے بتایا کہ ہم نے یہ کیا ہے اتنا کیا ہے۔ اب وہ ملازمین کی تنخواہیں 10% تک بڑھانے کا اعلان کریں۔

جناب اسپیکر: جی شکریہ۔ میں request کرتا ہوں تمام ممبران سے کہ اگر point of view وہ اپنا پیش کرتے ہیں کم از کم اس کو مختصر کریں۔ ایک منٹ سے کم ہی کریں۔ آپ پھر تقریر کرتے ہیں۔ نہیں ابھی زرمبادلہ شروع ہوگا تخفیف زر شروع ہو گیا ہے۔

انجینئر زمر خان اچکزئی (وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹو): جناب اسپیکر! ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ والوں نے ٹڈی دل کو ختم کرنے کے لئے بہت محنت کی ہے اور دن رات زمینداروں کے ساتھ لگے رہے۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): زمر خان صاحب! وہ شامل ہیں۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹو: ٹھیک ہے۔ thank you

وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر! میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 80 کروڑ 61 لاکھ 74 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد "ایڈمنسٹریشن آف جسٹس" برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ نمبر 1 پیش ہوا۔ ضمنی مطالبہ نمبر 1 میں جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب، رکن صوبائی اسمبلی نے تحریک تخفیف زر کا نوٹس دیا ہے لہذا جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب! اپنی تحریک تخفیف زر پیش کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: thank you جناب اسپیکر! میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 80 کروڑ 61 لاکھ 74 ہزار روپے کے کل مطالبات زر بسلسلہ مد "ایڈمنسٹریشن آف جسٹس" میں بقدر ایک روپے کی تخفیف کی جائے۔

جناب اسپیکر: تحریک تخفیف زر پیش ہوئی۔ جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب! اپنی تحریک تخفیف زر کی بابت وضاحت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: میری ایک گزارش ہے جناب اسپیکر! جو رقم رکھی گئی ہے، کافی خطیر رقم ہے 80 کروڑ 61 لاکھ روپے۔ میرے خیال سے یہ ڈیپارٹمنٹ اتنا وہ نہیں ہے کہ ہم اسے اتنی زیادہ رقم دیدیں۔ تو میری درخواست ہوگی کہ منسٹر صاحب اس رقم کو واپس کر دیں۔ اس پر غور کریں یہ بہت بڑی رقم ہے اس سے ہمارے عوام کے پر بوجھ پڑیگا یہ رقم جس طرح میں نے پہلے کہا کہ کسی اور مد میں خرچ کیا جائے۔

جناب اسپیکر: جی شکر یہ۔ آیا ضمنی مطالبہ زرنمبر ایک میں تخفیف زر کی تحریک منظور کی جائے؟ جو اراکین ضمنی مطالبہ زرنمبر ایک میں کٹوتی کی تحریک کی حمایت میں ہیں وہ ہاتھ کھڑا کر دیں۔ تحریک نام منظور ہوئی۔

آیا ضمنی مطالبہ زرنمبر ایک کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ مطالبہ زرنمبر ایک اصل حالت میں منظور ہوا۔

اب وزیر خزانہ! مطالبہ زرنمبر 2 کی بابت تحریک پیش کریں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 4 کروڑ 91 لاکھ 36 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال کی اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”صوبائی ایکسائز“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زرنمبر 2 پیش ہوا۔ مطالبہ زرنمبر 2 میں جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب، جناب اختر لانگو صاحب اور جناب یونس زہری صاحب، اراکین اسمبلی نے تحریک تخفیف زر کا نوٹس دیا ہے۔ لہذا محرکین میں سے کوئی ایک محرک اپنی تحریک تخفیف زر پیش کریں۔

میر یونس عزیز زہری: میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 4 کروڑ 91 لاکھ 36 ہزار 3 سو روپے کل مطالبات زر بسلسلہ مد ”صوبائی ایکسائز“ میں بقدر ایک روپے کی تخفیف کی جائے۔

جناب اسپیکر: تحریک تخفیف زر پیش ہوئی۔ جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب! جناب اختر لانگو صاحب! جناب یونس عزیز زہری صاحب! آپ اپنی تحریک کی بابت وضاحت پیش کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! یہ رقم آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایکسائز ڈیپارٹمنٹ کے لیے انہیں چاہیے۔ اب ایکسائز ڈیپارٹمنٹ کو اس کی کیوں رقم کی ضرورت ہے۔ اس کے پاس اتنی رقم ہوتی ہے، ایک ایک جگہ پر جا کر کے صرف حب میں جناب وزیر اعلیٰ صاحب کا اپنا حلقہ ہے، وہاں کتنی کمائی ہوتی ہے۔ تو اب عوام کے 4 کروڑ روپے، اُن سے مزید پیسے لینے چاہئیں تاکہ ہم اپنے باقی ملازمین کو دیں۔

جناب اسپیکر: وہ ایک ارب روپے دیتے ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: ایک ارب روپے اُن سے لے لیں یہاں الٹا دینا پڑ رہا ہے۔
جناب اسپیکر: وہ ایک ارب دے رہے ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں نہیں، وہ مانگ رہا ہے وہ 4 کروڑ روپے مانگ رہا ہے۔ یہ تو بالکل زیادتی ہے ہمارے عوام کے ساتھ زیادتی ہے جناب اسپیکر! کہ اتنی بڑی رقم آپ الٹا ان کو دے رہے ہیں۔ یہاں تو یہ ہونا چاہیے تھا جناب خزانہ منسٹر صاحب کو۔ اسکو تو یہ تحریک پیش کرنی چاہیے کہ ایکسائز سے اتنا پیسہ 2 ارب 3 ارب روپے جو کسی کی جیب میں جا رہے ہیں وہ پیسہ ہمارے عوام کو ملنا چاہیے تھا۔ یہ عجیب سا پتہ نہیں کیسی تحریک لائے ہیں۔ جی تحریک کہاں سے آئی ہے۔
وزیر محکمہ خزانہ: یہ محکمہ میں جمع ہوتی ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں وہ کہاں سے جمع ہوتی ہے وہ اب جیبوں میں چلا جاتا ہے۔
جناب اسپیکر: ملک صاحب! آپ نہیں بول سکتے محرک بولے گا۔ جی اختر لاگو صاحب! نہیں آپ اس پر نہیں بول سکتے۔ وہ کما کر دے رہا ہے آپ تنخواہوں کی مد میں اس کو دے رہے ہیں۔ جی اختر صاحب! وہ تنخواہیں نہیں پورے کر رہے ہیں ایک ارب سے اوپر آپ کو دے رہا ہے۔ میرے خیال میں آپ سمجھ نہیں رہے ہیں وہ جو دے رہا ہے وہ علیحدہ ہے۔ جی اختر۔

میر اختر حسین لاگو: شکر یہ جناب اسپیکر۔ جناب اسپیکر! یہ تحریک پچھلے سال بھی ہم اسی ایکسائز کے حوالے سے اس پر کافی ڈی بیٹ یہاں ہوئی لیکن جناب والا! اس وقت ایکسائز ڈیپارٹمنٹ کے دو ڈائریکٹوریٹ ہیں دو ڈی سی صاحبان ہیں۔ ایک کا تو ابھی recently کچھ عرصہ پہلے فنانس ڈیپارٹمنٹ سے، اُن کی SNE منظور کروائی گئی ہے۔ جناب والا! یہ وہ ڈیپارٹمنٹس ہیں جن کو بلوچستان کی جو ٹریڈری ہے اُس میں پیسے جمع کرنے کے لئے انکو targets دیئے جائیں۔ چہ جائے کہ ہم انکو مزید پیسے دے رہے ہیں یہ ہمارے کمانے والے ادارے ہیں، ایکسائز ہو گیا، مانسز ڈیپارٹمنٹ ہو گیا، ہمارا لائیو اسٹاک ہو گیا، ایگریکلچر ہو گیا جن پر ہمارے economy base کرتی ہے۔ یہ ہمارے sources of income ہے صوبائی حکومت کے۔ وزیر خزانہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں میری اُن سے بھی گزارش ہے کہ ان میں یہ جو پیسے اُنکے لئے رکھے گئے ہیں اُس میں کٹوتی کر کے اُس میں کفایت شعاری کا مظاہرہ کر کے ایکسائز ڈیپارٹمنٹ کو باقاعدہ ٹارگٹ دیا جائے کہ سالانہ ٹریڈری میں کتنے پیسے اُنہوں نے collect کر کے لوگوں سے جمع کروالیں۔

جناب اسپیکر: کیا آپ کو اندازہ ہے کہ کتنے اُنہوں نے اس سال کئے ہیں؟ وہ تو خود استعمال نہیں کر سکتے

ہیں وہ خزانے میں دیں گے پھر خزانہ سے لیں گے۔

میر اختر حسین لانگو: میں اُسی پر آ رہا ہوں جناب اسپیکر۔ اب اگر ہم ایکسائز کی کارکردگی کو دیکھ لیں۔ مختلف taxes ہیں جو excise collect کرتا ہے۔ property tax کے حوالے سے اس وقت ہم جو کچھ paras کو discuss کر رہے تھے، کنٹونمنٹ بورڈ کے ذمہ ایکسائز کے کروڑوں روپے ہیں۔ جو پچھلے 23 سالوں سے pending پڑے ہوئے ہیں لیکن ایکسائز کا محکمہ وہ پیسے اُن سے لینے کی سکت نہیں رکھتا۔ یہ ایکسائز کا جو محکمہ ہے وہ اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں ابھی تک ناکام رہا ہے۔ تو جناب والا! اس محکمہ کو ٹھیک کرنے کے لئے اس محکمہ کی فنڈز میں ہم کٹوتی کر کے ایکسائز کو targets دیئے جائیں کہ وہ اپنے وہ targets achieve کر کے ٹریژری میں پیسے جمع کر لیں۔ چہ جائیکہ کہ ہم اُنکو مزید نواز رہے ہیں۔

جناب اسپیکر: کتنے اُنہوں نے جمع کیئے ہیں؟

میر اختر حسین لانگو: اس وقت مجھے exact figures یا دہیں ہیں کہ کتنے اُنہوں نے جمع کیئے ہیں۔ یہ منسٹر فنانس صاحب ہی بہتر بتا سکتے ہیں کہ اُنہوں نے کتنا جمع کیا ہے اور وہ کتنا مانگ رہے ہیں وہ دیں گے۔ جناب والا! جو وائن اسٹورز کے لائسنس جاری کر رہے ہیں روز بروز آپ اُس پر بھی انکی check and balance کروادیں۔

جناب اسپیکر: میرے خیال میں ایک ارب سے زیادہ ہیں۔ وہ چار کروڑ مانگ رہے ہیں۔ ایک ارب روپے دیئے ہیں۔

میر اختر حسین لانگو: جناب اسپیکر! منسٹر ایکسائز صاحب بیٹھے ہوئے ہیں میرے خیال میں اُنکو بھی خود figures یا دہیں ہوں گے کہ وہ کتنے collections کر رہے ہیں۔

جناب اسپیکر: نہیں، باقاعدہ ہمارے منسٹر صاحب کو سب کچھ یاد ہے۔

میر اختر حسین لانگو: جناب اسپیکر! میری ایوان سے گزارش ہے۔ جی منسٹر صاحب بتا رہے ہیں۔

وزیر محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن: آج تک ایکسائز کا ایک دفتر بھی نہیں ہے۔

میر اختر حسین لانگو: نہیں سریاب روڈ پر دفتر ہے، جب چوکی پر آپ کا سوک سینٹر ہے۔

وزیر محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن: یہ تو کرائے پر لیا ہوا ہے۔ تو ہم لوگ کرائے دے رہے ہیں۔

میر اختر حسین لانگو: اچھا! دونوں کرائے پر ہیں؟

وزیر محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن: تو آپ ابھی یہ کوشش کریں کہ۔۔۔ (مداخلت)

میر اختر حسین لانگو: جناب والا! منسٹر صاحب accept کر رہے ہیں کہ اس محکمے میں اتنے نالائق لوگ ہیں کہ وہ آج تک اپنا آفس نہیں بنا سکے تو ہم انکو مزید پیسے دینے جارہے ہیں۔ تو جناب والا! اس محکمے سے ہم کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ وہ آج تک اپنا دفتر نہیں بنا سکا ہے وہ ایکسائز کو کیا سنبھال سکتے ہیں۔

جناب اسپیکر: وہ آفس نہیں بنا رہے ہیں پھر بھی کما کر دے رہے ہیں۔

میر اختر حسین لانگو: تو جناب والا! مہربانی کریں منسٹر صاحب کے اس اعترافی بیان کے بعد میرے خیال سے یہ چار کروڑ روپے مکمل ان سے کاٹ لیں۔

جناب اسپیکر: منسٹر صاحب appreciate کر رہے ہیں کہ ہم نے دفتر نہیں بنائے ہیں پھر بھی کما کر دے رہے ہیں۔ یہ میرے خیال میں ایک ارب سے اوپر ہیں ابھی بتا دیتے ہیں۔۔۔ (مداخلت) محرک ہیں، چلیں بات کر لیں۔

میر یونس عزیز زہری: منسٹر صاحب ہمیں بتادیں کہ آمدنی کتنی ہوئی ہے اور گورنمنٹ کے پاس کتنے پیسے انہوں نے جمع کیئے ہیں؟

جناب اسپیکر: وہ یہاں debate تھوڑی ہے۔

میر یونس عزیز زہری: منسٹر صاحب بتادیں منسٹری چلا رہی ہے۔ تو یہ بتادیں کہ اس دفعہ انہوں نے کتنی recovery کی ہے۔ اور ایکسائز محکمہ نے گورنمنٹ کو کتنے پیسے دیئے ہیں؟ اگر ان کے پاس جواب ہے تو ہم یہ واپس لے لیتے ہیں۔

وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر! یہ کوئی question and answer session نہیں ہے، یہ سپلیمنٹری بجٹ approve ہو رہا ہے۔ اس میں بحث کی کیا ضرورت ہے۔

جناب اسپیکر: منسٹر صاحب! ہمارے active ہیں۔

وزیر محکمہ خزانہ: نہیں نہیں، آپ ووٹنگ کرائیں۔

جناب اسپیکر: یونس صاحب! اس میں تقریباً ایک ارب پینتیس کروڑ روپے ایکسائز نے اس سال جمع کیئے ہیں۔ چار کروڑ مانگ رہے ہیں مطلب انہیں appreciate کرنا چاہیے ایکسائز منسٹر کو اور اس کے ڈپارٹمنٹ کو۔ پچھلے سال پچاس سے اوپر تھے آج ایک ارب سے اوپر ہیں۔ پچاس کروڑ تک۔ آیا مطالبات زر نمبر۔۔۔ (مداخلت)

میر یونس عزیز زہری: جناب اسپیکر! اس میں آپ یہ دیکھ لیں جتنی وہ recovery کر رہا ہے اس میں

سے کچھ percent ایکسائز اپنے لیے بھی رکھ رہا ہے۔

جناب اسپیکر: نہیں رکھ رہا ہے۔

میر یونس عزیز زہری: سر! آپ منسٹر صاحب سے پوچھ لیں ان کو یہ چیزیں اچھی طرح پتہ ہیں۔

جناب اسپیکر: لیکن جو ان کو targets دیئے ہیں اُس سے اوپر گئے ہیں یہ۔ اس دفعہ جام صاحب ان کی

target کو مزید بڑھا دیں گے۔

میر یونس عزیز زہری: یہ شراب کے لائسنس سے جتنے پیسے آتے ہیں ان میں سے کچھ رکھ رہے ہیں اور جو

پراپرٹی ٹیکس ہے ان میں سے کچھ پرسنٹ انکے پاس جا رہا ہے منسٹر صاحب کو اچھی طرح پتہ ہے۔

جناب اسپیکر: ایک ارب پینتیس کروڑ روپے انہوں نے اس سال جمع کیئے ہیں۔

میر یونس عزیز زہری: جناب اسپیکر! انکو ضرورت ہی نہیں ہے میرے خیال میں ان کے پاس اتنے پیسے

ہوں گے وہ خود کہتے ہیں کہ یہ واپس کر دیں۔

جناب اسپیکر: اب اس کو آگے بڑھائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! اس پر بحث کر لئے ہیں۔

جناب اسپیکر: کیا بحث کی ہے اب اُس نے پیسے جمع کیئے ہیں۔ تحریک تخفیف زر پیش ہوئی۔ آیا ضمنی مطالبہ زر

نمبر 2 میں تخفیف زر کی تحریک منظور کی جائے؟ ہاتھ کھڑا کر دیں۔ تحریک نام منظور ہوئی۔

آیا مطالبہ زر نمبر 2 کو اصل حالت میں منظور کی جائے؟ تحریک مطالبہ زر نمبر 2 اصل حالت میں منظور ہوا۔ اس

سال میرے خیال میں انہوں نے ایک سو پینتیس کیا ہے۔ اگلے سال گورنمنٹ نے اُس کو ٹارگٹ دیا ہے ایک

ارب ساٹھ کروڑ سے اوپر کہ وہ ایکسائز جمع کرے۔

وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زر نمبر 3 پیش کریں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): میں وزیر محکمہ خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 48 کروڑ

ایک لاکھ 39 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطاء کی جائے جو

مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”ایڈمنسٹریشن آف جسٹس (ووٹڈ)“ برداشت کرنا

پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زر نمبر 3 پیش ہوا۔ مطالبہ زر نمبر 3 میں جناب نصر اللہ زیرے صاحب اور

جناب اختر حسین لانگو صاحب، اراکین اسمبلی نے تحریک تخفیف زر کا نوٹس دیا ہے لہذا محرکین سے کوئی ایک محرک

اپنی تحریک تخفیف زر کی تحریک پیش کرے۔

میر اختر حسین لانگو: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 48 کروڑ ایک لاکھ 39 ہزار 3 سو روپے کے کل مطالبات زر بسلسلہ ”ایڈمنسٹریشن آف جسٹس (ووڈ)“ میں بقدرے ایک روپے کی تخفیف کی جائے۔

جناب اسپیکر: تخفیف زر پیش ہوئی۔ جناب نصر اللہ زیرے صاحب اور جناب اختر لانگو صاحب آپ اپنی تحریک کی بابت وضاحت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! آپ کی اجازت سے میں پھر یہی کہوں گا جس طرح میں نے پہلے مطالبات زر نمبر 1 کے حوالے سے کہا تھا کہ ہماری حکومت، ہماری انتظامیہ، ہماری منسٹری آف فنانس وہ یہ نہیں دیکھتی کہ overall ہمارے صوبے کی حالت کیا ہے۔ ہمارے صوبہ کے ایک کروڑ تیس لاکھ عوام کی کیفیت کیا ہے۔ وہ بغیر سوچے سمجھے وہ رقم ایک ڈیپارٹمنٹ کو دیتی ہے۔۔۔ (مداخلت) آپ ہمارے عوام کا پیسہ ضائع کرتے ہیں کروڑوں روپے۔ یہ جناب اسپیکر! مختلف مدات، ابھی آئیں گے اربوں روپے اب اُنکے ضائع ہو رہے ہیں جناب اسپیکر! آپ مہربانی کریں حکومت کو چاہیے کہ وہ بڑی تسلی کے ساتھ بیٹھ کر کے اُنکو ہاؤس میں لانا چاہیے تھا۔ یہ پھر عوام کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ ایک کروڑ تیس لاکھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں لوگ ہمیں دیکھ رہے ہیں میڈیا کھڑا ہے اور آپ ہماری وزارت خزانہ یہاں ویسے ہماری ٹیبل کے سامنے لا کے اتنے پلندے رکھ لیتے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ زیادہ رقم ہے اس میں تخفیف کی جائے۔

جناب اسپیکر: مطالبہ نمبر 3 پر بات آپ کر رہے ہیں نا۔ عدالتوں کو کم دینا چاہیے یا زیادہ؟
وزیر محکمہ خزانہ: یہ بلوچستان صوبائی اسمبلی ہے کھل کے بولیں اگر اُنکو عدالتوں میں خدشہ ہے۔۔۔ (مداخلت)

میر اختر حسین لانگو: ظہور صاحب! ہم بولیں گے ہم تو ویسے بیروزگار ہیں آپ اپنے روزگار کی فکر کریں آپ لوگوں کا روزگار خراب نہ ہو۔ جوشِ خطابت میں کبھی کبھی آپ لوگ ایسے اداروں کے نام بھی لے رہے تھے کہ بعد میں گلے پڑ جائیں۔

جناب اسپیکر: آپ بتائیں اسے کم کرنا چاہیے یا زیادہ۔

میر اختر حسین لانگو: سردار صاحب سے پوچھ لیں ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ جوشِ خطابت میں کچھ کہہ گئے وہ اسمبلی ریکارڈ کا حصہ بن گیا ہے۔۔۔ (مداخلت)

جناب اسپیکر: آپ لوگ آپس میں بحث نہیں کریں۔

میر اختر حسین لانگو: اب وہ ریکارڈ کا حصہ بن گیا ہے۔ اب وہ جو ظاہر ہے کل وہ۔۔۔ (مداخلت)

جناب اسپیکر: اختر لانگو صاحب! آپس میں بحث نہیں کریں بتائیں کہ کم کریں یا زیادہ؟

میر اختر حسین لانگو: جناب والا! اسی لئے ہم کہتے ہیں منسٹر فنانس اٹھ گئے تو ظاہر ہے کہ اس لئے ہم نے آپس میں تھوڑی سی۔۔۔

جناب اسپیکر: نہیں، نہیں آپس میں نہیں کریں۔

میر اختر حسین لانگو: جناب اسپیکر! یہاں اگر مطالبات زر نمبر 1 کو آپ دیکھ لیں ایڈمنسٹریشن آف جسٹس۔

وہاں اب 80 کروڑ 61 لاکھ سے آپ زیادہ رقم اُنکو دے رہے ہیں۔ پھر یہاں ایڈمنسٹریشن آف جسٹس (ووٹڈ) کے نام سے۔ آپ پھر ان کو 48 کروڑ روپے دے رہے ہیں تو ہم یہ چاہے ہیں کہ آپ نے ایڈمنسٹریشن آف جسٹس کو already دیئے ہیں تو پھر یہ (ووٹڈ) کا اضافہ کر کے اُس پر آپ پھر اڑتالیس کروڑ روپے دے رہے ہیں۔ تو یہ میرے خیال سے اس غریب صوبہ کے عوام کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ یہ ایک فضول خرچی ہے اس کو آپ کم کر دیں۔ 80 کروڑ 61 لاکھ روپے میں جوڈیشری اور جسٹس کو دے رہے ہیں۔ ظہور صاحب جس کو بھی دے رہے ہیں وہ اُس 80 کروڑ 61 لاکھ روپے میں اپنا گزارا کر لیں۔

جناب اسپیکر: آیا ضمنی مطالبات زر نمبر 3 میں تخفیف زر کی تحریک منظور کی جائے؟ ثناء بلوچ صاحب نہیں ہیں ہاتھ کھڑا نہیں کر رہے ہیں۔ تحریک نام منظور ہوئی۔

آیا ضمنی مطالبہ زر نمبر 3 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ ادھر دیکھ لیں سی ایم صاحب نے کر دیا۔ ادھر ثناء بلوچ صاحب نہیں کر رہے ہیں پتہ نہیں کیا چکر ہے۔ سلیم کھوسہ صاحب ادھر بار بار point کر رہے ہیں پتہ نہیں کیا ہے۔ تحریک منظور ہوئی مطالبہ زر نمبر 3 اصل حالت میں منظور ہوا۔

وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زر نمبر 4 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 1 کروڑ 76 لاکھ 15 ہزار 9 سو 80 روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطاء کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ ”جیل وقید و بند مقامات“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زر نمبر 4 پیش ہوا۔ اس مطالبہ زر میں جناب یونس عزیز زہری صاحب،

جناب نصر اللہ زیرے صاحب اور جناب اختر لانگو صاحب اراکین اسمبلی نے تحریک تخفیف زر کا نوٹس دیا ہے لہذا

محرکین میں سے کوئی ایک محرک تخفیف زر پیش کریں۔

میر پولس عزیز زہری: میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 76 لاکھ 15 ہزار 9 سو 80 روپے سے متوازن ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطاء کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”جیل و قید و بند مقامات“ بقدر ایک روپے کی تخفیف کی جائے۔

جناب اسپیکر: تحریک تخفیف زر پیش ہوئی۔ جناب پولس عزیز زہری صاحب، جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب اور جناب اختر لانگو صاحب! آپ اپنی تحریک تخفیف زر کی بابت وضاحت کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! آج سے کوئی بیس سال پہلے ہم اسٹوڈنٹس politics میں تھے، ہمیں گرفتار کیا گیا تھا یونیورسٹی سے۔ سردار صاحب بھی اُس وقت نیب زدہ تھے۔ وہاں بیٹھے، ہم دونوں ہم ساتھ ہی تھے۔ تو جناب اسپیکر! یہ رقم جو رکھی گئی ہے یہ ایک کروڑ 76 لاکھ 15 ہزار 9 سو 80 روپے، جیل و قید و بند مقامات۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی ہے جناب اسپیکر! کہ ہماری جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے، اور اُن قیدیوں کے لئے جو رقم اُنکے کھانے پینے کے لئے مخصوص ہوتی ہے لیکن آپ دیکھ رہے ہیں میں نے وہاں وقت گزارا ہے دو تین مرتبہ، اور اُن قیدیوں کو وہاں کچھ بھی نہیں دیتے۔ اُن کا آپ کھانا دیکھ لیں ان کی آپ روٹی دیکھ لیں۔ اب یہ تمام رقم وہاں رشوت کی نذر ہوتی ہے۔ قیدیوں تک وہاں کچھ پہنچتا ہی نہیں ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ رقم جب قیدیوں کو غریب لوگ جو وہاں قید ہوتے ہیں وہاں تک کوئی چیز پہنچتی نہیں ہے پھر اس رقم کی اتنی ضرورت کیا ہے کہ آپ دے رہے ہیں۔ یہ تو فضول خرچی ہوگی جناب اسپیکر! یہ عوام کا خزانہ برباد کرنے کے مترادف ہوتا ہے کہ آپ خواہ مخواہ ایک رقم وہاں دے رہے ہیں اس رقم کی کوئی ضرورت نہیں یہ اس میں میں سمجھتا ہوں کہ اس میں تخفیف کی جائے۔ اور ایک ایسے ڈیپارٹمنٹ کو یہ رقم دی جائے جو عوام کی خدمت کر سکے۔

جناب اسپیکر: ایسے لمبا نہیں کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! آپ ہمیں کچھ بولنے دیں وزراء کرام کے پاس، وہ بیٹھیں گے ہمیں سنیں گے۔ ہم عوام کی تکالیف بیان کریں گے مسئلہ نہیں ہے۔ یہ انہوں نے ایک ایک گھنٹہ تقریر کی ہے ہم بیٹھے ہیں۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کس لئے زیادہ۔ کیا عوام تک پہنچتا ہے کیا قیدیوں تک پہنچتا ہے کیا وہ در بدر خواتین تک پہنچتا ہے۔ کوئی وہاں نہیں پہنچتا ہے۔ یہ چند لوگوں کی جیبوں میں چلے جاتے ہیں۔ تو بجائے اس کے کہ چند لوگوں کی جیبوں میں یہ جائیں۔ پھر یہ رقم آپ کیوں برباد کرنے کے لئے دے رہے ہیں۔

جناب اسپیکر: شکر یہ۔ جی اختر لانگو صاحب۔ شاہ صاحب!

سید احسان شاہ: جناب اسپیکر! وہ پیسے خرچ ہو چکے ہیں۔ ابھی اس کی اسمبلی سے منظوری لینی باقی ہے۔ یہ پیسے خرچ ہو چکے ہیں۔ ہاں نئے سال میں۔ تو یہ تو خرچ ہو چکے ہیں۔ اگلے سال پھر سمجھ میں آتا ہے اس سال نہیں۔ نئے مالی سال کے لئے۔

میر اختر حسین لاگو: شکریہ شاہ صاحب! ہماری معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے آپ کا بہت بہت شکریہ۔ جناب اسپیکر! یہ جو ہم نے تخفیف کی تحریک جمع کی ہے اس کی basically وجہ بھی یہی ہے شاہ صاحب نے خود ابھی ہماری راہنمائی بھی فرمائی۔ تو جناب والا! بغیر approval کے بغیر اسمبلی کی منظوری کے یہ گورنمنٹ یہ اخراجات کیوں کرتی ہے؟ کیا اُس وقت جب یہ اخراجات کرنے ہوتے ہیں اُس وقت approval لینا ضروری نہیں ہوتا۔ کیا یہ ایڈمنسٹریشن کا فقدان نہیں ہے کہ ہم بغیر approval کے بغیر ان چیزوں کے آپ نے اخراجات کیئے اور آج جب سال گزر گیا ہے اخراجات کرنے کے چھ مہینے کے بعد آپ بل لا کے منظوری ہم سے کروا رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے آپ نے اسمبلی کو۔۔۔

جناب اسپیکر: اسمبلی نے اجازت دی ہے چیف منسٹر کو کہ کوئی بھی ایسی چیز ہو جو ضرورت ہو وقت کے مطابق کریں اور پھر اسمبلی میں پیش کریں۔

میر اختر حسین لاگو: جناب اسپیکر! دوسری بات میں آپ کو بتا دوں ان جیلوں میں اسٹوڈنٹس لائف میں بھی ہم رہے ہیں۔ ان تالوں کی حالت بھی ہم نے دیکھ لی ہے۔ 2006ء میں، آپ گواہ ہیں آپ اُس وقت ہمارے colleague تھے۔ اُس وقت ہمارے خلاف جو FIR's کٹیں۔ 2021ء، 2011ء تک ہم مسلسل ہر سال چار چھ مہینے بعد ہم یہاں بند ہوتے گئے ہیں۔ ہم سے بہتر کوئی نہیں جانتا کہ یہاں جو قید و بند کے مقامات کا ذکر کیا ہے یا جیلوں کا جو ذکر کیا ہے ان جیلوں کی حالت زار کیا ہے۔ کیا جناب اسپیکر! کوئی دوست ہمیں کہے، سردار عبدالرحمن وہاں ہمارے ساتھ ہوتے تھے جب یہ بند تھے تو جب میں ایم پی اے تھا تو میں ان سے ملنے کے لئے اسپیشلی جیل میں گیا تھا۔ سردار صاحب! مجھے کہیں کہ آیا تمام کے تمام قیدیوں کا راشن باہر سے نہیں آتا؟ تو راشن کے نام پر کروڑوں روپے جو سالانہ جیل والے جیل انتظامیہ لے کر کے جاتی ہے۔ کیا وہ justified ہیں؟ ایک ایک قیدی کا، باہر جو جیل کے ہمارے ہدہ میں، سردار صاحب نے بجا فرمایا تھا کہ میرے ہمسائے میں ہے۔ جیل کے سامنے جو دکانیں ہیں وہاں آپ جا کر کے انکار جٹ کھول دیں آپ سے میں حلفیہ کہہ رہا ہوں کہ ہر قیدی کا آپ کو وہاں کھاتا ملے گا۔ ہر قیدی وہاں سے اپنا راشن daily basis پر منگوا تا ہے۔ ہفتہ دس دنوں میں جو اُنکے گھر کے لوگ اُنکی ملاقات کے لئے آتے ہیں تو وہ ان دکانوں کی

payment کر کے جاتے ہیں۔ جناب والا! اس طرح کے اداروں کو اگر ہم پیسے دیتے ہیں تو اضافی پیسے، اُن سے آپ نے کوئی چیک اینڈ بیلنس کا کوئی نظام کوئی mechanism آپ نے بنایا ہے؟ اُن کے آڈٹ کا کوئی mechanism آپ کے پاس ہے؟ اُن کے حساب کا mechanism آپ کے پاس ہے؟۔ ہمارے پاس جناب والا! آتے آ رہے ہیں اُس پر بھی ہم بات کریں گے CMIT موجود ہے۔ انٹی کرپشن موجود ہے نیب موجود ہے باقی چیزیں موجود ہیں۔ کیا کبھی کسی نے یہ زحمت گوارا کی کہ وہ ان جیلوں میں جائیں اور ان قیدیوں سے الگ سے ملیں۔ جیل انتظامیہ کے سامنے نہیں جناب والا! وارڈن کے سامنے نہیں۔ کیونکہ ہم اُنکے سامنے اُن سے پوچھیں گے ہم پانچ میں اپنے چار سوالات پوچھ کے ہم واپس آئیں گے بعد میں پھر یہی ظالم جیل انتظامیہ اور واڈن کے ہاتھوں اُن قیدیوں کی زندگی اجیرن ہوگی۔ بعد میں اُنہیں کال کوٹھڑیوں میں لے جا کر کے ٹارچر کیا جاتا ہے سردار عبدالرحمن صاحب گواہ ہیں۔ تو جناب والا! آپ اکیلے میں ملیں بغیر جیل انتظامیہ بغیر جیل واڈن کے، آپ ان قیدیوں کی ذرا دل کی بات تو سُن کر کے دیکھ لیں۔ کہ اُنکے ساتھ وہاں کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ کیا اُن کو ایک سوکھی روٹی جیل میں میسر ہے؟ تو جناب والا! جیل میں قیدیوں کے نام پر جتنا راشن آتا ہے وہ سارے کا سارا یہ لوگ کھا جاتے ہیں ہڑپ کر جاتے ہیں۔ کوئی ایک بیسہ قیدیوں کے لئے خرچ نہیں ہوتا۔ قیدیوں کے ورثاء، جناب اسپیکر! میں آپ کو ایک چھوٹی سے مثال دے دوں۔

جناب اسپیکر: تخفیف بہت زیادہ ہیں میرے خیال میں اگر مختصر کر دیں۔ آپ سسٹم بہتر کریں پیسے زیادہ دیں۔ آپ لوگ پرانے دور کی بات کر رہے ہیں جام صاحب کے دور کی بات کریں۔ پرانے دور میں چیزیں خراب ہوئیں جام صاحب نے اُن کو بہترین کیا ہوا ہے۔

میر اختر حسین لاگو: جناب اسپیکر! میں صرف ایک مثال میں آپ کو دوں گا میں یہ کہنے ہی والا تھا کہ آپ نے interrupt کیا۔ لیکن دو تین منٹ ضائع ہو گئے۔ مہربانی کر لیں میں صرف آخر میں آپ کو ایک مثال دوں گا کہ جب میں جیل میں بند تھا تو ہمیں ایک مشقتی دیا گیا تھا، وہ تھا بنگالی۔ فارن ایکٹ میں وہ وہاں بند تھا۔ اُس بیچارے کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا وہ خود جا کر کے مختلف قیدیوں کے ساتھ مشقتی صرف اس لئے کرتا تھا اُن کی خدمت اس لئے کرتا تھا کہ اُس کو دو وقت کی روٹی وہاں سے مل سکے۔ تو جناب والا! اگر دو وقت کی روٹی اُس کو اگر باعزت طریقے سے جیل انتظامیہ دے دیتی تو اُس کو کوئی ضرورت نہیں تھی کہ وہ وہاں اپنے جیسے بند قیدیوں کی خدمت کر کے دو وقت کی روٹی حاصل کرتا۔ تو جناب والا! یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے آپ پیشک اگر اس پر تخفیف نہیں کرنا چاہیں نہیں کریں لیکن ایک mechanism بنالیں ایک چیک اینڈ بیلنس ہو احتساب کا ایک

نظام ہو ان اداروں کو بہتر کرنے کا۔ اگر ان اداروں میں بہتری نہیں لاسکتے ہیں تو پھر اس طرح کی فضول خرچیوں کی میرے خیال سے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بہت شکریہ۔

جناب اسپیکر: جی شکریہ۔ نہیں اس پر بحث نہیں ہے۔ ایک یہ ہے کہ جو آپ لوگ مثالیں دے رہے ہیں آپ پانچ دس سال پرانی مثالیں دے رہے ہیں۔ اب دو سال، ابھی کی کسی نے کوئی مثال نہیں دی کہ کیا کیا ہے۔ چیزیں بہتر ہو رہی ہیں تو ضرورت پڑے گی۔۔۔ (مداخلت) بھیج دیں نا کسی کو پھر جا کر کے دیکھ لیں کہ چیزیں کتنی بہتر ہوئی ہیں۔ جی سردار صاحب۔

سردار عبدالرحمن کھیتران (وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی): اختر صاحب نے بالکل صحیح کہا ہے کہ برُحال تھا جیلوں کا لیکن جب سے ہماری گورنمنٹ آئی ہے۔ even یہ ہوتا تھا کہ جیل کا کھانا راشن منسٹروں کے گھر میں پکتا تھا۔ اُدھر سے جیل کے خشک راشن گھروں میں لے جاتے تھے۔ یہ ہمارے دور سے پیچھے کا ہے۔ اچھا! اب صورتحال یہ ہے کہ ہم نے اس پر کام کیا ہے یہ راشن نا اٹھارہ سو پتہ نہیں کس کا وہ ایک چھٹانک یہ ایک چھٹانک وہ بی کلاس کو اتنا۔ وہ مطلب ہے کہ آپ کسی چار سال کے بچے کے مَنہ میں ڈالیں تو اُس کا بھی پیٹ اُس سے نہیں بھرتا۔ تو وہ لنگر میں روٹی بنتی تھی وہ آٹا بھی سارا پتہ نہیں کس کس کے گھر چلا جاتا تھا۔ اب ہم چیلنج پر کہتے ہیں کہ خاص کر انکے گھر ساتھ ہے کہ ہم نے اُس کو اگر ہم 100% پہلے تھا اب یہ نہیں کہتے ہیں کہ zero کر دیا ہے۔۔۔ (مداخلت) جناب اسپیکر صاحب! میری پوری بات سُن لیں میں بتا رہا ہوں۔۔۔ (مداخلت)

جناب اسپیکر: جی زیرے صاحب! سردار صاحب اب اس پر بحث نہیں ہے نا۔ عام بحث تو نہیں ہے۔ وزیر محکمہ خوراک و بہبود آبادی: میں وضاحت کر رہا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ نے اس میں اصلاحات لائی ہیں۔ ہم چھ جیل میں خضدار جیل میں گڈانی میں کمرے بنا رہے ہیں۔ قیدیوں کو سہولیات دیں گے اور یہاں نظام، میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ 100% کھاتے ہیں نا بھی باہر سے اندر آتا ہے۔ باقی بھی۔

جناب اسپیکر: جی یونس صاحب! آپ مطمئن ہیں؟ آیا ضمنی مطالبہ زرنمبر 4 میں تخفیف زر کی تحریک منظور کی جائے؟ اب ہاتھ کھڑا نہیں کرتے ایسے تحریک نام منظور ہوئی۔

آیا ضمنی مطالبہ زرنمبر 4 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ ضمنی مطالبہ زرنمبر 4 اصل حالت میں منظور ہوا۔

وزیر خزانہ! مطالبہ زرنمبر 5 سے متعلق تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 86 کروڑ 64 لاکھ 66 ہزار 6 سو 61 روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کیلئے عطاء کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020-21ء کے دوران بسلسلہ مد "سول ورکس (بشمول اسٹبلشمنٹ چارجز)" برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زمر نمبر 5 پیش ہوا، اس مطالبہ زمر میں جناب نصر اللہ زمر صاحب اور جناب اختر لانگو اراکین اسمبلی نے تحریک تخفیف زر کا نوٹس دیا ہے لہذا محرکین سے کوئی ایک محرک اپنی تحریک تخفیف زر پیش کرے۔

جناب نصر اللہ خان زمر: thank you جناب اسپیکر! میں نصر اللہ خان زمر صاحب سے ایک تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 86 کروڑ 64 لاکھ 66 ہزار 6 سو 61 روپے کے کل مطالبات زر بسلسلہ مد "سول ورکس (بشمول اسٹبلشمنٹ چارجز)" میں بقدر ایک روپے کی تخفیف کی جائے۔ جناب اسپیکر: تحریک تخفیف زر پیش ہوئی۔ جناب نصر اللہ زمر صاحب اور جناب اختر لانگو صاحب اپنی تحریک تخفیف زر کی بابت وضاحت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زمر: جناب اسپیکر! یہ اتنی بڑی رقم اضافی طور پر خرچ کی گئی ہے۔ 86 کروڑ روپے اور کام ہوا کہاں ہے؟ جناب اسپیکر! سول ورکس میں اتنی بڑی اضافی رقم مانگ رہے ہیں، اس وقت original رقم مجھے بتائی جائے جناب منسٹر صاحب! آپ کی مہربانی ہوگی آپ ہمیں بتائیں 86 کروڑ کے علاوہ آپ نے خرچ کیا ہے وہ ہمیں بتایا جائے۔ اور کیا ہے آپ نے صرف ٹائیلز لگانے تھے، کیا لگانے تھے؟ کوئٹہ ہیکٹیج کے لیے لگانے تھے کروڑوں روپے؟ کمشنر نے اتنا عین کیا، اسی کے لیے مانگ رہے ہو۔ بڑے افسوس کا مقام ہے۔ ہمارے صوبے کے عوام نہیں سُن رہے ہیں کہ اتنی بڑی رقم ضائع ہو رہی ہے اور ہم یہاں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں۔ اور لوگ، وہ کیا کہیں گے کہ اتنی بڑی تعداد میں 65 ممبران ہیں۔ یہ صوبے کے ایک کروڑ 23 لاکھ لوگوں کے نمائندے ہیں، وہ پیسوں پر پیسہ خرچ ہو رہا ہے، اضافہ مانگا جا رہا ہے، کیوں، یہ ممبران اسمبلی کے ضمیر کی بات ہے۔ وہ اپنی ضمیر پر کہ وہ اتنی بڑی رقم اس مد میں کس مرض کے لیے ہے، کیوں اضافی خرچ کیلئے گئے ہیں؟ اس کی تحقیقات ہونی چاہیے۔ یہ رقم کسی صورت میں بھی پاس نہیں ہونی چاہیے۔

جناب اسپیکر: جی شکریہ۔ زیرے صاحب، جی لانگو صاحب!

میر اختر حسین لانگو: شکریہ جناب اسپیکر! اکثر یہاں ہمارے اپوزیشن کے دوست، یا اس اسمبلی میں یہ آواز مختلف کاررز سے سنائی دیتی ہے کہ ایڈمنسٹریشن کا فقدان ہے۔ اگر ایڈمنسٹریشن کا فقدان نہیں ہوتا، آج 86 کروڑ روپے کی اضافی چیزیں ہم ان محکموں کو نہیں دے رہے ہوتے۔ اور یہ محکمے بھی وہ محکمے ہیں جہاں سول ورکس پر acceptance 10% لیا جاتا ہے جہاں 15% کمیشن لیا جاتا ہے جہاں nontechnical لوگوں کو پروجیکٹ ڈائریکٹریا PD لگا کر ٹف ٹائلز کا کاروبار کرتے ہیں۔ جہاں بغیر feasibility کے کوئی پیکج جیسے پروجیکٹ شروع کر کے مصنوعی گھاس کا کاروبار کیا جاتا ہے۔ تو جناب والا! اس محکمے کے ذمہ داران سے اس محکمے کے منسٹر صاحب سے اس محکمے کے سیکرٹری صاحب سے جو پرنسپل اکاؤنٹنگ آفیسر ہے، اُن سے اس گورنمنٹ کو یہ بل لانے سے پہلے یہ پوچھ لینا چاہیے تھا کہ جس دن 20-2019ء کا بجٹ بن رہا تھا اُس بجٹ میں آپ کی calculation غلط تھی۔ جو پیسے آپ کے لئے رکھے گئے تھے۔ یا کسی آسانی مخلوق کا اضافہ ہوا اس محکمے میں۔ یہ وجہ 86 کروڑ روپے ہیں جناب والا! اس 86 کروڑ روپے میں، اور دینے کس محکمہ کو جارہے ہیں یہ سول ورکس اور ایڈمنسٹریشن کو جارہے ہیں۔ جو ہمارے ہر ڈویلمنٹ بجٹ پر، ہماری ڈویلمنٹ کے ایک ایک پیسے پر وہ سیدھا سیدھا 25% کمیشن لیتے ہیں، acceptance 10% کی مد میں، 15% کمیشن کی مد میں۔ اگر اُن پیسوں کو بھی اس میں ملایا جائے تو یہ اربوں بنتے ہیں جناب والا! اس پچیس پرسنٹ کو، جو پچھلی PSDP ظہور صاحب نے پیش کی تھی اگر اُس PSDP کی جو ڈویلمنٹ کا بجٹ ہے اُس کو دیکھا جائے جو کوئی 114 ارب روپے کا PSDP تھا، اگر وہ پیسے واقعہ ڈویلمنٹ پر خرچ ہوئے ہیں سول ورکس ہوئے ہیں۔ تو اگر اس 25% کو divide کیا جائے تو پچیس، تیس کروڑ روپے یہ already یہ ڈیپارٹمنٹ ہم سے اُوٹ چکا ہے۔ جناب والا! یہ پیسے اسی کوئٹہ شہر میں، میں نے کل اپنی budget speech میں بھی کہا تھا کہ 350 کے قریب ہمارے ٹیوب ویلز بند ہیں۔ اور کوئٹہ میں تقریباً بائیس لاکھ رجسٹرڈ پاپولیشن اور ہم اس ٹائم جو لوگ رہے ہیں کوئٹہ میں 40 لاکھ لوگ پیاس سے پلک رہے ہیں، ان پیسوں سے کچھ ٹیوب ویلز سٹارٹ ہوتے جو کوئٹہ کی آبادی کو فائدہ دے سکتے تھے ہم لوگ۔ جناب والا! اسی کوئٹہ شہر جو capital ہے ہمارا، اس میں میرے حلقے کے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں بھی جمع کئے ہیں shelterles schools۔ ہمارے وہ اسکول جن میں ٹیچرز ہیں جن میں اسٹوڈنٹس ہیں، جس کا BMS Code ہے، لیکن اُس اسکول میں بچوں کے پاس نہ پڑھنے کے لیے چھت ہے، نہ چار دیواری ہے، نہ کوئی جگہ ہے کہ وہاں بچے بیٹھ کر پڑھ سکیں۔ کچھ اسکولز جو چل رہے

ہیں وہ کرائے کی بلڈنگز میں، باقی اسکول کے اسٹوڈنٹس اور اساتذہ وہ گھروں میں بیٹھے ہیں اس انتظار میں کہ کب گورنمنٹ ہمیں بلڈنگ اور جگہ مہیا کرے گی اور کب ہم اپنا تعلیمی سسٹم شروع کر سکیں گے۔ تو اس 86 کروڑ روپے سے آیا ہم وہ چند اسکول نہیں بنا سکتے تھے اپنے شہر میں۔ 86 کروڑ 64 لاکھ روپے جو ہم انکو دے رہے ہیں وہ بھی اضافی اخراجات کے۔ کیا کیا ہے انہوں نے؟ کروڑوں روپے برباد کر کے کوئٹہ چیک کے tough tiles کے کاروبار، مصنوعی گھاس کے کاروبار میں، انہوں نے وہ کھڑوں میں اور مٹی میں جھونک دیے ہیں انہوں نے۔ ہمارے کاموں کی quality آپ دیکھ لیں۔ ابھی بھی میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ ان civil works کے لوگوں کو بٹلا لیں تمام اسکیمیں جو PSDP میں رکھی گئی ہیں انکی آپ جوڈیشل نکواری کروالیں، آدھی سے زیادہ اسکیمیں آپ کو fudge ملیں گی آدھی سے زیادہ اسکیمیں آپ کو زمین پر نظر نہیں آئیں گی۔ تو جناب والا! رحم کیا جائے اس غریب صوبے کے لوگوں کے اوپر۔ پوچھا جائے ان سے کہ یہ اضافی پیسے آپ کیوں خرچ کر رہے ہیں؟ جب آپ نے budget calculate کر دیا ان کو ان کے پیسے دے دیے تھے تو یہ اضافی پیسے ان کو کیوں دیے جا رہے ہیں؟ اس ایوان میں بیٹھے تمام اراکین، وزراء صاحبان، ہم یہاں بلوچستان کے لوگوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے آئے ہیں۔ ہم اس لیے نہیں آئے کہ اختر لانگو پرفرض ہے کہ وہ اپوزیشن کا کردار ادا کرتا رہے یا ظہور پر یہ فرض ہے کہ وہ حکومت کو defend کرتا رہے۔ عوام ہم سے پوچھیں گے، صبح سردار عبدالرحمن صاحب نے ایک اچھی بات کہی کہ ہم سے پہلے بھی اس ایوان میں کچھ لوگ تھے، کچھ لوگ ان benches پر تھے، کچھ لوگ ان benches پر تھے۔ انہی کارستانیوں کی وجہ سے، تو ہمیں کل کے اُس مکافات عمل سے ڈرنا چاہیے۔ بہت شکریہ۔

جناب اسپیکر: جی شکریہ۔ آپ please پرانی چیزوں کو quote نہیں کریں main point پر آ کر جلدی جلدی اس کو نمٹائیں۔

آیا ضمنی تخریف زرنمبر 5 کی تحریک منظور کی جائے؟ تحریک تخفیف زرنمبر منظور ہوئی۔۔۔ (مداخلت) وجہ یہ ہے کہ تعداد majority آپ کے ساتھ نہیں ہے۔

آیا ضمنی مطالبہ زرنمبر 5 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی، مطالبہ زرنمبر 5 اصل حالت میں منظور ہوا۔

وزیر خزانہ ضمنی مطالبہ زرنمبر 6 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 32 کروڑ 92 لاکھ 4

ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کیلئے عطاء کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”ورک اربن بی واسا“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زمر نمبر 6 پیش ہوا۔ اسمین جناب نصر اللہ زیرے صاحب اور جناب اختر حسین لانگوارا کین اسمبلی نے تحریک تخفیف زر کا نوٹس دیا ہے لہذا محرکین سے کوئی ایک محرک اپنی تحریک تخفیف زر پیش کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: thank you جناب اسپیکر!۔ میں نصر اللہ خان زیرے ایک تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 32 کروڑ 92 لاکھ 4 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کیلئے عطاء کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”ورک اربن بی واسا“ میں بقدر ایک روپے تخفیف کی جائے۔

جناب اسپیکر: تحریک تخفیف زر پیش ہوئی۔ جناب نصر اللہ زیرے صاحب اور جناب اختر لانگوارا اپنی تحریک تخفیف زر کی بابت وضاحت فرمائیں۔ واک آؤٹ کر لیں، ہم انکو پاس کرتے ہیں ویسے بھی پاس ہونا ہے۔

میر اختر حسین لانگو: جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: جی اختر حسین لانگو صاحب۔

میر اختر حسین لانگو: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس دفعہ تو جناب اسپیکر صاحب! واک آؤٹ کرنے کیلئے جواز نہیں ہے۔ اس دفعہ تو سوال پیدا نہیں ہوتا ہے۔ پچھلی مرتبہ تو جواز لا کر آپ کی اسپیکر گیلری میں بٹھا دیا گیا تھا اُس وقت ہم نے واک آؤٹ نہیں کیا تو ابھی کہاں کریں گے۔

جناب اسپیکر: سردار سرفراز نے بھی تقریر کرنی ہے، ابھی تک اُس نے بجٹ session پر نہیں بولا ہے۔

میر اختر حسین لانگو: تو جناب والا! میں نصر اللہ زیرے بھائی کی بات کو endorse کروں گا۔

جناب اسپیکر! میں ایک سنجیدہ سی بات کرنے جا رہا ہوں۔ ظہور صاحب! آپ سُن لیں آپ نے بجٹ پیش کیا ہے جناب والا! Order of the House وزیر خزانہ صاحب کو کہہ دیں ہماری بات سُن لیں بیشک ہاتھ وہ بعد میں جس طرف کھڑا کر رہے ہیں اُس کی مرضی ہے۔ جناب والا! بجٹ جو پیش کیا جاتا ہے، بجٹ basically

اعداد و شمار کا معاملہ ہے۔ بجٹ میں آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے پاس پُرانے بجٹ کے saving کتنے ہیں۔ جس طرح اس دفعہ کے بجٹ میں پُرانے بجٹ کے saving انکے پاس 10 ارب روپے آگئے۔ جناب والا! آپ

کو یہ پتہ ہے کہ آپ کو فیڈرل گورنمنٹ سے کتنے پیسے tax collection کی مد میں ملنے ہیں اور آپ کے ڈیپارٹمنٹس کتنے ہیں ہر ڈیپارٹمنٹ کو اُسکے پرنسپل اکائونٹنگ آفیسر کو یہ پتہ ہوتا ہے کہ اُس کے ڈیپارٹمنٹ میں ملازمین کتنے ہیں اُنکی تنخواہیں کتنی ہیں اور اُس ڈیپارٹمنٹ میں گاڑیاں کتنی ہیں اُنکے فیول کا خرچہ کتنا ہے۔ اُنکی maintenance پر خرچہ کتنا ہے۔ یوٹیلیٹی بلز کا انکوائری سب چیزوں کا پتہ ہے۔ اسی طرح جناب والا! جو واسا ہے، واسا کو بھی پتہ ہے کہ اُسکے ملازمین کتنے ہیں اور اس کو پہلے دن سے پتہ تھا کہ اُسکے پاس ٹیوب ویلز کتنے ہیں اُنکے ٹیوب ویلوں کے بل کتنے آتے ہیں۔ اُنکے maintenance پر کتنا خرچہ ہے۔ یہ تمام چیزیں واسا نے جو اپنا بجٹ آپ کو 2019-20ء میں دیا تھا یہ تمام چیزیں اُس میں calculated تھیں۔ اب جب تمام چیزیں تمام اعداد و شمار آپ کے پاس تھے، تمام چیزیں calculated تھیں تو جناب والا! پھر واسا کو بغیر اجازت کے، بغیر approval کے، کیونکہ approval تو ہم آج دے رہے ہیں۔ بغیر approval کے اُنکو 32 کروڑ 92 لاکھ روپے خرچ کرنے کا اختیار کس نے دیا؟ اور جناب والا! 2019ء جون سے لیکر آج جون کے مہینے میں ہم بیٹھے ہیں، آپ مجھے کوئی ایک ٹیوب ویل واسا کا دکھادیں جو خراب ہوا ہو اور واسا نے اُس کو replace کیا ہو۔ اُس وقت کے اعداد و شمار جون 2019ء کے آپ نکال لیں۔ اس وقت واسا کے تقریباً 30 سے 40 ٹیوب ویلز اس پورے سال کے دوران بند ہو گئے، ختم ہو گئے۔ اُن سے لوگوں کو relief ملنا بند ہو گیا ہے۔ تو جناب والا! واسا کی efficiency کم ہوئی ہے increase نہیں ہوئی ہے۔ یہ 32 کروڑ روپے جو ہم واسا کو دے رہے ہیں بلکہ 32 کروڑ 92 لاکھ ہے تقریباً 33 کروڑ روپے، واسا نے extra اپنے اخراجات بجٹ میں اُس نے دیئے تھے، اپنے اخراجات سے extra جو واسا نے خرچ کئے ہیں تو لوگوں کو کچھ relief ملنا چاہیے تھا۔ کوئٹہ کے لوگوں کے کچھ مسائل حل ہونے چاہیے تھے۔ جناب والا! چہ جائیکہ لوگوں کے مسئلے حل ہوں، جو ٹیوب ویلز ہمارے operational تھے وہ بھی بند ہو گئے۔ جو بند تھے وہ as it is بند پڑے ہوئے ہیں 350 کے قریب ٹیوب ویلز ہیں۔ لوگوں کو جو تھوڑا بہت relief جون 2019ء میں مل رہا تھا، آج جون 2020ء میں وہ relief بھی بند ہو گیا۔ تو جناب والا! ہم ان محکموں کو extra پیسے خرچ کرنے کے باوجود بھی کبھی کسی ذمہ دار شخص نے کبھی کسی وزیر خزانہ صاحب نے اُنکو بلا کے اُن سے پوچھا ہے کہ یہ پیسے جو آپ خرچ کر رہے ہیں اس کا outcome کیا ہے اس سے لوگوں کو کیا relief مل رہا ہے؟ لیکن نہیں جناب والا! ہم نے ایک ریت بنالی ہے ہم نے ایک رسم بنالیا ہے ایک روایت بنالی ہے کہ وہاں سے جو پیش ہوگا ادھر والے ہاتھ کھڑے کریں گے یہاں سے جو پیش ہوگا ادھر والے ہاتھ کھڑے کریں گے۔ حقیقت پسندی پر

آجائیں ان محکموں کو، انکی ایک collective meeting بلا لیں۔ میری وزیر خزانہ صاحب سے درخواست ہے بیشک آپ ہاتھ کھڑے کر لیں۔ لیکن کل پرسوں ترسوں اس بجٹ کے بعد آپ واسا کی ایک collective meeting بلا کے آپ کوئٹہ کے MPAs کو اُس میں بلا لیں۔

جناب اسپیکر: ڈپٹی اسپیکر صاحب!

میر اختر حسین لاگو: جناب اسپیکر! آپ کی توجہ چاہوں گا۔

جناب اسپیکر: ہاؤس کی توجہ میں نے دلائی۔

میر اختر حسین لاگو: ہاؤس نے سنا نہیں ہے اس لئے آپ custodian ہیں میں آپ کی توجہ طلب کر رہا ہوں کہ وزیر خزانہ صاحب یہ assure کر دیں کہ کوئٹہ کے نو MPAs جس میں اپوزیشن کے ساتھی بھی ہیں treasury benches کے ساتھی بھی ہیں وہ واسا والوں کو بلا کے۔

جناب اسپیکر: ذیش کمار، عارف حسنی صاحب! آپس میں بات نہیں کریں پلیز۔

میر اختر حسین لاگو: واسا والوں کو بلا کے کہ 32 کروڑ جو extra واسا نے خرچ کئے ہیں وہ آکے ہمیں justification دیں کہ کہا خرچ کئے اور اس سے کوئٹہ کے لوگوں کو کیا relief ملا ہے۔ تو جناب والا! جب تینتیس تینتیس کروڑ روپے ہم اپنے بجٹ سے extra خرچ کرتے ہیں اور ہمارے لوگوں کو ہمارے عوام کو کوئٹہ کے 40 لاکھ۔۔۔

جناب اسپیکر: زیرے صاحب! اچکڑئی صاحب! یہ کیا آپ لوگوں نے بیٹھک بنایا ہوا ہے۔

میر اختر حسین لاگو: اُس کا ایک پیسے کا بھی فائدہ نہیں ملتا تو پیسے دینے کی ضرورت کیا ہے؟ تو کیا اس واسا سے یہ اسمبلی کے لوگوں کا استحقاق نہیں بنتا یہاں کے منتخب نمائندوں کا استحقاق نہیں بنتا؟

جناب اسپیکر: اتنی لمبی تقریر نہیں کریں وہ آپس میں شروع ہو گئے ہیں۔

میر اختر حسین لاگو: واسا سے اس کی details اور اس کی وجوہات طلب کر سکیں۔ بہت شکریہ۔

جناب اسپیکر: دیکھیں! آپ لوگ اتنی لمبی تقریر کریں گے تو ہاؤس in order نہیں ہوگا۔ وہ آپس میں باتیں کرتے رہیں گے۔ time pass ہوتا ہے۔ اس کو اتنا کرو کہ آپ کی بات بھی آجائیں اور time بھی کم ہو۔۔۔ (مداخلت)

آیا ضمنی مطالبہ ز نمبر 6 میں تخفیف زر کی تحریک منظور کی جائے؟ آپ کہہ رہے ہیں کہ نہیں کی جائے؟ تخفیف نہیں کریں؟۔۔۔ (مداخلت) نہیں نہیں پہلے جو آپ نے کہا وہی کریں گے۔۔۔ (مداخلت)

جناب نصر اللہ خان زیرے: تحفیف زر منظور کی جائے۔

جناب اسپیکر: وہی میں تحفیف کا کہہ رہا ہوں۔ تحریک نام منظور ہوئی۔۔۔ (مداخلت) ابھی اُس کی باری آرہی ہے آپ لوگ کیوں جذباتی ہو رہے ہیں؟

آیا ضمنی مطالبہ زر نمبر 06 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ اصل حالت میں منظور ہو گیا۔۔۔ (مداخلت) وہ اپنی seat پر نہیں ہیں۔ تحریک منظور ہوئی مطالبہ زر نمبر 6 اصل حالت میں منظور ہوا۔۔۔ (مداخلت)

میر اختر حسین لاگنو: point of order جناب اسپیکر۔ جناب اسپیکر! اپوزیشن کے بارے میں یہ بات اُنکو اپنی واپس لینی چاہیے اور اُنکو اسمبلی floor پر معافی مانگی چاہیے ورنہ اُدھر جو قائد بیٹھا ہوا ہے اُس کے بارے میں ہم بھی بات کریں گے۔۔۔ (مداخلت۔ شور)

جناب اسپیکر: کیا کیا ہے؟

میر اختر حسین لاگنو: کسی کو ہم یہ حق نہیں دیں گے کہ اپوزیشن لیڈر کو XX کہیں۔

جناب اسپیکر: آپ واک آؤٹ کریں۔

میر اختر حسین لاگنو: ہم کسی کو یہ حق نہیں دیں گے کہ وہ ہمارے بزرگوں کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کریں۔ یہ جناب اسپیکر! یہ کوئی بات نہیں اُنکو معافی مانگنی چاہیے اس اسمبلی کے floor پر۔۔۔ (مداخلت) اُنکو معافی مانگنی چاہیے جناب اسپیکر۔ جب تک یہ معافی نہیں مانگیں گے کارروائی آگے نہیں جائے گی۔

جناب اسپیکر: لیکن وہ record میں نہیں آئے گا کیونکہ وہ اپنی seat پر نہیں تھا۔

میر اختر حسین لاگنو: کارروائی آگے نہیں جائیگی جب تک یہ معافی نہیں مانگیں گے۔۔۔ (مداخلت۔ شور)

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): جناب اسپیکر! اب انہوں نے۔۔۔ (مداخلت)

جناب نصر اللہ خان زیرے: خُدارا! اس قسم کے الفاظ مت بولو، وہ ہمارے محترم ہیں۔

میر اختر حسین لاگنو: پھر ہم بھی بولیں گے XXXXXXXX۔ پھر ہم بھی بولیں گے۔۔۔ (مداخلت۔ شور)

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! یہ کیا ہے؟

جناب اسپیکر: واک آؤٹ؟

جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں نہیں واک آؤٹ نہیں کریں گے۔۔۔ (مداخلت۔ شور)

جناب اسپیکر: اس کو کس نے بولا کھڑا ہو جاؤ۔۔۔ (مداخلت)

وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر! اگر انکی دل آزاری ہوئی ہے میں ان سے اپنے colleague کی طرف

سے معافی مانگتا ہوں۔

جناب اسپیکر: ظہور صاحب نے معافی مانگ لی۔۔۔ (مداخلت۔ شور) ہوم منسٹر ہے XXXXX۔۔۔ (مداخلت۔ شور) جی آپ ایک منٹ مجھے دیں۔ آپ موقع دیں گے تو معذرت کریں گے ناں۔ آپ خاموش ہو جائیں۔۔۔ (مداخلت۔ شور) آپ بس کریں گے تو میں معافی منگواؤں گا ناں۔۔۔ (مداخلت۔ شور) بس ایک منٹ آپ سنیں تو صحیح۔ آپ خاموش ہو جائیں ایک منٹ۔۔۔ (مداخلت۔ شور) الفاظ واپس لے لیے۔۔۔ (مداخلت۔ شور) ضیاء صاحب! آپ کیوں دھمکی دے رہے ہیں ہاؤس میں؟۔ آپ واپس لے لیں۔۔۔ (مداخلت۔ شور) ضیاء صاحب! ایک منٹ مجھے بولنے دیں۔۔۔ (مداخلت۔ شور) آپ لوگ آپس میں بحث نہیں کریں اس طرح نہ کریں مجھے تو بولنے دیں ناں اس طرح آپ کر رہے ہیں۔۔۔ (مداخلت۔ شور) ضیاء صاحب! آپ اپنی دھمکیاں واپس لے لیں۔ آپ کی گورنمنٹ ہے آپ لے لیں ناں۔ اسپیکر کے اسمیں آپ نے دھمکی نہیں دی ہے وہ ریکارڈ میں ہے ناں آپ لے لیں ناں۔

میر ضیاء اللہ لاگو (وزیر محکمہ داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے): میں کیا واپس لے لوں اسپیکر صاحب! میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا میں کوئی معذرت نہیں کروں گا۔

جناب اسپیکر: بولو جو مجھ سے ہوا ہے وہ اُس میں واپس ہے، بس ختم۔ آپ نے اُنکی دکھائی ہے آپ نے ہاتھ اُس کی طرف raise کیا ہے آپ نے۔۔۔ (مداخلت)

وزیر محکمہ داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے: میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا ہے۔ میں نے اپنے قائد ایوان۔۔۔ (مداخلت)

جناب اسپیکر: قائد ایوان کا سپہ سالار ہم لوگ بیٹھے ہوئے ہیں کوئی اُسکو کچھ نہیں کہہ سکتا۔۔۔ (مداخلت۔ شور) ظہور! آپ اس کو سمجھائیں۔ بولا کسی نے نہیں ہے آپ اس مسئلے کو حل کریں۔۔۔ (مداخلت۔ شور)

ملک نصیر احمد شاہوانی: جناب اسپیکر صاحب! ہم سب بھائی ہیں۔ اس ایوان میں ہم سب کا قدم سب کا منصب برابر ہیں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اگر کسی کے ساتھ سردار لگا ہوا ہے، کوئی وزیر اعلیٰ ہے، کوئی اپوزیشن لیڈر ہے، کوئی وزیر ہے، کوئی عام MPA ہے، ہم سب کی عزت برابر ہے۔ اُس دن جب اختر حسین جذباتی انداز میں اُن کے مُنہ سے جو الفاظ نکل گئے اُس کے لئے۔۔۔

جناب اسپیکر: اُس نے معذرت کیا۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: ایک منٹ۔ ہم سب نے جا کر کے وزیر اعلیٰ ہاؤس۔۔۔ (مداخلت) ہم نے معذرت کی۔ اور ہم نے وزیر اعلیٰ سے یہ بھی کہا کہ اگر آپ مطمئن نہیں ہیں تو پھر اختر حسین لانگو کو ہم آپ کے گھر لائیں گے وہ یہاں آکر آپ سے معافی مانگیں گے۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) تو یہ اخلاق کا، یہ بڑا پن کا مظاہرہ ہے۔ انہوں نے کہا ”نہیں، بس یہ کافی ہے“۔ دیکھو! ہم ان کا احترام کرتے ہیں۔ اگر آج یہ وزیر اعلیٰ نہیں ہیں، یہ وزیر اعلیٰ نہیں تو اسپیکر رہا ہے۔ اس ایوان کا ممبر رہا ہے۔ پاکستان کا سفیر رہا ہے۔ آج یہاں قائد حزب اختلاف ہے۔ اور یہ موجود نہیں ہے۔ آپ کو آپکا منصب مبارک ہو۔ آپ کو آپ کی وزارت اعلیٰ، مشیری مبارک ہو۔ لیکن کم از کم کسی کی ذات کے بارے میں یہ نہ کہا جائے کہ یہ XXXXXXXXXX۔ آپ کو تو اور بات کرنا نہیں آتی ہے اس اسمبلی میں بات کرتے ہوئے کوئی کسی موضوع پر، کسی مسئلے پر، کسی مشکل پر بات کریں۔

جناب اسپیکر: جی بازئی صاحب! آپ بیٹھ جائیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: ایک منٹ، میں ایک چھوٹی سی بات کرونگا۔ اخلاق اور ہم جب بلوچستان کی روایت کی بات کرتے ہیں ضیاء ہمارا چھوٹا بھائی ہے دیکھو! وہ پہلی دفعہ اسمبلی میں آیا ہے۔ ہم اُس قسم کے مسئلے پر۔ اُس دن وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ میں کہہ رہا تھا کہ جب سے اختر حسین نے وزیر اعلیٰ کو یہ باتیں کہی ہیں دودن میری طبیعت خراب ہوئی ہے میں وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ نہیں چلا گیا ہوں۔ ہم نے سب سے پہلے وزیر اعلیٰ سے مذاکرات سے پہلے اُس سے معافی مانگ لی کہ ہمارے دوست سے نادانستہ طور پر، جذباتی انداز میں جو کچھ ہوا ہم اُس کی معافی مانگتے ہیں۔ اصغر خان بیٹھا ہوا ہے اُن کے دوست بیٹھے ہوئے ہیں ہم سب کا احترام کرتے ہیں سب ہمارے بھائی ہیں لیکن اس طرح نہ کہیں کہ ”بیٹھیں آپ“۔ ایک تو آپ ہمیں گالی دیتے ہیں دوسری طرف سے آپ ہمیں دھمکی دیتے ہیں کہ آپ بیٹھیں۔ کیوں بیٹھیں؟ ہم اس ایوان کا حصہ ہیں ہم یہاں بات کرتے ہیں۔ اگر اُس نے غلطی کی ہے ٹھیک ہے۔ ہم کہتے ہیں جناب اسپیکر صاحب! آپ اس ایوان کے custodian ہیں اگر ہم لوگوں سے کوئی غلط بات ہوتی ہے آپ ہمیں سزا بھی دے سکتے ہیں ہمیں باہر بھی نکال سکتے ہیں۔ دیکھو! ہم سب ایک دوسرے کے سیال ہیں ہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ لیکن اگر کوئی زبردستی کرنا چاہتا ہے زبردستی تو کسی کی نہیں چلے گی جناب اسپیکر!

جناب اسپیکر: جی اچکزئی صاحب۔

جناب اصغر خان اچکزئی: جناب اسپیکر صاحب! جس طرح کہ ملک نصیر صاحب نے بات کی ہم اس بات کے قائل ہیں ہم سب برابر ہیں ہم سب اس ایوان کے منتخب نمائندے ہیں اگر ملک نعیم نے بلکہ وہ ادھر آ کر کے

اُس نے کیا بولا کیوں بولا میں اس دل آزاری کی پوری اپوزیشن سے بحیثیت اے این پی کے پارلیمانی لیڈر sorry کرتا ہوں۔۔۔ (ڈیک بچائے گئے) ہم سب کی اور اس ایوان کے تقدس کا ہمیں خیال رکھنا چاہئے ایک ایک ممبر کی عزت کا خیال رکھنا چاہئے۔ ایسی کوئی بات ہم میں سے کسی کو حق نہیں پہنچتا ہے کہ کسی ممبر کے خلاف، چاہے وہ ٹریڈری سے ہو چاہے اپوزیشن سے، کہہ ڈالیں کہ جس سے اُس کی دل آزاری ہو یا اُسکی عزت نفس مجروح ہو۔ میں پھر sorry کرتا ہوں اس ایوان کے سامنے۔

جناب اسپیکر: جی شکریہ۔ اس میں ملک صاحب! تمام ممبروں سے یہ ہے کہ ایک تو اپنی سیٹ پر، جب دوسری سیٹ پر جاتے ہیں آپ اُس کے مائیک پر بات نہیں کر سکتے۔ وہ بھی ایک علیحدہ اسمبلی کے استحقاق کا مسئلہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ گورنمنٹ ہیں، گورنمنٹ کو صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ اس طرح کے اس موقع پر بات نہیں کرنی چاہئے ضیاء صاحب! آپ ہوم منسٹر ہیں آپ اس چیز کو زیادہ برداشت کریں یہاں ایک دوسرے کا احترام لازمی ہے کوئی کسی کو نہ قائد ایوان کو بول سکتا ہے نہ قائد ایوان کے خلاف بات کر سکتا ہے۔ اسی لیے ہمارے لئے قائد حزب اختلاف محترم ہیں نہ اُس کے خلاف کوئی بات کر سکتا ہے۔ اگر انہوں نے اس پوری غلط فہمی کی وجہ سے چیزیں ہو گئی ہیں اچکنزی صاحب کا اور بازنئی صاحب کا، ملک نعیم صاحب کی بھی مہربانی کہ انہوں نے اس چیز کی معذرت کر لی۔ اور اُس میں سب کا احترام ہونا لازمی ہے۔ لیکن جذباتی ہو کر آپ ایک دوسرے کے اوپر انگلیاں اٹھائیں گے تو میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے، اس ایوان کے تقدس کے against چیزیں جارہی ہیں۔ تو اگر آپ اس ایوان کا احترام نہیں کریں گے اس چیز کا احترام نہیں کریں گے آپ ایک دوسرے کو گالی گلوچ اور ایک دوسرے کے اوپر انگلیاں اٹھائیں گے میرے خیال میں یہ ہمارے لئے مناسب نہیں ہے۔ اس طرح کی چیزوں سے آئندہ محتاط رہیں اور اس طرح نہیں کریں۔ یہ اسمبلی لوگوں کے لئے مثال بنے۔ یہ اسمبلی میں لوگ آئیں اور یہاں سے ہم سے سیکھ کر کے جائیں اور پتہ چلے کہ ہمارے ایوان میں معزز اراکین کس طرح behave کرتے ہیں کس طرح بات کرتے ہیں۔ بجائے کہ وہ ہماری یہ چیزیں دیکھیں اور ہمارے اوپر ہنسیں کہ ہمارے نمائندے یہاں کس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ شکر یہ تمام ممبران کا۔۔۔ (ڈیک بچائے گئے) ویسے اس سے اچھا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اب کس چیز پر وہ ناراض ہیں؟۔۔۔ (مداخلت) یہ کس نے پھینکا؟ نہیں اب کس چیز پر ناراض ہو گئے ہیں؟۔۔۔ وہ تو ہم صبح سے چاہتے ہیں لیکن ابھی۔۔۔ (مداخلت) اس کی ویڈیو نکالیں کس نے یہ کیا پھینکا تھا؟ ہاں! میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے ابھی یہی ہم کہتے ہیں کہ اس اسمبلی کے تقدس کو بحال کیا جائے تاکہ چیزیں، میرے خیال میں۔۔۔ (مداخلت)

نہیں اس پر کارروائی ہوگی۔ اس طرح تو نہیں ہے کہ آپ کسی کے مُنہ پر سینٹا نزر پھینکیں۔
میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): جناب اسپیکر! میں آگے پڑھ لوں؟

جناب اسپیکر: sorry ظہور صاحب! جب بھی آپ بولتے ہیں تو میں درمیان میں آجاتا ہوں پتہ نہیں کیا چکر ہے۔ ہماری محبت آج کل زیادہ ہے لیکن یہ پتہ نہیں کیوں ستارے نہیں مل رہے ہیں۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔ جام صاحب! seat کو خالی نہیں چھوڑیں، انگلیاں زیادہ ہو جاتی ہیں۔ آپ ادھر ہوتے ہیں تو چیزیں صحیح چلتی ہیں آپ جاتے ہیں پھر پتہ نہیں۔ جی چھوڑیں آپ بیٹھیں۔ جی تمام ممبران کو احتجاج کا حق ہے لیکن اخلاق کے دائرے میں اور اس طرح کے، اب چلو papers پھاڑ دیتے ہیں یہ بھی اتنا نہیں ہے لیکن یہ ہے کہ پھر بھی اُس میں، اکبر مینگل صاحب نے سینٹا نزر پھینکا جس سے اس ایوان کا تقدس پامال ہوا۔ اُس کو تین دنوں کے لئے معطل کیا جاتا ہے۔ آیا اس کو معطل کیا جائے؟ تین دن کے اجلاس کے لئے معطل کیا جاتا ہے۔
جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: تو سینٹا نزر پھینکنے سے جو کپڑوں پر گر رہے ہیں مُنہ پر گر رہے ہیں۔ جی؟
جناب اسپیکر: جی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جی جی بالکل ہم سب پر لازم ہے جناب اسپیکر۔
وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر! بیشک ایوان کا تقدس پامال ہوا ہے اور یہ غیر اخلاقی اور غیر روایتی عمل ہوا ہے۔ کہ احتجاج میں آپ کسی کی طرف کوئی چیز پھینک دیں۔ خدا نخواستہ کسی کے مُنہ پر لگ جاتا ہے۔
جناب اسپیکر: لگ گیا ہے چھینٹیں آئی ہیں اچکنئی صاحب کے اوپر آئی ہیں ادھر آئی ہیں۔
وزیر محکمہ خزانہ: اس سے نقصان ہو سکتا تھا۔ جناب اسپیکر! ہم صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں چونکہ وہ ہمارا colleague ہے۔ اُس پر یہ مہربانی کریں۔

جناب اسپیکر: ابھی تو دے دیا ابھی تو نہیں ہوگا ابھی چلا گیا۔ جی زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جی جناب اسپیکر! اس ہاؤس کا تقدس آپ کی good chair کا تقدس یہ سب پر لازم ہے۔ کہ ہم سب کریں۔ جناب اسپیکر! یہ جو اقدام ہوا ہے اُس سے جس طرح یا سینٹا نزر پھینکا گیا وہ غلط اقدام ہے۔ لیکن جناب اسپیکر! ہم نے آپ سے request کی جس ماحول میں وزیر داخلہ صاحب نے ہمیں threat کیا۔ آپ وہ ویڈیو نکلوا دیں۔ جناب اسپیکر! آپ کی اجازت ہو، آپ ہمارے حقوق کے محافظ ہیں اس ہاؤس کے۔ جناب اسپیکر! آپ ہمارے اپوزیشن کے حقوق کے محافظ ہیں۔ اس ہاؤس میں آپ

اگر ہمارے حقوق کا دفاع نہیں کریں گے، حکومت کے وزیر داخلہ صاحب ہمیں سامنے دھمکیاں دے رہے ہیں۔
پھر ہمارے حقوق کا ہاؤس کے اندر کون محافظ ہوگا؟۔۔ (مداخلت)

جناب اسپیکر: اُس نے کہا کہ اگر وہ قائد ایوان کے بارے میں بات کریں گے تو ہم بھی بات کریں گے، وہ علیحدہ چیز تھی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں نہیں جناب اسپیکر! میں قائد ایوان کے بارے میں بات نہیں کر رہا ہوں۔ بات کہاں سے شروع ہوئی کہاں ختم ہوئی۔ وہ، آپ نے اُس سے کہا کہ وہ معذرت کریں۔ کہا آپ نے یا نہیں کہا؟ اُس نے معذرت نہیں کی۔

جناب اسپیکر: فنانس منسٹر نے معذرت کی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں نہیں جناب اسپیکر۔ جس نے کیا ہے۔ نہیں جناب اسپیکر! آپ رولنگ دے دیں کہ وہ اپوزیشن کے ممبران سے وہ معذرت کریں اور آئندہ اس قسم کا لب و لہجہ استعمال نہیں کریں۔

جناب اسپیکر: آپ نے ہاؤس کے تقدس پامال کیا، صحیح کیا؟ کاغذات پھینکے اگر کسی ایک نے خراب کیا؟ اچکڑی صاحب نے معافی مانگی۔ آپ کے ملک صاحب نے معافی مانگی۔ اور کیا کریں آپ کے لئے؟

جناب نصر اللہ خان زیرے: انہوں نے بات کی اور اپوزیشن نے ڈیسک بھی بجائے۔ کیا وزیر داخلہ صاحب بھی معذرت کریں گے؟

جناب اسپیکر: معذرت کی ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: کب کی ہے؟

جناب اسپیکر: فنانس منسٹر نے کی ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں نہیں وہ خود کریں۔ یہ جناب اسپیکر! یہ ایسے ہی ادھورا رہ جائے گا۔ یہ کرنا چاہئے۔ ہمیں جرات کرنی چاہئے۔ اگر میں نے غلط کام کیا ہے تو میں on the Floor کہہ رہا ہوں کہ میں نے غلط کیا ہے۔۔۔ (مداخلت۔ شور)

جناب اسپیکر: آپ نے بھی بات نہیں مانی ناں، بس چھوڑیں ناں اب اس کو۔ آیا ضمنی مطالبہ زرنمبر 06 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی مطالبہ زرنمبر 06 اصل حالت میں منظور ہوا۔

وزیر خزانہ! مطالبہ زرنمبر 07 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو ایک ارب 59 کروڑ 92 لاکھ 29 ہزار

73 روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کیلئے عطا کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”محکمہ صحت“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: مطالبہ زر نمبر 07 پیش ہوا۔ اس میں جناب اختر حسین لانگو، جناب یونس عزیز زہری صاحب اور جناب نصر اللہ زریں صاحب نے تحریک تخفیف زر کا نوٹس دیا ہے لہذا محرکین میں سے کوئی ایک اپنی تخفیف زر کی تحریک پیش کریں۔ آپ نے تو کاغذ پھاڑ دیئے ہیں ابھی کیا کریں؟ بڑا ہوشیار ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زریں: thank you جناب اسپیکر۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو ایک ارب 59 کروڑ 92 لاکھ 29 ہزار 73 روپے سے متجاوز نہ ہو بسلسلہ مد ”محکمہ صحت“ میں بقدرے ایک روپے کی تخفیف کی جائے۔

جناب اسپیکر: تحریک تخفیف زر پیش ہوئی۔ جناب اختر لانگو صاحب، جناب یونس عزیز زہری صاحب، جناب نصر اللہ خان زریں صاحب اپنی تحریک تخفیف زر کی بابت وضاحت فرمائیں۔

میر یونس عزیز زہری: جناب اسپیکر! یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ محکمہ صحت کے لئے یہ جو رقم دی گئی ہے یہ ہمیں سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ یہ کس مد میں ان کو extra پیسے دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ محکمہ صحت کی پوزیشن یہ ہے کہ میں اگر دوسری جگہوں کو چھوڑ دوں پھر میں اگر اپنے ڈسٹرکٹ کی بات کروں آگے جا کر کے جب اس کی چھان بین ہوگی تو یہی کہا جائے گا کہ جی یہ رقم ہم نے کورونا کی مد میں دی ہے extra نہیں۔ اگر کورونا کی مد میں بالفرض کورونا کی مد میں extra پیسے دیئے گئے ہیں تو یہ ایک ارب ساٹھ کروڑ روپے یہ اگر کورونا کے جتنے مریض ابھی ہمارے پاس نوسو کے قریب جو گورنمنٹ کے figure ہمارے پاس آ رہے ہیں لیکن اُس ٹائم یہ پیسے جب انہوں نے خرچ کیئے تو میرے خیال میں پانچ سو یا چھ سو کے قریب تھے۔ اگر چھ سو کے حساب سے ہم ان پیسوں کو تقسیم کریں تو ایک مریض پر میرے خیال میں کوئی چھبیس لاکھ روپے آ رہے ہیں۔ کہ اگر ہم نے محکمہ صحت کو دے دیئے اور انہوں نے کورونا پر خرچ کر دیئے اگر ہم آج کے حساب سے کریں گے نوسو جو مریض ہمارے ہیں نوسو پر اگر تقسیم کریں تو یہ کوئی سترہ لاکھ روپے ایک مریض کے لئے آ رہے ہیں۔ جن میں میں بھی ایک مریض تھا۔ مجھے تو ایک ڈسپینر کی گولی بھی نہیں ملی۔ اور اسی طرح ہمارے دوسرے دوست کورونا سے سب متاثر ہو گئے۔ تو ہمیں یہ سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ محکمہ صحت کو ابھی اگر آپ کسی بھی ہسپتال میں جائیں جناب اسپیکر! میں کورونا کا مریض بنا اور میں نے کہا کہ جی مجھے کوئی اس طرح کی ایسبولینس دے دیں جس میں کوئی دوسرا بندہ کورونا سے متاثر نہ ہو یہ مجھے کراچی تک لے جائے۔ کیونکہ یہاں جب میرا ٹیسٹ کیا گیا تھا اور میرے گھر والوں کا ٹیسٹ کیا گیا تھا تو گھر

میں چار بندوں کو انہوں نے positive کیا تھا۔ اور مجھے بھی positive کیا تھا۔ جب میں نے کراچی میں ٹیسٹ کروایا تو سب کے ٹیسٹ negative آگئے اور میرا positive آ گیا۔ مجھے یہاں سے کوئی ایسولینس نہیں ملی کہ جس میں ہم یہاں سے کراچی جائیں۔ تو یہ ڈیڑھ ارب روپے یہ اگر 17 لاکھ روپے یا 26 لاکھ روپے ایک مریض پر خرچ ہوئے تو خدا سے بھی ہم ڈریں صرف ہاتھ اوپر کرنا ہاتھ نیچے کرنا یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ ہاتھ اوپر کر لیں گے یہ پیسے بھی ہم بلوچستان کے اسی طرح لٹاتے جائیں گے کوئی پتہ نہیں کہ یہ ان پیسوں کو ہیلتھ کے محکمے کو دیا گیا پتہ نہیں اُس نے کیا کیا، کیا نہیں کیا خدا سے بھی ڈریں۔ اس قوم کا اس صوبے کا ہم پر قرض ہے۔

(خاموشی۔ مغرب کی آذان)

جناب اسپیکر: جزاک اللہ۔ جی زیرے صاحب؟

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! بڑی مہربانی۔ یہ ایک خطیر رقم ہے 1 ارب 59 کروڑ 92 لاکھ 29 ہزار 73 روپے۔ جناب اسپیکر! یہ آپ کی صحت کا گل بھٹ بھی نہیں ہے۔ یہ بھٹ ضمنی ہے ضمنی طور پر یہ رقم کیوں خرچ کی گئی ہے؟ مجھے تو سمجھ نہیں آ رہا ہے۔

جناب اسپیکر: اتنا بڑا کورونا آیا ہے پھر آپ کہیں رہے ہیں کیوں خرچ کی گئی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: کورونا پر کیا خرچ ہوا ہے جناب اسپیکر! مجھے بتائیں ایک آپ کا فاطمہ جناح ٹی بی سینٹوریم میں 7 ویں فلیئرز ہیں جو ہر وقت occupy رہتے ہیں۔ جب آٹھوں مریض ہوتا ہے اُس وقت تک خدا نحوستہ اگر ان میں سے ایک مر جائے پھر اُس کی جگہ ہوگی اچھا اور کیا کیا حکومت نے وہ آپ کا شیخ زید ہسپتال ہے اُس میں کیا صورتحال ہے کوئی جا نہیں رہا ہے۔ جناب اسپیکر! کینسر ہسپتال کا وعدہ کیا تھا، ڈیڑھ ارب روپے کا انہوں نے کہا، اُس پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہوا ہے۔ اُس کے باوجود ڈیڑھ ارب روپے مانگے جا رہے ہیں۔ تو اس کا مطلب ہے حکومت نے یہ پیسہ خرچ کیا ہے یہ صریحاً خلاف ورزی کی ہے۔ آئین و قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ budget manual کی خلاف ورزی کی ہے۔ یہ رقم میں سمجھتا ہوں کہ بہت بڑی رقم ہے۔ اس رقم کو اس اندوہناک طریقے سے خرچ کرنا غلط جگہ پر خرچ کرنا یہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے عوام کے ساتھ کھلا مذاق ہے ہمارے آنے والی نسلوں کے ساتھ۔ جو پیسہ آپ کو ملے آپ بس خرچ کر دو۔ کوئی چیز نہ دیکھو۔ 2 نمبر چیزیں لے لو۔ mask بھی 23 نمبر لے لو sanitizer بھی دو نمبر لو۔ اُس دن سردار صاحب نے یہاں شکایات کیں یہاں جو sanitizer جو پڑے ہوئے ہیں۔ تو پھر یہ sanitizer ہے اس پر خرچ کیا

ہوگا۔ تو یہ کیا صورت حال ہے جناب اسپیکر یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میں اپنے صاحبان اقتدار سے میری اپیل ہوگی کہ خدا اس طرح آپ عوام کا پیسہ خرچ نہ کریں کہ ہر چیز پر آپ ہاتھ اٹھائیں۔ یہ آپ سے کل پوچھا جائے گا۔ کوئی فورم آئے گا آپ سے پوچھیں گے۔ عوام پوچھیں گے کہ آپ نے اتنی بڑی رقم خرچ کی؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ رقم واپس کی جائے جنہوں نے خرچ کی ہے یہ پیسہ ان سے نکالا جائے۔

جناب اسپیکر: جی شکریہ آیا ضمنی مطالبہ زرنمبر 7 میں تخفیف زر کی تحریک منظور کی جائے؟ تحریک نام منظور ہوئی۔ آیا ضمنی مطالبہ زرنمبر 7 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ مطالبہ زرنمبر 7 اصل حالت میں منظور ہوا۔

وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زرنمبر 8 کی بابت تحریک پیش کریں؟

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): جناب اسپیکر! ان کا غذات پر قرآن پاک کا نام لکھا ہوا ہے آپ براہ مہربانی اسٹاف سے کہیں کہ ان کو اٹھالیں مناسب بھی نہیں ہے۔

جناب اسپیکر: سیکرٹری صاحب! ان میں اللہ کا نام ہے اور چیزیں بھی ہیں۔ پہلا دن جو آپ لوگوں نے احتجاج کیا وہ اچھا تھا۔ اس کو بھی آکر ادھر رکھ دیتے تھے۔ آپ کا بھی احترام تھا اور ہمارا بھی احترام تھا، اور یہ بد مزگی بھی نہیں ہوتی۔ وہ جو پہلے دن جو آپ نے کام کیا وہ بہت اچھا تھا۔ ہم نے appreciate کیا۔ دھمکی نہیں دی ہمارے ہوم منسٹر صاحب نے وضاحت کی ہے۔ یہ وضاحت تھی، جب دھمکی دیتے پھر ہمارا کیا حال ہوتا۔ جی۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 17 کروڑ 80 لاکھ 20 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کیلئے عطاء کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد' ایڈمن اسپورٹس اور تفریحی سہولیات' برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زرنمبر 8 پیش ہوا۔ اس میں جناب نصر اللہ زریں صاحب نے تخفیف زر کا نوٹس دیا ہے۔ لہذا کن صوبائی اسمبلی اپنی تحریک تخفیف زر پیش کریں۔

جناب نصر اللہ خان زریں: جناب اسپیکر صاحب بہت شکریہ آپ نے مجھے time دیا۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 17 کروڑ 80 لاکھ 20 ہزار روپے کے کل مطالبہ بسلسلہ مد' ایڈمن اسپورٹس اور تفریحی سہولیات' میں بقدر ایک روپے تخفیف کی جائے۔

جناب اسپیکر: تحریک تخفیف زر پیش ہوئی۔ جناب نصر اللہ زیرے! تخفیف زر کی وضاحت کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر صاحب! ایڈوائزر محکمہ اسپورٹس صاحب بھی تشریف فرما ہیں، منسٹرنس بھی ہیں، یہ کافی رقم ہے 17 کروڑ روپے 80 لاکھ بلکہ 18 کروڑ روپے کے قریب ہے۔ یہ رقم کہاں خرچ ہوئی یہ تفصیلات کس کے پاس ہیں؟ پہلے sports department کا کتنا بجٹ تھا۔ جب سالانہ بجٹ کے اُس وقت مطالبات زر پیش ہو رہے تھے اُس وقت کتنا تھا؟ اب یہ مزید رقم کس لیے مانگی گئی ہے؟ کس لیے یہ اتنی بڑی رقم کہاں sports کا بڑا میلہ ہوا ہے؟ کیا ہوا ہے؟ جناب اسپیکر! آپ کی توجہ چاہئے۔ یہ رقم کوئی ٹورنامنت منعقد ہوا؟، کوئی بہت بڑا winter gala ہوا؟۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ یہ پیسے کس مد میں خرچ ہوئے ضرورت کیا تھی مجھے بتایا جائے گزشتہ ایک سال میں اس کوئٹہ شہر میں کہاں کہاں sports میلہ ہوا؟ بس پیسے ملتے ہیں عوام کے پیسے ہیں۔ شہر مادر کی طرح نوش فرماتے ہیں۔ یہ تو بڑا ظلم ہے ہمارے عوام کے ساتھ ظلم ہے۔ کتنے ہمارے جو بڑے بڑے sportsman تھے نامی گرامی۔ کتنی بڑی ٹیموں کو کوئی اعداد و شمار ہیں یا بس اٹھا کر ہمارے سامنے رکھ دیتے ہیں ہاؤس کے سامنے کہ ہم نے خرچ کیا ہے اب آپ اُس کی منظوری دے دیں۔ یہ کوئی سکھوں کی حکمرانی تو نہیں ہے منجور نامنجر کی طرح۔ یہ August House ہے، ہم تمام لوگ یہاں منتخب ہو کر آئے ہیں۔ کل ہم سے عوام پوچھیں گے کہ آپ نے اتنی بڑی رقم کس مد میں خرچ کیا؟ تو میں سمجھتا ہوں کہ جناب اسپیکر۔۔۔ (مداخلت)

جناب اسپیکر: جی آپ مہربانی بیٹھیں کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں، نہیں، دیکھو! ایسے مثال کے طور پر یہ پیش کی جاتی ہے۔ یہ اُس وقت منجور، نامنجر رہے بات جناب اسپیکر! رنجیت سنگھ کے حوالے سے ہے۔ وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر! پہلے قرآن پاک کی توہین کی گئی اب سکھوں کی توہین کی ہے آخر آپ لوگوں کو ہوا کیا ہے؟

جناب نصر اللہ خان زیرے: اگر آپ میں اتنی جرأت ہے اپنے منسٹر کو بتائیں کہ انہوں نے دھمکی دی، سرعام دی۔ آپ میں اتنی جرأت نہیں ابھی آپ اٹھ گئے۔۔۔ (مداخلت) پہلے آپ

معافی مانگ لیں کہ آپ نے دھمکی دی ہے، وہ ریکارڈ پر آ گیا ہے ہم نے کوئی غلط بات نہیں کی ہے۔

جناب اسپیکر: اس میں اگر کسی کا زیرے صاحب!۔۔۔ (مداخلت) جی دینش بیٹھیں آپ کا point آ گیا آپ بیٹھیں۔ زیرے صاحب! آپ اگر اُس میں یہ کہیں کہ اگر کسی کا اسمیں ہوا ہے اُس پر آپ معذرت کریں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں، اگر اس سے دینش بھائی کی۔۔۔

جناب اسپیکر: دینش بھائی کی نہیں سکھ برادری کا ہوا ہے تو۔۔۔ (مداخلت)
جناب نصر اللہ خان زیرے: ویسے ایک مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے عموماً یہ معاشرے میں ایک مثال ہے میں نے اُس حوالے سے کہا ہے۔

جناب اسپیکر: چلو دل آزاری ہوئی ہے اُس پر پھر معذرت کرتے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: میں اس پر معذرت چاہتا ہوں۔

جناب اسپیکر: یہ ہوتا ہے ضیاء بڑا پن بھی ہوتا ہے۔۔۔ (مداخلت) وہ بڑا پن نہیں کرتے ہیں ناں وہ لاڈلا ہے ہم سب کا۔ آیا ضمنی مطالبہ زر نمبر 8 میں تخفیف زر کی تحریک منظور کی جائے؟ تحریک نا منظور ہوئی۔ یونس بھی آپ کے ساتھ نہیں ہے۔

آیا ضمنی مطالبہ زر نمبر 18 اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ مطالبہ زر نمبر 18 اصل حالت میں منظور ہوا۔

وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر 9 کی بابت تحریک پیش کریں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 55 کروڑ 87 لاکھ 67 ہزار 4 سو 20 روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کیلئے عطاء کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد 'سماجی تحفظ اور سماجی بہبود' برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زر نمبر 9 پیش ہوا۔ اس میں جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب نے تخفیف زر کا نوٹس دیا ہے لہذا رکن اسمبلی اپنی تحریک تخفیف زر پیش کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: thank you جناب اسپیکر۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ

ایک رقم جو 55 کروڑ 87 لاکھ 67 ہزار 4 سو 20 روپے کے کل مطالبات زر بسلسلہ مد سماجی تحفظ اور سماجی بہبود میں بقدر ایک روپے کی تخفیف کی جائے۔

جناب اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب! اپنی تحریک تخفیف زر کی بابت وضاحت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! یہ بڑا اہم محکمہ ہے سماجی بہبود، سماجی تحفظ، لیکن اس محکمہ کی کارکردگی اگر آپ overall دیکھیں، وہ نہ ہونے کے برابر ہے اور آئے دن جو واقعات ہوتے ہیں اس سماجی بہبود کے مختلف سیکٹرز میں مختلف وہاں بچوں خواتین جو مختلف کیسز میں ہوتے ہیں لیکن یہ ڈیپارٹمنٹ کی کارکردگی مجھے بتایا جائے کہ کس ڈیپارٹمنٹ کی کیا کارکردگی ہے ان کے مختلف سینٹرز میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ رقم کس لئے مانگی گئی ہے پچپن کروڑ روپے کس مد میں خرچ کیے گئے ہیں بہت بڑی رقم ہے جناب اسپیکر! مجھے سمجھ نہیں آرہی ہے کہ اتنی بڑی رقم آپ نے سوشل ویلفیئر کے لئے دی ہے کس مد میں دی ہے؟ تنخواہیں تو آپ نے پہلے دی ہیں جناب اسپیکر! جو پہلا سالانہ بجٹ تھا اُس میں تنخواہوں میں تو مسئلہ نہیں رہا تنخواہیں تو وہ لازماً آپ کو نان ڈو پلمنٹ میں رکھنا پڑتی ہیں یہ پچپن کروڑ روپے کس مد میں خرچ ہوئے ہیں آیا یہ ڈو پلمنٹ میں خرچ ہوئے ہیں کوئی ہاؤس بنایا ہوا ہے کوئی سماجی تحفظ کا سینٹر بن گیا ہے وہاں جو بچے رہتے ہیں خواتین رہتی ہیں اُن کے لئے کچھ کیا گیا ہے اُن کو کپڑے دیئے گئے ہیں۔ اُن کے لئے اچھے کھانے کا بندوبست کیا گیا ہے؟ نہیں۔ آئے دن وہاں اسکینڈلز ہوتے ہیں۔ لیکن یہ پچپن کروڑ روپے یہ بہت بڑا ظلم ہے جناب اسپیکر! اس کو اس طرح نہیں کرنا چاہئے۔ میری گزارش ہے کہ کم از کم اس ڈیپارٹمنٹ سے واپس لی جائے۔

جناب اسپیکر: آیا ضمنی مطالبہ زرنمبر 09 میں تحریک تخفیف زر کی تحریک منظور کی جائے؟ تحریک نام منظور ہوئی۔

آیا ضمنی مطالبہ زرنمبر 09 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی مطالبہ زرنمبر 09 اصل حالت میں منظور ہوا۔ ضمنی مطالبہ زرنمبر 10 پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 2 ارب ایک کروڑ 51 لاکھ 92 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کے لئے عطاء کی جائے

جو کہ مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کی دوران بسلسلہ مد 'پراونشل ڈیزاسٹر منجمنٹ اتھارٹی' برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زر نمبر 10 پیش ہوا۔ اس میں نصر اللہ زیرے صاحب، جناب یونس عزیز زہری صاحب اور جناب اختر حسین لانگ صاحب نے تحریک تخفیف زر کانٹریکٹ دیا ہے لہذا محرکین میں سے کوئی ایک محرک اپنی تحریک پیش کریں۔

میر یونس عزیز زہری: شکر یہ جناب اسپیکر۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 2 ارب ایک کروڑ 51 لاکھ 92 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کے لئے عطاء کی جائے جو کہ مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کی دوران بسلسلہ مد 'پراونشل ڈیزاسٹر منجمنٹ اتھارٹی' میں بقدر ایک روپے کی تخفیف کی جائے۔

جناب اسپیکر: جی جناب نصر اللہ خان صاحب، جناب یونس عزیز زہری صاحب جناب اختر حسین لانگو صاحب اپنی تحریک تخفیف زر کی بابت وضاحت فرمائیں۔

میر یونس عزیز زہری: شکر یہ جناب اسپیکر۔ ڈیزاسٹر منجمنٹ میں گزشتہ بجٹ کو اگر دیکھا جائے تو یہ رقم جو دو ارب ایک کروڑ روپے مطلب ہے کہ یہ ایک خطیر رقم ہے جو کہ بلوچستان کے لئے اور ہمارے اس صوبہ کے لئے اور ان حالات میں ہم روتے ہیں کہ جی ہمارے پاس پیسوں کی کمی ہیں۔ ہمارے پاس ہیلتھ اور ایجوکیشن اور دوسری چیزوں میں سہولیات نہیں ہیں۔ آئی بی ڈی اے میں وہ دو ارب روپے دیئے گئے ہیں۔ دو ارب اُس نے extra خرچ کیئے ہیں جو اُس کے پاس رقم تھی وہ بھی خرچ کیئے اور دو ارب ایک کروڑ کانوے یا ہائیڈرو پمپ ہزار روپے extra خرچ کیئے۔ اگر یہ رقم ہمیں بتایا جائے مطلب یہ کہ میں جام صاحب سے بھی یہی گزارش کروں گا اور ایوان میں بیٹھے ہوئے بہت سارے دوست ہیں میں اصغر خان اچکزئی صاحب سے خاص کر اور احسان شاہ صاحب سے یا اسد صاحب سے میں ان سے یہی درخواست کروں گا کہ کم از کم ان چیزوں کا، اُن پر فرض بنتا ہے۔ میرے ادھر ہاتھ اُپر نیچے کریں گے کچھ بھی نہیں ہوگا لیکن یہ ایک چیز ہے ان کو دیکھنا چاہئے۔ کیونکہ پی ڈی ایم اے نے کورونا کے زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ جی ہم نے کورونا کی مد میں خرچ کیا۔ کورونا کا یہ ہے کہ میرے حلقے میں روانہ کیئے پچاس دانے یہ واپس روانہ کئے اور دس ڈبے ماسک کے روانہ کئے۔ دیکھیں جناب والا! یہ اگر ان کو ٹوٹل کیا جائے تو میرے خیال میں یہ دس ہزار روپے کے بھی میرے حلقے میں نہیں دیئے ہیں۔ کہ یہ دس ہزار کو بیسٹھ میں کر لو تو یہ چھ ساڑھے چھ لاکھ روپے بنتے ہیں اور یہاں ہم نے اربوں روپے بغیر

پوچھے بغیر دیکھے اور مجھے یقین ہے کہ یہ جو ہمارے دوست بیٹھے ہوئے ہیں یہ پیسے یہ نہیں ہے کہ ہم ہاتھ اوپر کریں اور کسی کو خوش کریں۔ خدارا! ان چیزوں کو دیکھیں یہ بلوچستان کے لئے، دو ارب روپے دو ارب ایک کروڑ extra خرچ کیئے اللہ نہ کرے بلوچستان پر، اس دفعہ بارشیں نہیں ہوئی ہیں کوئی ایسا طوفان بھی نہیں آیا کورونا آیا کورونا کو ہیلتھ پر، ہیلتھ پر نہیں نے بتا دیا کہ 32 لاکھ روپے کیا ایک مریض آگئے۔ اور اگر ان کو لگایا جائے تو میرے خیال میں یہ پچاس لاکھ کے قریب ایک مریض پر خرچ کر دیں۔ خدارا! اس صوبہ پر تھوڑا سا رحم کریں ہم پر رحم کریں غریب لوگوں پر رحم کریں جن کے پیروں میں جوتے نہیں ہیں پانی کے لئے وہ ترس رہے ہیں جو گدھوں پر پانی لیکر کے آ رہے ہیں۔ اور جو اسکولوں سے محروم ہیں جو پڑھائی سے محروم ہیں جو پانی سے محروم ہیں خدارا! اس طرح اس صوبے کے ساتھ نہیں کیا جائے تاکہ یہ صوبہ ہمیں معاف نہیں کرے گا۔ مجھے یقین ہے، مجھے جام صاحب پر بھی یقین ہے کہ وہ اس کی تحقیقات بھی کریں گے اور ان چیزوں کو بھی دیکھیں گے۔ اور دوسرے جو میں نے لوگوں کا نام لے لیا وہ بھی مجھے یقین ہے، عارف صاحب اور خالق صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان کے وہ دو sports کے ہوئے ہیں اللہ ان کو نصیب کرے۔ اس پر میرے خیال میں یہ لوگوں کے۔۔۔ (مداخلت)

جناب اسپیکر: آپس میں بات نہیں کریں چلیں۔ بیٹھ کر بات نہیں کریں ہزارہ صاحب۔ صبح سے چل رہا ہے ناں ابھی تھوڑی بہت۔۔۔

میر پونس عزیز زہری: خالق صاحب! آپ سے بھی میں کہہ رہا ہوں۔ میری گزارش یہ ہے کہ میں serious ہو کر کے اس پر کہہ رہا ہوں کہ اس چیز کو جام صاحب سے خاص کر گزارش ہے میری اور ظہور بلیدی صاحب سے کہ وہ اس کو دیکھ لیں۔ دو ارب ایک کروڑ بڑی رقم ہے اس صوبے کے لئے ہمارے لئے سب کے لئے اگر اس کو دیکھا جائے اس کو جانچا جائے اس پر کچھ کیا جائے۔ تو میرے خیال میں ہم اپنا ضمیر جھنجھوڑیں۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: جی نصر اللہ زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! میرے فاضل دوست نے اس پر بڑی اچھی گفتگو کی کہ ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی ہے اور اس اتھارٹی کا کام ہے کہ جو بھی ڈیزاسٹر آتا ہے اس پر کنٹرول کرے۔ پہلے یہ ہوا کہ ٹڈی دل کا حملہ ہوا تو حکومت نے کچھ رقم پی ڈی ایم اے کو ریلیز کیئے لیکن اس وقت نومبر میں ہم نے کہا کہ آپ اس ٹڈی دل کے خلاف کچھ کریں۔ لیکن

انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ آج حکومت کی وجہ سے ہماری فصلات مکمل طور پر مہیں کہتا ہوں پچاس ساٹھ فیصد تک تباہ ہو گئیں وہ رقم اُسکو دی گئی۔ اب دوبارہ جو کورونا کا آیا وہ با آئی اُس میں بھی آپ نے دیکھا کہ اربوں روپے ریلیز کیلئے جارہے ہیں لیکن اُسکا فائدہ عوام کو کیا پہنچا؟ کیا عوام بچ گئے؟ انہوں نے کورینٹائن سینٹر بنائے۔ کورینٹائن سینٹر جناب اسپیکر ایک مذاق بن گیا ہے۔ پورے ملک میں۔ آپ نے تفتان میں کورینٹائن سینٹر بنایا کروڑوں روپے اُدھر خرچ کیئے۔ خیمے لگائے چمن میں خیمے لگائے اور پھر کورینٹائن سینٹر بنایا ایک بندہ مجھے بتائیں یہاں زرعی کالج میں کورینٹائن سینٹر بنایا ہے وہاں اسٹوڈنٹس کمروں میں اُسکو seal کر دیا اسٹوڈنٹس بیچارے آ رہے ہیں جارہے ہیں ڈی سی کے پاس کہ ہمارا سامان پڑا ہوا ہے وہ نہیں دے رہے ہیں۔ تو میں نہیں سمجھ رہا ہوں کہ اتنی خطرہ رقم دو ارب روپے یہ کیسا اور کیوں خرچ ہوئی؟ یہ ہمارے عوام کے خون پسینے کے پیسے ہیں جناب اسپیکر! یہ taxes ہیں۔ ابھی انہوں نے کل ہی بل پیش کیا تھا منسٹر، وزیر با تدبیر نے کہ ہر چیز پر انہوں نے ٹیکس لگایا ہے۔ لگایا ہے آپ نے یا نہیں لگایا ہے؟ جو اب تدبیر والے ہوتے ہیں، یہ جناب اسپیکر کل انہوں نے bill پیش کیا finance bill پیش کیا یہاں taxes کا۔ میں عوام کو بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کے ایک ایک ہوٹل پر آپ کے ایک ایک پر چون پر آپ نے taxes لگائے ہیں یہ پیسہ taxes سے collect ہوتا ہے دو ارب روپے یہ کوئی آسمان سے نہیں آتے ہیں۔ آپ اُن پیسوں کو خرچ کر رہے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ خدارا! اس کا جواب آپ کہاں دیں گے کہ آپ عوام کا پیسہ وہ پھر ہر روز آپ خرچ کر رہے ہیں۔ جناب اسپیکر! ان کو کیا ہو رہا ہے؟

جناب اسپیکر: ان کو نیند آ رہی ہے۔ اچھا ہے سو جائیں ورنہ تو پتہ نہیں۔۔۔۔۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: کیا ہوا ہے۔ نیند آ رہی ہے اس کو چھٹی دے دیں جائیں آرام کر لیں دیش۔ اسپیکر صاحب! تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ رقم اس کو واپس کیا جائے اس کا حساب کتاب کیا جائے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر کمیشن بنایا جائے دو ارب روپے ہیں جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: ضیاء صاحب! دو ارب روپے ہیں؟

میر ضیاء اللہ لانگو (وزیر محکمہ داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے): detail دینے آپ لوگوں کو تسلی سے بریفنگ دینے کے لئے تیار ہوں۔ ہر چیز دینے کے لئے تیار ہوں۔

جناب اسپیکر: جی شکر یہ زیرے صاحب اور تمام، میرے خیال میں یہ محمد حسنی صاحب کا بیٹھک تو نہیں ہے۔ پلیز اس طرح چیئر کو وہ نہیں کریں اور آپس میں باتیں بھی نہیں کریں۔ جو آج ہوا بھی میں آڈیو بھی منگوا رہا ہوں اگر ہوم منسٹر صاحب اس میں کہیں پر اس کی آواز یا اس میں کہیں ایسا لگتا ہے کہ اس نے کوئی غیر پارلیمانی الفاظ استعمال کیے تو وہ، کیونکہ یہ ہمارے لئے یہ ایوان میں سارے ممبرز برابر ہیں، چاہے وہاں سے اگر کوئی ہم نے decision لیا تھا۔ تو اگر ہوم منسٹر صاحب اس میں guilty ہیں ہم یہاں سے بھی لے لیں گے۔ وہ آڈیو ہم نے کہا کہ اگر اس میں ہوتا ہے تو دیکھتے ہیں اگر اس میں ہوم منسٹر صاحب نے کوئی ایسی بات نہیں کی ہے تو ہم معذرت کریں گے۔ جو اراکین ضمنی مطالبہ زرنمبر 10 میں کٹوتی کی تحریک کی حمایت میں ہیں وہ ہاتھ کھڑا کر لیں۔ تحریک نام منظور ہوئی۔

آیا ضمنی مطالبہ زرنمبر 10 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ ضیاء کا سب سے پہلے، صبح سے ہاتھ اٹھ نہیں رہا تھا اس میں سب سے پہلے اٹھ گیا۔ ظہور صاحب اس میں نہیں ہیں ساتھ۔ نہیں نہیں پہلے نہیں ہیں۔ ظہور صاحب خوش دلی کے اس میں نہیں ہیں۔ چہرے میں رونق نہیں ہے۔ تحریک منظور ہوئی۔ مطالبہ زرنمبر 10 اصل حالت میں منظور ہوا۔

جناب عبدالخالق ہزارہ (وزیر محکمہ کھیل و ثقافت): ویڈیو آپ نے منگوائی ہے میری گزارش یہ ہے کہ آڈیو یا ویڈیو ہے دونوں طرف سے آپ kindly انکے tones دیکھ لیں۔ وہاں سے پہلے tone دیکھ لیں ان کی جو body language ہے وہ دیکھ لیں کہ اختر حسین لاگو میرا خاص دوست ہیں، انکی body language دیکھ لیں۔ جناب اسپیکر: نہیں وہاں انہوں نے کہا ہے کہ۔۔۔ (مداخلت)

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: ان کی آواز کی گرج وہ اور۔۔۔ (مداخلت)

جناب اسپیکر: گرج علیحدہ چیز ہے۔ غیر پارلیمانی الفاظ اختر لاگو کا بھی دیکھ لیں اگر غیر پارلیمانی الفاظ ہیں۔

انجینئر زمرک خان اچکزئی (وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوز): جناب اسپیکر صاحب! اگر ایک منٹ کی اجازت آپ دیں گے۔ میں ایک بات اپنے دوستوں سے کہوں۔ زیرے صاحب اور یونس زہری صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ جو ضمنی ہم لوگ پیش کر رہے ہیں ضمنی بجٹ، میں

صرف ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ سال میں خرچ ہوا ہے یہ پورا سال جب وہاں سے شروع ہوا ہے اس وقت تک یہ پیسے خرچ ہو گئے۔ اور آرٹیکل 124 کے تحت آئین پاکستان کے تحت صوبائی حکومتوں کو یہ اختیارات حاصل ہیں کہ ایک fix چیز ہم حکومت نہیں کر سکتے۔ کہ جی دس روپے اگر خرچہ ہو رہے تو وہ دس روپے ضروری ہے۔

جناب اسپیکر: وہ کریں گے آپ کیوں اس کو لمبا کریں گے؟

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوز: میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس cut motion کا فائدہ ہے یا نہیں ہے؟ یہ fresh cut motion پر ہونا چاہئے۔

جناب اسپیکر: جی شکریہ۔ زمرک خان! already اس پر بحث ہوئی ہے اب اس کو کرنے دیں۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوز: تو اس کو کر لیں تو اس کو کہہ دیں کہ short کر لیں۔ اس کو پاس کر لیں جلدی جلدی، بس ختم کر لیں۔

جناب اسپیکر: جی شکریہ۔ آپ میرے خیال میں اس کو لمبا نہیں کر دیں۔ بس چھوڑیں۔۔۔ (مداخلت)

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوز: کچھ نہیں ہے ایسے ہی گپ شپ ہے۔۔۔ (مداخلت)

جناب اسپیکر: ملک صاحب! کافی نہیں تھا آپ اس کو پھر لمبا کر رہے ہیں۔ بس یہ پاس ہوا ہے۔ ابھی بہت آگے چلے گئے ہیں ہم۔

میر پونس عزیز زہری: ہمیں پتہ ہے یہ منظور ہو جائیں گے، ہم دو سے کچھ نہیں ہوگا۔ آپ لوگ سوئے

ہوئے ہیں اٹھ کر بھی ہاتھ اوپر کر لیں گے ٹھیک ہے نا۔ مجھے پتہ ہے۔ لیکن یہ ہے کہ ایک چیز ہے ابھی دو ارب روپے ہم میڈیا پر بلوچستان کے لوگوں کے سامنے تو لیکر کے آئیں نا کہ کیا ہوا ہے۔

جناب اسپیکر: جی شکریہ۔ زمرک خان صاحب پلیز اس چیز کو چھوڑ دیں۔

وزیر خزانہ مطالبہ زمرہ 11 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 71 لاکھ 11 ہزار 1 سو 83 روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطاء کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ ”مذہبی امور“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: مطالبہ زمرہ 11 پیش ہوا۔ اس میں جناب نصر اللہ زری نے تحریک تخفیف زرکائٹس دیا ہے۔ لہذا نصر اللہ زری صاحب! آپ اپنی تحریک زری پیش کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: شکر یہ جناب اسپیکر۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 71 لاکھ 11 ہزار 1 سو 83 روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطاء کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”مذہبی امور“ میں بقدر ایک روپے کی تخفیف کی جائے۔

جناب اسپیکر: تحریک تخفیف زر پیش ہوئی۔ جناب زیرے صاحب! اس بابت وضاحت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: شکر یہ جناب اسپیکر۔ یہ محکمہ ہے مذہبی امور کا۔ اور جناب اسپیکر! یہ زکوٰۃ، مذہبی امور، عشر تفریباً ایک محکمہ ہے۔ میں آپ کو بتاتا چلوں کہ غالباً کوئی دوا رب روپے زکوٰۃ کا پڑا ہوا ہے جو گزشتہ دو سال سے وہ پیسے لپس ہو رہے ہیں۔ اس لئے کہ ابھی تک اس ڈیپارٹمنٹ میں زکوٰۃ کونسل نہیں بنائی ہے۔ اور زکوٰۃ کونسل نہ بنانے کی وجہ سے عوام جناب اسپیکر! ہمارے غریب لوگ در بدر لوگ اور وہ لوگ جو اس زکوٰۃ کے فنڈ سے انہوں نے جانا تھا علاج کیلئے، بیوائیں اس کی انتظار کر رہی ہیں۔ یتیم اس رقم کا انتظار کر رہے تھے دو ارب روپے ہیں۔ اس موقع سے تو یہ نہیں ہو سکا کہ زکوٰۃ کونسل بنائیں۔ اب اس محکمے کی کیا کارگردگی ہے؟ مثال ویسے میں دیتا ہوں کہ یہ محکمہ اس لئے بنا اس کا main کردار یہ ہے کہ ایک زکوٰۃ کونسل بنائی جاتی۔ اس زکوٰۃ کونسل کے ذریعے غرباء میں زکوٰۃ تقسیم کی جاتی ہے۔ پیسے پڑے ہوئے ہیں، دوا رب روپے زکوٰۃ کونسل نہ ہونے کی وجہ سے یہ پیسے لپس ہو رہے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں اُس کے باوجود اس کیلئے 71 لاکھ روپے آپ کو کس مد میں چاہیے؟ کیا کارگردگی ہے اس محکمے کی؟ اس نے کیا کمال دکھایا ہے؟ جب کمال ہی نہیں ہے اس محکمے کا، پھر اتنی رقم کی ضرورت کیا ہے کہ ہم اس کو کہ وہ مطالبہ کرے ہم دے دیں۔ کس مد میں، تنخواہوں کی مد میں تو نہیں دیا ہے؟ باقی کیا اخراجات ہیں اس محکمے کے مجھے بتایا جائے؟

جناب اسپیکر: آیا مطالبہ زر نمبر 11 تخفیف زر منظور کیا جائے؟ تحریک کو دو ووٹ ملے۔ تحریک نام منظور ہوئی۔

آیا مطالبہ زر نمبر 11 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ مطالبہ زر نمبر 11 اصل حالت میں منظور ہوا۔

وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زر نمبر 12 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 94 لاکھ 48 ہزار 4 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطاء کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”محکمہ خوراک“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: مطالبہ زر نمبر 12 پیش ہوا۔ اس میں نصر اللہ خان زیرے صاحب نے تخفیف زر کا نوٹس دیا

ہے۔ نصر اللہ زیرے! تخفیفِ زرکا نوٹس پیش کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: شکریہ جناب اسپیکر۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 94 لاکھ 48 ہزار 4 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطاء کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”محکمہ خوراک“ میں بقدا ایک روپے کی تخفیف کی جائے۔

جناب اسپیکر: تحریک تخفیفِ زر پیش ہوئی۔ اس کی admissibility پر بات کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! محکمہ خوراک بڑا محکمہ ہے۔ بڑا اس میں پتہ نہیں اس میں کیا کیا کچھ ہوتا ہے۔ میں نہیں سمجھ رہا کہ یہ تو 94 لاکھ روپے کس بات کیلئے رکھے گئے ہیں؟ یہ رقم مطلب یہ خود ایک huge محکمہ ہے، بہت بڑا محکمہ ہے۔ وہاں اربوں روپے کی باتیں ہوتی ہیں یہاں صرف 94 لاکھ روپے کس مد میں دیے ہیں مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہے؟

جناب اسپیکر: آیا تحریک تخفیفِ زر کو منظور کیا جائے؟ تحریک کو دو ووٹ ملے، تحریک نام منظور ہوئی۔

آیا ضمنی مطالبہ زر نمبر 12 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ مطالبہ زر نمبر 12 اصل حالت میں منظور ہوا۔

وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زر نمبر 13 کی بابت تحریک پیش کریں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم 12 کروڑ 42 لاکھ 97 ہزار 7 سو 60 روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کے لئے عطاء کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”ماہی گیری“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زر نمبر 13 پیش ہوا۔ جناب نصر اللہ زیرے صاحب نے تحریک تخفیفِ زر کا نوٹس دیا لہذا نصر اللہ زیرے صاحب! اپنی تحریک تخفیفِ زر پیش کریں۔ میرے خیال میں ہمارے ایک ممبر یہاں مٹھا خان صاحب کی اس کاٹسٹ پاز بیٹو آیا ہے کیونکہ وہ گھر چلے گئے۔ جام صاحب نے اُس کو گھر بھیج دیا ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: کون سا تھ بیٹھے تھے وہ سب جائیں ناں۔ جناب اسپیکر! یہ ایک serious issue ہے۔ جو جو بندہ ابھی مٹھا خان کیساتھ ملا ہے جو ان کیساتھ بیٹھے ہیں۔

جناب اسپیکر: اس چیئر کو آپ تھوڑا اسپرے کرادیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: میں سمجھتا ہوں کہ اجلاس کو فی الحال منسوخ کر دیں۔

جناب اسپیکر: دیش صاحب! جب تک اُس کو کلیئر نہیں کریں آپ کسی اور سیٹ پر بیٹھ جائیں۔

جی ظہور بلیدی صاحب۔

وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر! یہ گنہگار معاملہ ہے دنیش صاحب اور نصر اللہ صاحب نے اکٹھے چائے پی لی ہے آپ ان دونوں کو باہر بھیج دیں۔

جناب اسپیکر: دنیش صاحب اور زیرے صاحب دونوں نے چائے پی ہے؟۔ دنیش صاحب! آپ ادھر بیٹھیں۔ آگے بیٹھیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! میں ڈائریکٹ مٹھا خان سے نہیں ملا ہوں۔ جناب اسپیکر! میری اینٹی باڈیز ڈویلپ ہے میں نے ٹیسٹ کرایا ہے، میں محفوظ ہوں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): جناب اسپیکر! ہمیں بھروسہ نہیں ہے اینٹی باڈیز ٹیسٹ لاکر کے دکھائیں ہمیں otherwise دونوں باہر چلے جائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! سب سے خطرے والی بات ہے میں سیریس بول رہا ہوں کہ وہ آج جناب قائد ایوان صاحب سے ملے ہیں۔ فنانس منسٹر اور سب سے ملے ہیں۔ تو یہ پورا ہاؤس آپ postpond کر دیں جب تک سب clear نہیں ہو جائیں اُس وقت تک آپ اجلاس postpond کر دیں۔ یہ واقعی serious issue ہے۔ ہمارے بہت سارے خدانخواستہ کسی کو کچھ ہوا تو پھر۔۔۔

جناب اسپیکر: وہ دیکھ لیں گے جب سب کا ٹیسٹ آریگا پھر دیکھیں گے کہ کس کو گھر بھیجنا ہے کس کو نہیں بھیجنا ہے۔ اب تحریک پیش کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں جناب اسپیکر! آپ اس پر رولنگ دے دیں کم از کم آج جائیں ٹیسٹ کروادیں کل آجائیں پھر اجلاس کریں گے، کیا جلدی ہے؟

جناب اسپیکر: جن کو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ جن کو نہیں ہونا تھا نہیں ہوا۔ ابھی آگے بڑھیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: ہمارے قائد ایوان صاحب ہمارے منسٹر صاحبان ہیں بڑے قیمتی لوگ ہیں۔

جناب اسپیکر: جام صاحب کے ساتھ مشین ہے، جو بھی جام صاحب کے پاس جاتا ہے وہ ٹیسٹ کرتا ہے۔ سب کو گھر بھیجتا ہے۔ ہو گیا۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: میں نے ابھی تک پڑھا نہیں ہے۔ جناب اسپیکر! یہ جو رقم ہے فشریز ڈیپارٹمنٹ کے لئے یہ درمیان میں پہلے بجٹ میں اُس کو کچھ نہیں دیا جاتا ہے۔ بعد میں پتہ نہیں کس طریقے سے اُن کو اتنی رقم فراہم کی جاتی ہے اسکا مطلب کیا ہے؟ کیا آپ پہلے بجٹ میں اُن کے لئے رقم نہیں رکھتے ہیں۔

ویسے کل ہم نے کہا تھا کہ آپ محکمہ جنگلات کو آپ لائیو اسٹاک کو آپ فشریز کو یہ وہ ڈیپارٹمنٹس ہیں ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیں۔ بجٹ بننے سے پہلے پورے ڈیپارٹمنٹ کا صحیح طور پر جائزہ نہیں لیتے ہیں کہ ابھی کتنی رقم چاہئے ہمیں ڈویلپمنٹ کے لئے۔

جناب اسپیکر: جام صاحب! اس پر لے لیں۔ اُس نے 12 کروڑ روپے دے دیئے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں، نہیں یہ تو ویسے ہے۔ پہلے کچھ پتہ نہیں تھا پہلے دن کچھ اور رکھتے ہیں بعد میں دوسرے طریقے سے خرچ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تو اس رقم کا کیا فائدہ ہوا۔

جناب اسپیکر: قول و فعل میں تضاد ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ جام صاحب کو پیسے دینے چاہئیں کبھی کہتے ہیں کہ کیوں۔۔۔ (مداخلت)

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! overall یہ ہے کہ اگر وہ بجٹ پیش کرنا چاہے تھے فشریز ڈیپارٹمنٹ کا تو وہ پہلے روز تمام assesment کر لیتے کہ اس ڈیپارٹمنٹ کو ہم نے پاؤں پر کتنا کھڑا کرنا ہے۔ منسٹر فنانس صاحب نے کہا کہ اُس کی ترقی کیلئے کیا۔ اُس وقت کچھ نہیں ہوتا ہے درمیان میں کس لئے دو نمبر طریقے سے پیسے ریلیز کیئے جاتے ہیں۔

جناب اسپیکر: آیا مطالبہ زرنمبر 13 میں تخفیف زر کی تحریک منظور کی جائے؟ تحریک کے حق میں دو ووٹ پڑے ہیں، تحریک نام منظور ہوئی۔

آیا ضمنی مطالبہ زرنمبر 13 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ مطالبہ زرنمبر 13 اصل حالت میں منظور ہوا۔

وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زرنمبر 14 کی بابت تحریک پیش کریں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 33 لاکھ 42 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطاء کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”باہمی تعاون (Cooperative)“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زرنمبر 14 پیش ہوا۔ جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب نے تحریک تخفیف زر کا نوٹس دیا لہذا نصر اللہ خان زیرے صاحب! اپنی تحریک تخفیف زر پیش کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: شکریہ جناب اسپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 33 لاکھ 42 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطاء کی جائے جو مالی سال کے

اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”باہمی تعاون (Cooperative)“ میں بقدر ایک روپے کی تخفیف کی جائے۔

جناب اسپیکر: اس کی وضاحت میں کچھ کہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: شکر یہ جناب اسپیکر! چونکہ یہ رقم، اور میں کیا دلائل دے دوں۔ یہ بھی ایسے ہی کوآپریٹوہ بنائی ہوئی ہے ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ اُنکے ساتھ ہوتا ہے اسکا تو کوئی مطلب ہی نہیں ہے اس ڈیپارٹمنٹ کا۔

جناب اسپیکر: جی آپ کی بات صحیح ہے۔ شاہ صاحب! آپ کے ہمسائے میں بہت اچھے لوگ تھے۔ آپ آگے آجائیں۔ تحریک تخفیف زر پیش ہوئی۔ آیا تخفیف زر کی تحریک منظور کی جائے؟ تحریک کے حق میں دو ووٹ پڑے ہیں، تحریک نام منظور ہوئی۔

آیا ضمنی مطالبہ زر نمبر 14 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ مطالبہ زر نمبر 14 اصل حالت میں منظور ہوا۔

وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زر نمبر 15 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 13 کروڑ 98 لاکھ 19 ہزار 8 سو 49 روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو اُن اخراجات کی کفالت کیلئے عطاء کی جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”معدنی وسائل (سائنسی شعبہ)“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زر نمبر 15 پیش ہوا۔ اس میں نصر اللہ خان زیرے نے تخفیف زر کا نوٹس دیا ہے۔ لہذا نصر اللہ خان زیرے آپ اپنی تحریک تخفیف زر پیش کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: شکر یہ جناب اسپیکر! میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 13 کروڑ 98 لاکھ 19 ہزار 8 سو 49 روپے کے کل مطالبات زر بسلسلہ مد ”معدنی وسائل (سائنسی شعبہ)“ میں بقدر ایک روپے کی تخفیف کی جائے۔

جناب اسپیکر: تحریک تخفیف زر پیش ہوئی۔ جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب! آپ اپنی تحریک تخفیف زر کی بابت وضاحت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! یہ رقم معدنی وسائل سائنسی شعبہ ہے۔۔۔ (مداخلت) جی جناب اسپیکر! یہ رقم 13 کروڑ تقریباً 14 کروڑ روپے کے قریب رقم ہے، یہ معدنی وسائل (سائنسی شعبہ) اس

میں معدنی وسائل یقیناً ہمارا صوبہ معدنی وسائل سے مالا مال ہے۔ تو یہ رقم جناب اسپیکر! کس شعبے میں رکھا گیا ہے، ہمیں بتائیں، یہاں لیبارٹری کہاں ہے، ایک آپ کا PCSR اُس میں تو کورٹائن سینٹر بنا دیا۔ وہاں تو کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ باقی کہاں ہے کہاں کوئی یونیورسٹی بن گئی ہے۔ پولی ٹیکنک کالج بن گیا ہے۔۔۔ (مداخلت) جناب اسپیکر! میں آپ سے request کرتا ہوں کہ ابھی آپ اجلاس معطل کر دیں۔ کل دس بجے بلا لیں۔

جناب اسپیکر: کل ہم نہیں کریں گے۔ اگر آپ تھک گئے، تو سیدھا سیدھا بتا دیں۔ گورنمنٹ full form میں ہے۔ مقابلہ کر رہے ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: انہیں، ان کی صحت ہمیں عزیز ہے، really یہ ہمارے دوست ہیں۔ ان کو کورونا نہ لگ جائے۔ بہت ہمارے لوگ ہیں۔ بہت بیمار بھی ہیں وہ مزید بیمار ہو جائیں گے۔

جناب اسپیکر: آپ فکر نہ کریں گورنمنٹ کا آپ تخفیف زر پیش کریں۔ جام صاحب! جو جو مٹھا خان کے پاس بیٹھے تھے ان کو چھٹی دے دیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! میری تجویز ہے جو لیب والے جو ٹیسٹ والے کٹس ان کو بلا لیں سب کے یہاں ٹیسٹ ہو جائیں۔ really میں serious کہہ رہا ہوں۔ ابھی ہمارے سارے دوست ان کے ساتھ بیٹھے تھے۔

زمر خان اچکزئی (وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوز): جناب اسپیکر! کورونا اتنی بڑی چیز نہیں ہے میں آپ کو بتا دوں، احتیاط کرنا چاہیے۔ ابھی یہ موجودہ جو ریسرچ ہوئی ہے اُس کے مطابق انسان سے انسان تک نہیں جاتا ہے۔

جناب اسپیکر: یہ بندے سے بندے کو نہیں پھیلتا دل کو تسلی دے دیں۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوز: اگر آپ احتیاط نہیں کریں گے تو پھر آریگا، تو کوئی بھی بیماری آسکتی ہے، کوئی بھی بیماری اگر آپ احتیاط نہیں کریں گے، چھڑ سے بھی لے سکتے ہیں، ملیریا بھی لے سکتے ہیں۔ اللہ ان کو صحت دے، انشاء اللہ ہم بھی سارے ٹیسٹ کر لیں گے۔

جناب اسپیکر: جی شکر یہ۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: تو اس میں میری تجویز ہے کہ اس رقم میں تخفیف کی جائے۔

جناب اسپیکر: جی شکر یہ زیرے صاحب۔ اب اتنا آپ مختصر کر دیں تو کام بھی ہو جائے گا۔ آیا ضمنی مطالبہ زر

نمبر 15 میں تخفیفِ زر کی تحریک منظور کی جائے؟ تحریک کے حق میں دو ووٹ آئے لہذا تحریک نام منظور ہوئی۔
آیا ضمنی مطالبہ زر نمبر 15 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ ضمنی مطالبہ زر نمبر 15 اصل
حالت میں منظور ہوا۔

وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زر نمبر 16 پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 3 ارب 23 کروڑ 50 لاکھ روپے سے
متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو اُن اخراجات کی کفالت کیلئے عطاء کی جو کہ مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے
دوران بسلسلہ مد ”قرضہ و سبسڈیز“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: مطالبہ زر نمبر 16 پیش ہوا۔ اس میں جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب نے تخفیفِ زر کا نوٹس
دیا ہے، لہذا نصر اللہ خان زیرے صاحب اپنی تحریک تخفیفِ زر پیش کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: شکریہ جناب اسپیکر! میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 3 ارب 23
کروڑ 50 لاکھ روپے کے کل مطالبات زر بسلسلہ مد ”قرضہ و سبسڈی“ میں بقدر ایک روپے کی تخفیف کی جائے۔
جناب اسپیکر: تحریک تخفیفِ زر پیش ہوئی۔ نصر اللہ خان زیرے صاحب! آپ اپنی تحریک تخفیفِ زر کی
بابت وضاحت کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! یہ رقم آپ دیکھ لیں کہ انہوں نے لکھا ہے کہ قرضہ و
سبسڈیز۔ سبسڈیز ہم جناب اسپیکر! زیادہ تر ہمارے جو زرعی ٹیوب و بلز ہیں اُن کی مد میں ہم وہاں سبسڈی دے
رہے ہیں اپنے زمینداروں کو۔ لیکن ابھی ہم گئے تھے ایک ہفتہ پہلے ہماری ملاقات ہوئی چیف ایگزیکٹو کیسکو
سے۔ انہوں نے کہا کہ جو سبسڈی ہے زمینداروں کی وہ جو ڈیپارٹمنٹل آپ کی بجلی کابل ہے، وہ کم از کم چالیس
ارب روپے ہے۔ نہ حکومت سبسڈی دے رہی ہے، جس کی وجہ سے واپڈ اکیسکو ہمیں بجلی مہیا نہیں کر رہی
ہے، ہمارے زمینداروں کو۔ زمیندار چیخ رہے ہیں کہ ہمارا یہ موسم ہے مٹی، جون، جولائی ہماری فصلات کیلئے تو
اس میں۔۔۔ (مداخلت)

جناب اسپیکر: آپ بولیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: کوئی اور چیز سن رہے ہیں۔ آپ سنیں تسلی سے۔

جناب اسپیکر: پتہ نہیں ہوم منسٹر صاحب نے پیسے دیکر آواز اپنی غائب کر دی۔ اس میں آواز نہیں آرہی ہے
، شور شرابہ میں پتہ نہیں چل رہا ہے۔ زیرے صاحب کو دکھائیں اگر کہیں پر آواز ہے تو پھر۔۔۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: تو کل انشاء اللہ اس پر بات کریں گے۔

میر پونس عزیز زہری: ضیاء صاحب نے جو کہا سب نے دیکھا، آپ نے شاید دیکھا ہوگا۔

جناب اسپیکر: میں نے باڈی لیگنوج دیکھی لیکن آواز اتنی تیز تھی کہ پتہ ہی نہیں چلا۔ پتہ نہیں کیوں اس

میں آواز نہیں آرہی ہے۔ اچھا! ہوم منسٹر صاحب کا مائیک بند تھا اس لئے ریکارڈنگ میں نہیں آیا۔ ورنہ تو ہم

باقیوں کے خلاف کارروائی کرتے تو ہوم منسٹر صاحب کے خلاف کرتے۔ لیکن ہوم منسٹر صاحب بچ گئے۔

کیا کہا تھا۔

میر پونس عزیز زہری: جناب اسپیکر! جانبداری کا تو نہیں کہہ سکتے لیکن اللہ کو۔۔۔ (مداخلت) باتیں سن

لیئے ہمارے بندے سارے باہر نکلے اس بات پر۔

جناب اسپیکر: کیا کہا تھا؟

میر پونس عزیز زہری: سر! آپ اپنے اسٹاف سے پوچھ لیں۔

جناب اسپیکر: نہیں میں نے تو ریکارڈنگ منگوائی آپ اس میں دیکھ لیں۔

میر پونس عزیز زہری: اُس نے دھمکی دے دی ”بیٹھو، بیٹھو“۔

جناب اسپیکر: تو ہوم منسٹر صاحب کا کام ہے امن بحال کرنا۔ اگر ہوم منسٹر بد معاشی نہیں کریں تو کون

کرے گا؟ وہ بھی اُسی میں ہوم منسٹر اُسی ڈیپارٹمنٹ کا ہے لیکن یہ ہے کہ وہ آواز سمجھ نہیں آرہی ہے۔ اگر اس میں کسی

کے پاس اچھی آئیڈیو ہے تو پھر۔۔۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! آپ کی آڈیو ریکارڈنگ سے کوئی پتہ نہیں چل رہا ہے۔ کیونکہ

اُس وقت۔۔۔

جناب اسپیکر: یہ کل آپ دیکھ لیں اگر آپ لوگوں کے پاس ثبوت ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: آپ رولنگ دے دیں۔ یہ ہمارے دوست کیمرہ مین یہاں کھڑے ہیں،

یہاں انہوں نے ریکارڈنگ کی ہے۔

جناب اسپیکر: جی اگر کسی کے پاس ریکارڈنگ ہو، تو ہوم منسٹر نے غیر پارلیمنٹاری الفاظ استعمال کیے تھے، تو

ہم ہوم منسٹر صاحب سے کہیں گے۔ ایوان سب کے لئے برابر ہے ایوان کا تقدس بحال رکھنا ہم سب کا کام ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: سیکرٹری صاحب! جتنے بھی ہمارے ٹی وی چینلز ہیں اُن کو آپ تحریری دے

دیں کہ وہ تمام ریکارڈ آپ کے good-office میں جمع کرادیں اس طرح ہوتا ہے۔

- جناب اسپیکر: نہیں وہ تو سرعام اُس کا نظر آ گیا۔ اگر اس پر کسی کا ہے تو اگر ہم دیکھیں گے۔
- جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں جناب اسپیکر! آپ ایسا کر لیں۔۔۔
- جناب اسپیکر: نہیں اُس کا تو دیکھ لیا ناں اس کا تو کچھ نظر نہیں آ رہا۔
- جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں، میری گزارش یہ ہے۔۔۔ (مداخلت)
- جناب اسپیکر: وہ ہم منگوا رہے ہیں ناں۔ آپ کے پاس اگر ہے تو پھر ہمیں دے دیں۔
- وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر کارروائی کو آگے بڑھائیں یہ خواہ مخواہ غیر باتوں میں ہمیں لگا دیا ہے۔
- جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! میں requests کرتا ہوں۔ افہام و تفہیم جناب اسپیکر! میں آپ سے گزارش کر رہا ہوں۔
- جناب اسپیکر: میں خود اُس پر جا رہا ہوں۔ آپ اس کو چھوڑیں۔
- جناب نصر اللہ خان زیرے: ابھی آپ نے درمیان میں ریکارڈنگ سنی۔ دیکھو یہ تو۔
- جناب اسپیکر: نہیں میں نے تو سنا نہیں اُس میں نہیں ہے۔
- جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں نہیں، اس میں تو کب۔۔۔
- جناب اسپیکر: اگر کسی کے پاس ہے تو مجھے دے دیں۔
- جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں میں آپ سے request کرتا ہوں کہ یہ معاملہ افہام و تفہیم سے۔۔۔
- جناب اسپیکر: آپ اپوزیشن ہیں، آپ خود کہتے ہیں وزیر اعلیٰ پیسے خرچ کریں۔ جب وزیر اعلیٰ پیسے خرچ کرتا ہے پھر آپ کہتے ہیں کیوں خرچ کیا؟
- جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! یہ معاملہ یا تو آپ افہام و تفہیم سے حل کر دیں۔
- جناب اسپیکر: اُس نے آ کے بات کی ہے میرے سامنے۔ نہیں آپ اس پر آ جائیں ناں۔ میں دوسری تحریک پر جاؤں گا۔ آپ اپنا کام کریں باقی میرا کام ہے وہ مجھے کرنے دیں۔
- جناب نصر اللہ خان زیرے: میں آپ سے request کرتا ہوں۔
- جناب اسپیکر: آپ مجھے میرا کام کرنے دیں ناں۔ آپ اپنا تخفیف زریعہ پیش کریں۔
- جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! اس طرح تو نہیں ہوتا آپ نے اپوزیشن کو۔۔۔
- جناب اسپیکر: آپ کیا اسپیکر کو جاندار سمجھتے ہیں؟
- جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں نہیں، میں آپ سے request کرتا ہوں جناب اسپیکر! کہ آپ

معاملے کو افہام و تفہیم سے حل کریں۔

جناب اسپیکر: جی آپ مجھے چھوڑ دیں ناں میرا کام ہے مجھے کرنے دیں۔

جناب نصر اللہ خان زیری: بس پھر ہم جائیں گے اور اس ہاؤس کا حصہ نہیں بنیں گے۔

جناب اسپیکر: اس سے اچھا تو کوئی نہیں ہوگا۔

جناب نصر اللہ خان زیری: ہم واک آؤٹ کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر: واپس نہیں آئیں گے؟ ٹوکن ہے۔ آیا ضمنی مطالبہ نمبر 16 میں تخفیف زر کی تحریک منظور کی جائے؟ کوئی ارکان نہیں ہیں۔ نا منظور ہوئی۔

آیا مطالبہ زر نمبر 16 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟۔ منظور ہوا۔

وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ نمبر 17 کی بابت تحریک پیش کریں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 7 کروڑ 74 لاکھ

16 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو اور زیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال کے

اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”قانون خدمات اور قانونی امور“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زر نمبر 17 پیش ہوا۔ اپوزیشن میں کوئی موجود نہیں ہے۔ آیا ضمنی مطالبہ زر نمبر 17

کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ ضمنی مطالبہ زر نمبر 17 اصل حالت میں منظور ہوئی۔

وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زر نمبر 18 کی بابت تحریک پیش کریں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): میں وزیر خزانہ پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 96 لاکھ

93 ہزار 396 روپے سے متجاوز نہ ہو اور زیر اعلیٰ کو ان اخراجات کے کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال

کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”محکمہ ترقی نسواں“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زر نمبر 18 پیش ہوا۔ اپوزیشن میں کوئی موجود نہیں ہے۔ جی محرک موجود نہیں ہے۔

آیا مطالبہ زر نمبر 18 اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ منظور ہوا۔

وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زر نمبر 19 کی بابت تحریک پیش کریں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): میں وزیر خزانہ پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 24 کروڑ 36 لاکھ

86 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو اور زیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال کے اختتام

30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”محکمہ انفارمیشن ٹیکنالوجی“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زرنمبر 19 پیش ہوا۔ تخفیف زر کے محرک موجود نہیں ہے۔ اس کو نمٹا دیا جاتا ہے۔ کیا تحریک کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک اصل میں منظور ہوئی۔ وزیر خزانہ ضمنی مطالبہ زرنمبر 20 پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک جو 2 کروڑ 64 لاکھ 25 ہزار 880 روپے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کے کفالت کے لیے عطاء کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”صوبائی محتسب“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زرنمبر 20 پیش ہوا۔ تخفیف کے محرک موجود نہیں ہے، نمٹا دیا جاتا ہے۔ آیا تحریک کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زرنمبر 21 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 40 کروڑ 52 لاکھ 69 ہزار روپے سے متجاوز ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کے لیے کفالت کے لیے عطاء کی جائے جو مالی سال کا اختتام 30 جون 2020ء کے بسلسلہ مد ”وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زرنمبر 21 پیش ہوا۔ تخفیف کے محرک موجود نہیں ہے۔ آیا تحریک کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ ضمنی مطالبہ زرنمبر 21 اصل حالت میں منظور ہوا۔

وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زرنمبر 22 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 01 ارب 18 کروڑ 38 لاکھ 59 ہزار روپے میں متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطاء کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”محکمہ داخلہ“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ تخفیف کے محرک موجود نہیں ہے۔ اس کو نمٹا دیا جاتا ہے۔ آیا ضمنی مطالبہ زر کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ ضمنی مطالبہ زرنمبر 22 اصل حالت میں منظور ہوا۔ تھوڑی خوشی تو منائیں (ڈیسک بجائے گئے)

وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زرنمبر 23 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو ایک رقم جو 2 ارب

51 کروڑ 60 لاکھ 57 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020 کے دوران بسلسلہ مد ”بورڈ آف ریونیو اینڈ منسٹریشن“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زرنمبر 23 پیش ہوا۔ محرک موجود نہیں ہے تخفیف زرکا۔ آیا ضمنی مطالبہ زر کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ ضمنی مطالبہ زرنمبر 23 اصل حالت میں منظور ہوا۔ وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زرنمبر 24 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو ایک رقم جو 86 کروڑ 92 لاکھ 67 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ محرک موجود نہیں ہے۔ آیا ضمنی مطالبہ زرنمبر 24 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ ضمنی مطالبہ زرنمبر 24 اصل حالت میں منظور ہوا۔ وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زرنمبر 25 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو ایک رقم جو 2 کروڑ 72 لاکھ 4 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”محکمہ اطلاعات“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زرنمبر 25 پیش ہوا۔ تخفیف زر کا محرک موجود نہیں ہے۔ آیا تحریک کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک اصل حالت میں منظور ہوا۔ وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زرنمبر 26 کے بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو ایک رقم جو 12 کروڑ 92 لاکھ 47 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020 کے دوران بسلسلہ مد ”وزیر اعلیٰ انسپیکشن ٹیم“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ تخفیف کا محرک موجود نہیں ہے نمٹا دیا جاتا ہے۔ آیا تحریک کو اصل

حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ ضمنی مطالبہ زرنمبر 26 اصل حالت میں منظور ہوا۔ خوشی تو منائیں۔ اپوزیشن نہیں ہے بالکل، آپ لوگ سو گئے۔۔۔ (ڈبیک بجائے گئے) وزیر خزانہ! ضمنی مطالبہ زرنمبر 27 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 64 لاکھ 25 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020 کے دوران بسلسلہ مد ”گورنر سیکرٹریٹ (ووٹڈ)“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ محرک موجود نہیں ہے۔ کیا تحریک کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ ضمنی مطالبہ زرنمبر 27 اصل حالت میں منظور ہوا۔ وزیر خزانہ مطالبہ زرنمبر 28 پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 80 کروڑ 8 لاکھ 70 ہزار 350 روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”ریاستی تجارت (ووٹڈ)“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: مطالبہ زرنمبر 28 پیش ہوا۔ تخفیف زر کے محرک موجود نہیں ہے۔ آیا تحریک کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ ضمنی مطالبہ زرنمبر 28 اصل حالت میں منظور ہوا۔

ترقیاتی اخراجات:

وزیر خزانہ! مطالبہ زرنمبر 29 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 25 کروڑ 90 لاکھ 21 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء کے دوران بسلسلہ مد ”جنرل ایڈمنسٹریشن“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زرنمبر 29 پیش ہوا۔ تخفیف زر کے محرک موجود نہیں ہے نمٹا دیا جاتا ہے۔ آیا تحریک کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ ضمنی مطالبہ زرنمبر 29 اصل حالت میں منظور ہوا۔ جی وزیر خزانہ مطالبہ زرنمبر 30 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 92 کروڑ 75 لاکھ 24 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020ء

کے دوران بسلسلہ مد ”کیونٹیکیشن اینڈ ورس“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زرنمبر 30 پیش ہوا۔ تخفیف زر کے محرکین موجود نہیں ہے۔ آیا تحریک کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ ضمنی مطالبہ زرنمبر 30 اصل حالت میں منظور ہوا۔ وزیر خزانہ! مطالبہ زرنمبر 31 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 32 کروڑ 46 لاکھ 10 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال کے اختتام میں 30 جون 2020 کے دوران بسلسلہ مد ”محکمہ آبپاشی“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ تخفیف زر کے محرکین موجود نہیں ہے۔ آیا ضمنی مطالبہ زرنمبر 31 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ ضمنی مطالبہ زرنمبر 31 اصل حالت میں منظور ہوا۔ وزیر خزانہ! مطالبہ زرنمبر 32 کی بابت تحریک پیش کریں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو 22 ارب 2 کروڑ 4 لاکھ 79 ہزار 480 روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال کے اختتام 30 جون 2020 کے دوران بسلسلہ مد ”فیڈرل فنڈڈ پراجیکٹس (Federal Funded Project) برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: ضمنی مطالبہ زرنمبر 32 پیش ہوا۔ تخفیف زر کے محرکین موجود نہیں ہے۔ آیا مطالبہ زرنمبر 32 کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ ضمنی مطالبہ زرنمبر 32 اصل حالت میں منظور ہوا۔ (ڈیسک بجائے گئے) جام صاحب! مبارک ہو تمام مطالبات زر منظور ہوئے۔ ضمنی میزانیہ بابت مالی سال 2019-20ء کے کل ضمنی مطالبات زر منظور ہوئے۔ کل صبح کرنا ہے یا نہیں ابھی تو ضرورت نہیں ہے۔ صبح بھی کریں شام کو بھی کریں۔ جام صاحب! 3:00 بجے ٹھیک ہے؟ اب اسمبلی کا اجلاس بروز ہفتہ مورخہ 27 جون 2020ء بوقت شام 3:00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس رات 09:00 بجے اختتام پذیر ہوا)

☆☆☆